خطباتِ حرمین

حرمِ مدنی

1426ھ

الوداع واستقبال سال پر محاسبہ نفس ولمحۂ فکرو تدبر

امام وخطیب: شیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ

۱۴۲۶/۱/۲ھ، ۲۰۰۵/۲/۱۱ء

استقبال والوداع سال:

سال ایک دوسرے کے پیچھے چلے جاتے ہیں زمانے پے در پے گزرتے جارہے، عمریں بیت رہی ہیں اوراوقات ختم ہوتے جارہے ہیں اور ہر چیز کا وقت مقرر ہے ۔ایک سال کو الوداع کرنے اور نئے سال کا استقبال کرنے میں غوروفکر کرنے والوں کے لئے بڑے مواقع ، نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے وعظ ونصائح ،فکروتدبر کرنے والوں کے لئے یادوں اورعبرت خواں لوگوں کے لئے عبرت ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يُقَلِّبُ اللَّهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ﴾

"اللہ ہی شب وروز کو بدلتا رہتا ہے، بے شک اہل بصیرت کے لئے اس میں بڑی عبرت ونصیحت ہے۔" (النور: ۴۴)

محاسبہ نفس کے مواقع:

اصحاب عقل ودانش، اہل بصیرت، حاذق ودانا اور قدرت والے لوگوں میں سے وہ ہے جو زمانے کے اپنے صفحات کو بکھیرے اور سمٹنے سے اپنے سنجیدہ محاسبۂ نفس کے مواقع پالے اور اپنے مراقبہ و پڑتال کیلئے وقت نکالنے اور اپنے حالا ت پر نظر ثانی کرے اور احوال وظروف پر ذہانت وفطانت کو صرف کرنے کے مقامات حاصل کرلے ۔کوئی مومن اپنی زندگی کے کسی بھی مرحلہ کو الوداع کہتا ہے اور کسی دوسرے مرحلے کا استقبال کرتا ہے تو اسے اپنے نفس کا محاسبہ کی ضرورت اور اپنی ڈگر کو سنوارنے سدھانے کی حاجت میں ہوتا ہے اللہ ذاتِ گرامی پر ایمان اور روز قیامت پر یقین کامل رکھنے والے مومن مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرنے اور اپنے حرکات وسکنات کے میزان کی جانچ پڑتال کرنے سے ہرگز غفلت نہ برتے ۔اس طرح اپنے ماضی وحاضر میں جھانک کر اپنے مستقبل کی روش کو سنوارنے میں سستی نہ کرے ۔علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''دل کی ہلاکت یہ ہے کہ اس کا محاسبہ کرنے سے ۔غفلت وسستی برتی جائے، اس کا ہر مطالبہ پورا کیا جائے اورخواہسات نفس کی پیروی کی جائے''۔

اہل عقل وسعادت مند:

برادران اسلام! تمام تر خیر وبھلائی اورسعادت وخوشی کا پوشیدہ راز یہ ہے کہ مومن اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے تا کہ وہ اسے ہر گمراہی سے روکے، ہر گناہ سے باز کرلے اورخیر وبھلائی کے اموروا ماکن پر لگائے اور ہر ونیکی کے کام چلائے اور شرّ وگناہ کے مقامات سے روک کررکھے عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو خطاوار ٹھہرائے اور اسکا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد والی حیات اخروی کیلئے عمل صالح سر انجام دیتا رہے اور عاجزواحمق وہ ہے جو اپنی خواہسات نفس کا غلام و پیروکار بن جائے اور بلا عمل نبی اللہ سے تمنائیں قائم کئے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ

بِمَا تَعۡمَلُونَ﴾

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہ کہ اس نے کل (فروائے قیامت) کیلئے کیا (سامان وعمل) بھیجا ہے اور اللہ سے ش ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ تم ہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔(الحشر:۱۸)

فاروقی وصیّت:

امام احمد بن حنبل نے حضرت عمر روقؓ کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ہے: حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا ، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا ۔

’’اپنے نفسوں کا محاسبہ خود کرلو قبل اسکے کہ تمہارا محاسبہ (کسی دوسرے کی طرف سے) کیا جائے اور اپنے نفوس کا وزن بھی خود ہی کرلو قبل اسکے کہ تمہارا وزن (کسی دوسرے کی طرف سے) کیا جائے آج خود ہی اپنے نفوس کا حساب و پڑتال کرلو گے تو حساب کے دن (بروز قیامت) تمہارے لئے آسان ہوجائے گی اور اس بڑی ہستی کیلئے خوب بن سنور کر تیار ہوجاؤ جس دن تمہیں (اللہ کے حضور) پیش کیا جائے گا اور تمہارا کوئی فعل منفی نہیں رہ سکے گا‘‘۔[1] (ترمذی)

سلف صالحین کی وصیتیں:

ہمارے سلف صالحین کی وصیتیں بھی ہمیں اس بات کی یاد کرواتی ہیں کہ ہم ہر وقت ویران اپنے نفس کا محاسبہ کرنے اور اس کی جانچ پڑتال کرنے چانس کو اپنے لئے سنہری مواقع وغنیمت سمجھیں۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "إِنَّ العَبْدَ لَا يَزَالُ بِخَيْرٍ مَا كَانَ لَهُ وَاعِظٌ مِنْ نَفْسِهِ، وَكَانَتِ الْمُحَاسَبَةُ مِنْ هَمِّهِ"

’’بندہ اس وقت تک خیر وبھلائی سے رہتا ہے جب تک کہ اس کا نفس اسے وعظ ونصیحت کرتا ہے اور وہ اپنے نفس کا محاسبہ کیئے جاتے۔

وہی مزید فرماتے ہیں: المؤمن قوام على نفسه يحاسبها لله تعالى وإنما خف الحساب على قوم حاسبوا أنفسهم في الدنيا ۔

’’مومن اللہ کی خاطر اپنے نفس کی اصلاح کرنے والا سر براہ ہوتا ہے اور قیامت کے دن ان لوگوں کا حساب آسان ہوگا جنہوں نے دنیا میں اپنے آپ کا خود ہی محاسبہ کرلیا‘‘۔

حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں: "إِنَّ التقي أشد محاسبة لنفسه من سلطانٍ قاض ومن شريك شحيح"

،متقی شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں فیصلہ کرنے والے قاضی وسلطان اور انتہائی حریص ولالچی شریک تجارت (پارٹنر) سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔[2]

---

[1]) ترمذی: 2459۔

[2]) محاسبۃ النفس لابی الدنیا: 1/ 25۔

علامہ ابن قیمؒ کا کلام بلیغ:

علّامہ ابن قیم کے کلام بدیع میں مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا: ’’آدمی اور اسکے نفس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی تاجر شخص اور اسکا مال ہو اور جس طرح کسی کے ساتھ تجارت میں شراکت کا مقصود یعنی منافع اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک سب سے پہلے تاجر اپنے شریک کے ساتھ شرائط طے نہ کرلے۔ پھر دوسرے نمبر پر اسکے افعال کا مطالعہ ونگرانی نہ کرے اور پھر تیسرے نمبر ہر اسکا محاسبہ نہ کرے اور چوتھے نمبر پر اگر اس سے کسی خیانت کا سراغ پائے تو اسے اس سے منع نہ کرے۔ بالکل اسی طرح ہی نفس کا معاملہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کے ساتھ (بڑی ہوشیاری و چالاکی سے پیش آئے اور اس ساتھ) باقاعدہ یہ شرط طے کرلے کہ وہ اپنے تمام اعضاء جسم کی حفاظت کرے ’’ جن کی حفاظت دراصل راس المال وسرمایہ ہے اور اسی ہلاکت ونجات کا دارومدار ہے۔ جس نے اس میں سستی برتی اور انکی صحیح طور پر حفاظت نہ کی وہ ہلاکت ہوگیا اور جس نے انکی حفاظت ونگرانی کا حق ادا کیا وہ نجات پا گیا۔ اعضاء کی (تباہ سے) حفاظت تمام تر خیر و بھلائی کی بنیاد ہے اور انہیں نظرانداز کردینا تمام تر شرّ و برائی کی اساس ہے۔ بندہ جب اپنے نفس سے اعضاء جسم کی حفاظت والی شرط طے کرلے گا تو پھر دوسرے نمبر پر اس کے مطالعہ ونگرانی کی باری آجائے گی وہ اسے نظرانداز نہ کرے اگر اس نے لمحہ بھر کے لئے بھی نظرانداز کردیا تو وہ ضرور خیانت میں واقع ہو جائے گا اگر اس نے نظرانداز کرنے اور اس کے بارے میں لاپرواہی برتنے میں طول پکڑلیا تو اس کا نفس بھی خیانت کرنے میں طول پکڑلے گا یہاں تک کے سارا راس المال وسرمایہ میں جاتا رہے گا اور جب اسے نقصان کا احساس ویقین ہو گیا تو وہ اب تلافت فات اور سابقہ نقصان کا استدراک کرے گا جس طرح کہ تاجر اپنے پارٹنر سے کتا ہے گزرے واقعات کے سلسلہ میں اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور مستقبل میں حفاظت ونگرانی کرنے لگتا ہے‘‘۔

صحیح جواب دے کر اپنا مقام دیکھیں:

میرے مسلمان بھائی! آپ اپنے سابقہ سال کو الوداع کر رہے ہیں اور اپنے نئے سال کا استقبال کر رہے ہیں ایسے ایام میں آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ آپ کی نجات اپنے نفس کا محاسبہ کرنے میں ہے اور آپ کی کامیابی کا راز اپنی ذات پر کنٹرول کرنے میں ہم نے کیا آپ اپنے آپ کو اس حالت میں یاد ہے میں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تابعداری اور اسکے رسول ﷺ او امر و ارشادات کی پیروی کر رہے ہیں؟ کیا آپ ہر معاملہ میں اللہ کے مطیع وفرمابردار ہیں؟ کیا ہر کام میں آپ اللہ رسول ﷺ کی اتباع و پیروی کر رہے ہیں؟ آپ نے اپنے نفس کو نافرمانی سے روکا ہے؟ کیا آپ نے اسے گناہوں پر زجرو توبیخ اور باز پرس کر رہے ؟ اور کیا آپ نے مخلوق الٰہی کے حقوق بھی پوری طرح بجالا ئے ہیں؟ کیا آپ نے اپنے نفس اور اس میں پائے جانے والے مہلک افعال کی جانچ پر تال کر رہے؟ اور ان ہلاکت آذہن امور کا مطالعہ وتدارک کیا ہے؟ خبردار ہو جائیں آپ کو اس محاسبہ نفس کا یہ فائدہ ضرور پہنچنا چاہیئے کہ آپ میں وہ داعیہ پیدا ہو جائے جو آپ کو ممنوعات سیئات (گناہوں) سے روکے اور آپ کو اطاعت وعبادت کرنے اور احکام و اوامر کو سرانجام دینے پر لگائے۔ آپ ان لوگوں میں سے بنیں جو عمل کئے بغیر ہی آخرت کی کامیابی کی امیدیں لگائے بیٹھے ہیں اور لمبی امیدوں کی بناء پر توبہ کو موٴخر کیئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ’’کیا ابھی تک اہل ایمان کیلئے اس کا وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ کی یاد کرنے کے وقت اور قرآن جو (ذات) حق کی طرف سے نازل

ہوا ہے اسکے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں (ان سے) پہلے کتابیں دی گئی تھی پھر ان پر طویل زمانہ گزرگیا تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق و نافرمان ہیں"۔

نیکیوں میں اضافہ وترقی:

برادرانِ اسلام! یہ عمر صرف چند سالوں کے مجموعے کا نام ہے اور اہلِ توفیق مومن لوگ خیر و بھلائی اور تقویٰ و پرہیزگاری میں روز بروز بڑھتے چلے جاتے ہیں اور آخرت کی زندگی میں فوز و فلاح پانے کیلئے جد و جہد مسلسل سعیٔ پیہم میں لگ رہتے ہیں۔ اہلِ تقویٰ عمر کے زیادہ سالوں میں خیر و برّ کے کاموں میں آتے بڑھتے جاتے ہیں اور جتنے زیادہ سال انہیں عمر ملتی ہے وہ اتنے ہی خیر و بھلائی کے کاموں کی طرف لپک لپک جاتے اور نیک و صالح اعمال سرانجام دینے کیلئے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی تو فرمایا ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"اور اپنے رب کی مغفرت و بخشش اور اس کی جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرضا تنا ہے جتنی کہ آسمانوں اور زمین کی چوڑائی ہے جو کہ اہل تقویٰ لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے"۔ (آل عمران: ۱۳۳)

صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کی ایک دعا مذکور ہے جو کہ یوں ہے: اللهم اجْعَلِ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِي فِي كُلِّ خَيْرٍ

"اے اللہ! زندگی کو میرے لئے زیادہ خیر و بھلائی (نیکی) کرنے کا ذریعہ بنادے۔"[۱] (صحیح مسلم)

عمر طویل اور تمام حجت:

اے مسلمانو! زندگی بیکار میں ضائع کرنے سے خبردار رہیں اور اس حیات فانی کے سالوں کو رائیگاں نہ جانے دیں ہمارے رب جل وعلا نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ﴾

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو سوچنا چاہیے وہ سوچ لیتے اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تو اب مزے چکھو۔ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں"۔ (الفاطر: ۳۷)

امام نووی ؒ لکھتے ہیں! "ترجمان القرآن حضرت ابن عباس ؓ اور دوسرے اہلِ تحقیق علما نے کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر عطا نہیں کی؟" جبکہ صحیح بخاری میں نبی رسول ﷺ کا ارشاد ہے: أَعْذَرَ اللهُ إِلَى امْرِءٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کیلئے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا جسکی موت کو اتنا مؤخر کر دیا کہ وہ ساٹھ سال کا ہو گیا۔"[۲] (صحیح بخاری)

امام نووی لکھتے ہیں: اللہ نے اس کے لئے کوئی عذر بھی کا کوئی موقع نہیں چھوڑا کیونکہ اسے (عمل کیلئے) اتنی طویل عمر و مدت عطا فرمائی"

خواب وخیال اور ڈھلتی چھاؤں:

مسلمانو! ایک سال کے گزرنے اور دوسرے کے شروع ہونے میں ہمارے لئے یہ نصیحت موجود ہے کہ دنیا ہمیشہ اسی طرح قائم و باقی رہنے

---

۱) صحیح مسلم: 2720۔
۲) صحیح بخاری: 6419۔

والی نہیں ہے ۔اسکی تمنائیں سب جھوٹی ہیں اور اسکی امیدیں باطل ہیں و۔اسکی زندگی بہت تنگ و اجیرن ہے اور اسکی صفائی میں بھی گدلا ین ہے اور بندے کیلئے اس کی طرف سے خطرہ ہی خطرہ ہے ۔ یہ یا تو زائل ہو جانے والی نعمت ہے یا نازل ہونے والی بلاء و مصیبت ہے اس کی نعمتیں آزمائش ہیں اس کی ہر نئی چیز پرانی و بیکار ہو جاتی ہے اور اسکی باوت ہی فنا ہو جاتی ہے اسکے دن گنے چنے ہیں اور اوقات و اموات لکھی ہوئی ہیں ۔اس دنیا کی مثال ڈھلتی چھاؤں اور اا گے بڑھتے سراب کی طرح ہے ۔ یہ سوتے ہوئے شخص کے خواب یا ڈھلتے ہوئے جیسی ہے ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا: ﴿يَاقَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ﴾

"اے میرے قوم! یہ دنیا کی زندگی (مہنہ روز) فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور جو آخرت ہے وہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔" (المومن:۳۹)

دوسرے بار اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا﴾

اور دن سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر دیں (کہ ایسی ہے) جیسے جیسے ہم نے نے آسمان سے یا تو اسکے ہاتھ زمین کی نباتات اومیدگی مل گئی پھر وہ جورا جورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑان پھرتی ہیں ۔اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" (الکھف:۴۵)

اہلِ بشارت لوگ:

بشارت وخوشخبری ہے اس خوشخبری ہے اس شخص کیلئے جسے یہ دنیا اطاعت وعبادت سے نہ ہٹا سکے اور ہمیشہ رہنے والی زندگی کی تیاری سے نہ روک سکے اور سعادت وخوشحال ہے اس شخص کیلئے جو اس دنیوی زندگی کی چمک دمک اس کے سراب و دھوکے اس کی زینت وخوشنمائی اور اس کی رنگینیوں سے فریب خوردہ نہ ہوا اور سفرِ آخرت کیلئے تیاری سے نہ رکا۔کامیابی اس کا مقدر ہے جس نے اس دنیا کو آخرت کیلئے محض راستہ اور عبور کا مل سمجھا اور اعمالِ صالحہ میں سبقت لے جانے کا قیدان قرار دے لیا۔

صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّ الدُّنْيَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ، وَإِنَّ اللهَ مُسْتَخْلِفُكُمْ فِيهَا فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ، فَاتَّقُوا الدُّنْيَا، وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ۔

یہ دنیا بڑی شیریں اور شاداب ورنگین ہے اور اللہ تمہیں اس میں رہنے کا موقع دے دی (خلیفہ بناری) ہے تا کہ وہ دیکھے کہ تم کیا عمل کرتے ہو؟ اس دنیا کی فریب کاریوں سے بچ کر دنیا اور عورتوں کے فتنہ وآزمائش سے بھی اپنے آپ کو بچا کر رکھنا۔نبی اسرائیل کا پہلا فتنہ آزمائش انکا ان عورتوں کے ساتھ آزمایا جانا ہی تھا۔"[1] (صحیح مسلم)

خطبہء حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے اس میں فرمایا تھا: "إن لكل سفرٍ زادًا لا محالة، فتزودوا من الدنيا للآخرة، وكونوا كمن عاين ما أعد الله - تعالى- من ثوابه وعقابه، ترغبون وترهبون، ولا يطولنّ

[1] صحیح مسلم:2742۔

عليكم الأمد فتقسو قلوبكم، وتنقادوا لعدوكم، فإنه - والله- ما بسط أمل من لا يدري، لعله لا يصبح بعد مسائه، ولا يمسي بعد صباحه."

''اے لوگو! ہر سفر کیلئے زادِراہ ہوتا ہے۔ اپنے اسدنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے کیلئے یقویٰ کو توشہءآخرت اور زادراہ بنالو اور اس شخص کی طرح ہو جاؤ جس نے اپنی آنکھوں سے اس کیلئے لئے اللہ کے تیار کردہ عذاب کا معاینہ کرلیا ہو۔ اللہ کی جنت کے راغب بنو اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی لمبی ہو جائے تو تم سنگدل ہو جاؤ اور تم اپنے کھلے دشمن (ابلیس) تابعدار بن جاؤ۔ اللہ کی قسم! جیسے معلوم ہو کہ آج کی شام کے بعد اسے اس رات کی صبح دیکھنا شائد نصیب نہ ہو اور آج کے دن کی شام سے پہلے شائد اس کی زندگی کی ہی شام ہو جائے وہ اپنی امیدوں کو اتنا لمبا نہیں بکھر سکتا''۔

لمحہءفکریہ وموقف صادق:

ہر بالغ وراشد شخص کا فرض ہے اور ہر صاحب عقل و دانش پر واجب ہے کہ ایک سال کو الوداع کہتے ہوئے اور دوسرے سال کا استقبال کرنے کے دوران ایک صادقانہ موقف اختیار کرے اور اس میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور اپنی ذات سے سوال کرے تاکہ وہ زمانے کے اس ہیر پھیر اور انقلاب کو بہترین ادب سکھلانے وال اور اپنے لئے فقیح ترین واعظ و ناصح بنالے تاکہ وہ اپنی غفلت ہر تنبیہ ہو اور اپنی گمراہی و لاپرواہی سے واپس لوٹ سکے اور اپنی سنگدلی کو نرمی میں تبدیل کرنے پر قادر ہو سکے۔ زمانے کے تازیانوں میں بیشمار عبرتیں ہیں حوادث شب و روز میں بہت سازی نصیحتیں ہیں۔ اسے چاہیئے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے تاکہ اسے معلوم ہو کہ یہ دنیا محض چندروزہ قیام و فائدکی جگہ ہے اور اس میں اسکا حال دوصورتوں کے مابین ہے یا اس کا ماضی اور اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ اللہ اس میں کیا کرنے والا ہے اور دوسرا مستقبل اور اسے کچھ معلوم نہیں کہ اللہ اس میں کیا فیصلے صادر فرنے جارہا ہے۔

اے صاحب عقل رسا و بصیرت نافذ! خود اپنے نفس کے لئے خود ہی زادراہ اختیار کرلیں اور اپنی زندگی سے موت وآخرت کیلئے توشہ حاصل کر لیں، اپنی جوانی سے بڑھاپے کیلئے کچھ جمع کرلیں اور اپنی صحت کے ایام میں مرض و بیماری کیلئے کچھ اعمال سرانجام دے لیں۔ مواقع ہاتھ سے نکلتے جارہے ہیں۔ موت کاوقت مقرر ہے۔ اس دنیا میں قیام کی مدت محدود و مختصر ہے اور زندگی کے دن بہت ہی تھوڑے ہیں۔

یہ دہشت گردی وتخریب کاری:

برادران اسلام! ایک سال کو الوداع کہنے اور دوسرے سال کا استقبال کرنے میں فکر و تامل کرنے والوں کیلئے لمحات فکریہ پائے جاتے ہیں اور تدبر و تفکر کرنے والوں کیلئے سوچ بچار کے مواقع موجود ہیں ایک مسلمان کیلئے جن چیزوں پر تدبر و تفکر کرنا ضروری ہے ان میں سے اہم ترین امور دہست گردی کے وہ واقعات اور مجرمانہ تخریبی کا اور یہاں ہیں جو کہ حرمین شریفین والے اس ملک میں رونما ہوئی ہیں جن سے مسلمانو کو تو کوئی فائدہ ہرگز نہیں پہنچا تاہم آداب اسلام و مسلمین اور دشمنان دین کا فائدہ ضرور ہوا ہے۔ جن کے قدم ڈگمگا گئے ہیں اور جن کے قول و فعل میں خرابی آگئی ہے ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ سے ڈریں۔

اور انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جو شخص اللہ کے بندوں کو اذیت و تکلیف پہچائے اور اسکی مخلوق کو نقصان پہنچانے کے درپۓ اللہ اسے پکڑنے

کیلئے گھات لگائے ہوئے ہے کہ وہ بچ کر نہیں جاسکتا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾

”اور جولوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت سے) جو انہوں نے نہ کیا ہو ایذاء دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ بوجھ اپنے سر پر اٹھالیا“۔(الاحزاب:۵۸)

تاریخ کا دھارا بدلنے والا واقعہ:

اے امت اسلامیہ! یوں یہ سال گزرتے چلے جارہے ہیں اور امت مسلمہ مصائب و مشکلات میں گھری ہوئی فتنوں میں پھنسی ہوئی اور فریب دہ اشیاء کے جال میں جکڑی ہوئی ہے لہذا اب ضروری ہے کہ ہم ان مسائل سے عنارا ڑاگیر انہیں حل کریں اور اپنی روش و ڈگر کا م و نظر ثانی مرجعہ کر کے اسکی اصلاح کریں۔ ہر ہجری سال کا آغاز ہمیں یہ یاد دلا تا ہے کہ تاریخ میں ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا تھا جس نے پوری تاریخ کے دھارے کو موڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ واقعہ جس نہ نبی نوع بشر کے فساد و بگاڑ کا رخ موڑ کر اسے صلاح و درستگی پر لگا دیا تھا اور اس کی شقاوت و بدحالی رخ بدل کر اسے شاہراہ سعاوت و خوشحالی پر چڑھا دیا تھا۔ وہ ایسا واقع تھا کہ جس کے نتیجہ میں پوری بشریت سعادت و خوشی سے مالا مال ہوگئی اور پوری نوع امسان کے حالا ت سدھر گئے اور وہ واقعہ تھا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنا۔ وہ عظیم واقعہ جسے اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور عزت و شوکت اسلام کا راستہ بنادیا' وہ واقعہ جسکے نتیجے میں اسلام بلند ہوگیا' ایک نئی اسلام ریاست کا قیام عمل میں آیا اور اسلامی تہذیب کا ایک عظیم مرکز قائم ہوگیا۔ کاش آج بھی امت اس بات کو ذہن نشین کرسکے کہ اس کی اصلاح و درستگی' اسکی سعادت و خوشحال اور اسکی عزت و شوکت آج پھر اسی طرح کے کسی واقعہ کی مرہوں منت ہے جس میں ویسے ہی واضع سنگ میں ہوں اور اسی طرح کا اخلاق و معنور انقلاب آئے آج بھی امت کی تعمیر و ترقی اسلام کو مضبوطی کے ساتھ اپنا لینے' ایمان کے حق لَق کا التزام و پابندی کرنے اور اللہ رحمان کے وین کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لینے میں ہے۔ یہ امت اس وقت تک طاقت و قوت والی یو زِ ہشت اختیار نہیں کرسکتی' نہ اسے وہ شان و شوکت مل سکتی ہے اور نہ اسے وعظمت و مقام مل سکتا ہے جب تک کہ یہ اسلام پر کامل ھور پر عمل پیرا نہ ہو جائے- اس کا عقیدہ و سرت یعت' علم و عمل' سلوک و کردار' حرکات و سکنات حکومت و اقتدار اور عدل و انصاف سب اسلام کے تابع نہ ہو جا ئیں امت مسلمہ اس وقت تک اپنے مصائب و مشکلات سے نجات نہیں پاسکتی' نپ ہی اسے اس وقت تک طرح طرح درد و الم سے چھٹکارا مل سکتا ہے نہ اس کے حالات بدل سکتے ہیں' نہ اسکی امیدیں پوری ہوسکتی ہے اور نہ ہی اسکے لئے اپنے چھینے گئے حقوق کی بازیابی ممکن ہے جب تک کہ اسکی زندگی میں اسلام واقعی و عملی شکل میں نافذ نہ ہوجائے' ایسا نفاذ اسلام کہ جو محسوس کیا جاسکے جسے چھوا جاسکے اور جسکا اس کی زندگی کے تمام شعبوں میں باقاعدہ مشاہدہ کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد حقیقت بنیاد ہے:﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى﴾

”پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آگئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ ہی شقاوت و بدحالی میں مبتلا ہوگا“۔(طٰہٰ:۱۲۳)

بھاری ذمہ داری:

اے قائدین اسلام! اے علماء امت ! اے دعاۃ و مبلغین اسلام! اے مفکر ین اسلام! اے ماہرین تعلیم وتربیّت ! اے ذرائع ابلاغ اور سائل نشر واشاعت کے ذمداروں! اوراے اہل قلم حضرات! ذمہ داری بہت ہی بڑی ہے ۔ ہر شخص اپنی اپنی امانت اور ذمہ داری کو نبھائے اور وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے اور اللہ کے حضور بروز قیامت و یوم حساب پیش کئے جانے سے قبل میں اپنی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں ۔اے مسلم امہ! ہماری زندگی کا ایک سال گزرگیا ہے ۔اس دوران بکثرت رونما ہوئے ہیں، مصائب ومشکلات کی موجوں میں تلاطم آ گیا ہے، شہوت پرستی وخواہشات نفس کی غلامی نے اپنے پاؤں جمالیئے ہیں، شکوک وشبھات اپنے پنجے گاڑ چکے ہیں۔ مصائب ومشکلات اور چیلنجوں کی بڑی کثرت ہوگئی ہے اوران سب سے نجات وچھٹکارا صرف تبھی ممکن ہے جب تمام مسلمان حکام وعوام بوڑھے اور جوان، مرد اورخواتین اور علماء وانپڑھ لوگ اپنے قلب وقالب، دل وبھان اور اعضاء جسم وروح سے سیدھی راہ پر چڑھ جائیں کتاب اللہ اورسنت رسول ﷺ پر مشتمل دونوں وصیوں پر عمل پیرا ہو جائیں انہیں مضبوطی کے ساتھ اپنالیں ۔تب دنیا میں رفعت وبلندی قیادت سیادت، شان وشوکت، عزت وکرامت اور سرداری وسرخروئی حاصل ہوگی۔

شفاء بخش دواء:

آج مسلمانوں کو بہلانے پھسلانے کی اشیاء بکثرت ہوگئی ہیں، دنیا میں تغیرات وانقلابات کا وقوع عام ہوگیا ہے ان پر ہر طرف سے حملے ہورہے ہیں انہیں طرح طرح کے چیلنجوں کا سامنا ہے مصائب ومشکلات اور بلائیں بہت سخت ہو چکی ہیں اور وہ بحرانوں میں گھر چکے ہیں ۔ان حالات میں بالخصوص اور عام حالات میں بالعموم وہ اس حقیقی دواء کے سخت محتاج ہیں جسکی ضرورت انہیں ہر ضرورت سے زیادہ ہے اور انہیں ہر حاجت سے بڑھ کراس کی حاجب ہے اور وہ دواء ہے ان کا ایمان باللہ، توکل علی اللہ، اسی پر اعتماد وبھروسے اوراسی اکیلئے کی ذات وجناب کو اپنا ملجا وماوٰی ماننے کے زیور سے اپنے آپ کو مزین وآراستہ کرنا۔وہ دواء ہے انکا اپنے آپ کو اس عقیدۂ ربانیہ کے اسلحہ سے لیس کرنا جسکا مقابلہ کرنے والی کوئی قوت بلکہ اسکے قریب تک پہنچنے والی بھی کوطاقت پوری روئے زمیں پر موجود نہیں ہے اور یہی دواء تمام افراد امت کی اصلاح واستقامت اور تمام معاشروں کے امن واستقرار کی ضمانت بھی ہے ہمیں وہی عقیدہ اختیار کرنا چاہیئے اور اسے ہی اپنے علم وعمل کا میزان، اپنی دلاء وبراء (محبت ونفرت) کی سوڑ، اپنے بغضو رضامندی کا ترازو، تعلیم وتربیت کا دستور بنانا اور اپنی اسے ہی اصلاح وفلاح کا شعار منناچاہیے جیسے کہ ہمارے لئے حضرت محمد ﷺ لائے ہیں

حقائق ضِیاء بار:

جب امت اسلامیہ گورائیں اسلام قسم کے کھلے مقابلے مکارانہ چیلنج اور خوفناک سازشوں کا سامنا ہے تو ایسے میں مسلمان ں کو جبکہ وہ اپنے نئے ہاری سال کا استقبال کر رہے ہیں، ان حقائق کو یاد رکھنا چاہیئے جو کہ طے شدہ صاف ستھرے، روز روشن کی طرح عیاں، روشن چمک کی طرح واضح، ضیاء بار ونور ریز ہیں اور مسلمانوں کیلئے ان اوقات میں خصوصاً انتہائی ہرگرمیں جب ہرطرف سے ان پڑھتا ٹوپ اندھرے چھارہے ہوں

مصائب ومشکلات کی لہریں موجیں مار رہی ہوں اور چہار سو سے فتنوں کا سلسلہ جاری ہو۔ارشاد الٰہی ہے:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾

”جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو (شرک کے) ظالم سے مخلوط نہیں کیا انکے لئے امن (جمیعت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں“ (الانعام:۸۲)

دوسری جگہ ارشاد باری لاگائی ہے:﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ﴾

اللہ تو مومنوں سے انکے دشمنوں کو ہٹاتا (دفاع کرتا) رہتا ہے“۔(الحج:۳۸)

ماہِ نیکی واحسان کا مہینہ:

مسلمانو! آپ کا یہ مہینہ نیکیوں اور احسان کا سرچشمہ ہے۔منافع کمانے اور مغرت وبخشش حاصل کرنے کا موسم ہے۔آپ تقویٰ کو اپنا بہترین سامان بنائیں اور دوسروں پر احسان، انکے ساتھ نیکی اور اللہ ورسول کی اطاعت کرنے والے بنیں۔اللہ کے بندں ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ماہ محرم کے روزے رکھنے کی خوب ترغیب دلائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے:أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ . وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ .

”ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد افضل نماز، صلوٰۃ اللیل (تہجد) ہے“۔[1] (صحیح مسلم)

ماہ محرم کے روزے:

اہل علم نے لکھا ہے کہ مطلق اطاعت وعبادت سے افضل ترین عبادت ماہ محرم کے روزے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے اس ماہ محرم کی دس تاریخ یوم عاشوراء کے روزے کی بھی بڑی ترغیب دلا ئی ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ .

مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ (عاشوراء کا روزہ) گزستہ پورے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دے گا۔[2] (صحیح مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ .

نبی اکرم ﷺ نے یوم عاشوراء کا روزہ خود رکھا اور (صحابہ کو) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا“۔[3] (متفق علیہ)

سنت یہ ہے کہ یوم عاشوراء کے ساتھ ہی نو محرم کا روزہ بھی رکھا جائے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ، لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ .

---

[1] صحیح مسلم:1163۔
[2] صحیح مسلم:1162۔
[3] صحیح مسلم:1130۔

''اگر میں آئندہ سال ماہ محرم تک زندہ رہا تو میں نو تاریخ کا روزہ بھی ضرور رکھوں گا۔[1] (صحیح مسلم)

اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نو محرم کا روزہ نہ رکھ سکے تو اسکے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ دس کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ رکھ لے (یعنی ۹، ۱۰، ۱۱ محرم کے روزے رکھے)

بدعاتِ محرّم:

یوم عاشوراء کے روزے کے بارے میں یہی احادیث وارد ہوئی ہیں ۔ان کے علاوہ جو عبادات ونوافل اور دیگر امور گھڑ لیئے گئے ہیں اور محض ایک بہتان وگمان باطل یہ کر لیا گیا ہے کہ یہ امور بھی دس دن کے ساتھ خاص ہیں ۔سب امور بدعات ہیں اوران کے بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار وتعامل سے ہی ان امور کا کوئی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ محققین اہل علم نے طے کیا اور فیصلہ دیا ہے لہٰذا اتباع و پیروی کرو بدعات سازی سے کام نہ لو۔ بہترین طریقہ حضرت محمد ﷺ کی سنت وطریقہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو دین میں نئے داخل کر دیئے ہوں اور ایسا ہر کام (بدعت) ضلالت وگمراہی ہے۔

[1] صحیح مسلم:1134۔

آغاز سالِ نو کے تناظر میں انابت ورجوع الیٰ اللہ اور صیامِ عاشوراء

امام وخطیب: شیخ عبدالحسن القاسم
۹/۱/۱۴۲۶ھ، ۱۸/۲/۲۰۰۵ء

انابت ورجوع الیٰ اللہ اور انبیاء کا عمل:

مسلمان! اللہ کی مخلوق میں سے افضل ترین اور سب سے زیادہ ہدایت یافتہ وہ ہے جو اللہ کی عبودیت وبندگی میں سب سے زیادہ آگے بڑھا ہوا ہے۔ دل کا سرور اور سینے کو انشراح دینے والی چیز بندے کی اللہ کی طرف انابت ورجوع اور اسکی طرف لپکنا اور اسی سے مدد طلب کرنا، اللہ کی طرف رجوع کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور یہ انبیاء ورسل علیھم اسلام کی سنت وعادات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:﴿وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّٰهُ﴾

اور داوٗد (علیہ السلام) نے خیال کیا سمجھ لیا کہ ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا ہے۔ (ص:۲۴)

﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ﴾

تو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت وبخشش طلب کی اور فوراً اپنے رب کے سامنے جھک کر گر پڑے اس کی طرف رجو کرلیا۔" (ص:۲۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے:﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ﴾

"ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور ان کے تخت پر ایک ڈھر ڈال دیا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔" (ص:۳۴)

حضرت شعیب علیہ السلام نے یوں کیا تھا:﴿مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

"مجھے جو توفیق حاصل ہے یہ صرف اللہ ہی طرف سے، میرا اسی پر توکل وبھروسہ ہے اور میں اسی کی طرف انابت ورجوع کرتا ہوں"۔ (ھود: ۸۸)

ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:﴿ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾

"وہ اللہ ہی مرا رب پر رودگا ہے میں اسی پر توکل کیا ہے ارو اسی کی طرف رجو کرتا ہوں"۔ (الشوریٰ:۱۰)

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراھیم کی تعریف کی ہے کیونکہ ان میں یہ صفت پائی جاتی تھی کہ وہ (اپنے ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں) اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾

"بیشک ابراھیم (علیہ السلام) بڑے حلیم وبردبار) نرم دل اور رجوع کرنے والے تھے"۔ (ھود:۷۵)

حضرت ابراھیم علیہ السلام جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں سے ہی یہ بھی ہے:﴿رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾

"اے ہمارے رب! تم پر ہم نہ توکل وبھروسہ کیا کیا اور تیر طرف ہی رجوع کیا اور تیر یطرف ہی ہمیں لوٹ جانا ہے"۔ (الممتحنہ:۴)

اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہی وہ بہترین لوگ ہیں کہ آدمی اپنی زندگی میں ان کی صحبت اختیار کرے۔

ارشادالٰہی ہے: ﴿وَاتَّبِعۡ سَبِيلَ مَنۡ أَنَابَ إِلَيَّ﴾
"اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کرتے"۔ (لقمان:۱۵)

انابت باعثِ سعادت و بشارت:

اللہ کی طرف انابت و رجوع سعادتو خوشی اور ہدایت کی چابی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلۡ إِنَّ ٱللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَآءُ وَيَهۡدِيٓ إِلَيۡهِ مَنۡ أَنَابَ﴾
"کہ دیں (اے نبی) کہ بیشک اللہ جیسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور رجوع کرنے والوں کو وہ اپنی طرف ہدایت سے نوازتا ہے"۔ (الرعد:۲۷)
انابت ورجوع کرنے والوں کیلئے جنت کی بشارت ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ ٱجۡتَنَبُواْ ٱلطَّٰغُوتَ أَن يَعۡبُدُوهَا وَأَنَابُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ لَهُمُ ٱلۡبُشۡرَىٰۚ فَبَشِّرۡ عِبَادِ﴾
"اور جنہوں نے طاغوت (معبودان باطلہ) عبادت کرنے سے اجتناب کیا اور اللہ کی طرف رجوع کیا' ان کے لئے جنت کی بشارت ہے"۔ (الزمر:۱۷)

انابت وعبرت:

اللہ کی آیات اور عبرتوں سے صرف وہی شخص نصیحت حاصل کرتا ہے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہے چنانچہ اللہ عزّوجلّ نے فرمایا ہے: ﴿تَبۡصِرَةٗ وَذِكۡرَىٰ لِكُلِّ عَبۡدٖ مُّنِيبٖ﴾
"تاکہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں"۔ (قٓ:۸)
﴿هُوَ ٱلَّذِي يُرِيكُمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ رِزۡقٗاۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ﴾
اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا شخص ہی اللہ کی نعمتوں کے نزول سے بھی نصیحت حاصل کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور وہ (اللہ) تمہارے لئے آسمان سے رزق نازل فرماتا ہے اور رجوع کرنے والے کے سوا کوئی نصیحت نہیں پاتا"۔ (المؤمن:۱۳)
اللہ کی طرف رجوع کرنا ایسا عمل ہے کہ یہ اللہ کے عذاب کی راہ روک دیتا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَنِيبُوٓاْ إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُواْ لَهُۥ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ﴾
"اور اپنے رب کی طرف رجوع کرلو اور اسکے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ قبل اسکے کہ تمہارے پاس عذاب آجائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی"۔ (الزمر: ۵۴)

انابت اور جنّت کی ضیافت:

جنّت اس آدمی کے دل کی مہمانی کیلئے تیار کی گئی ہے جو ڈرنے والا اور رجوع کرنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأُزۡلِفَتِ ٱلۡجَنَّةُ لِلۡمُتَّقِينَ غَيۡرَ بَعِيدٍ (31) هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٖ﴾

''اور جنت اہل تقویٰ (پرہیز گاروں) کے قریب کر دی جائے گی کہ مطلق دور نہ ہوگی یہی وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (یعنی) ہر رجو ع کرنے اور حفاظت کرنے والے ہے۔ جو اللہ سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا''۔ (قٓ:۳۱۔۳۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات کو حکم فرما رکھا ہے کہ وہ اسکی طرف انابت و رجوع کریں چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (31) مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾

اس کی طرف رجوع کیئے رہو اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ وہ لوگ کہ جنھوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی (اسے ٹکرے ٹکرے کر دیا) اور خود فرقے فرقے ہو گئے۔ (الروم:۳۱۔۳۲)

انابت و توکّل:

اللہ تعالیٰ نے انابت و رجوع الیٰ اللہ اور توکّل علیٰ اللہ کو یکجا کر دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾

''کہ دیں (اے نبی!) وہی تو میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف توبہ و رجوع کرتا ہوں ''۔ (الرعد:۳۰)

توکّل کا مقام انابت و رجوع الیٰ اللہ سے پہلے ہے توکّل وسیلہ ہے اور وہ مطلوب و مقصود۔ بندہ اسی رجوع کے حصول کیلئے اللہ پر توکّل کرتا ہے۔

انابت سے توبہ بالاتر:

انابت و رجوع الیٰ اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع و توبہ کی جائے اور یہ انابت الیٰ اللہ توبہ سے بھی بلند و بالا مقام ہے۔ توبہ گناہ سے باز آجانے کا نام ہے اور سابقہ گناہوں پر ندابت اور دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرنا بھی توبہ ہی کا حصہ ہے اور انابت و رجوع ان چیزوں پر بھی دلالت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی عبادت کے ذریعے اللہ کی طرف لپک آنے کا بھی پتہ دیتے ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِينَ﴾

''نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ نصیحت قبول کرنے والوں کیلئے''۔ (ھود:۱۱۴)

جو شخص اللہ کی طرف بکثرت رجوع کرتا ہے مصائب و مشکلات اور ہنگامی آفات میں اللہ اس کا سہارا بن جاتا ہے۔

سالِ نو کے آغاز پر انابت و رجوع الیٰ اللہ:

اس نئے ہجری سال کے آغاز پر ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرے۔ اپنے سابقہ اعمال و افعال اور نافرنانیوں پر اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ حضرت حسن بصری ؒ فرماتے ہیں: " إِنَّ العَبْدَ لَا يَزَالُ بِخَيْرٍ مَا كَانَ لَهُ وَاعِظٌ مِنْ نَفْسِهِ، وَكَانَتِ الْمُحَاسَبَةُ مِنْ هِمَّتِهِ "

”بندہ اس وقت تک خیر وبھلائی میں ہوتا ہے۔جب تک اس کا نفس اسے نصیحت کرتا رہے اور وہ اپنا محاسبہ کرنے ضروری سمجھے“۔[1]

مؤمن اس دنیا میں ایک اجنبی مسافر کی طرح ہوتا ہے ۔وہ اس میں کبھی خلاف مرتبہ کچھ پیش آجائے تو اس پر جزع فزع زاری نہیں کرتا اور نہ ہی بلند و بالا مقام کے حصول میں کوشاں ہوتا ہے اس کی اپنی ہی شان بے بنازی ہوتی ہے اور لوگ دوسرے ہی حالات طمع ولالچ میں پڑے ہوتے ہیں ۔آپ نبی اکرم ﷺ کی وصیت پر عمل پیرا ہوجائیں چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

”تم دنیا میں یوں رہو جیسے کوئی اجنبی یا مسافر ہوتا“۔[2] (صحیح بخاری)

سفر آخرت اور زادراہ :

جسکے اہتمام وتوجہ کا مرکز آخرت ہو وہ سفر آخرت کیلئے عمل زادسفر جمع کرنے کی بھرپور سفر وکوشش کرے گا اور جب دل بیدار ہوجائیں تو وہ سفر آخرت پر روانگی کیلئے تیار ہوجاتے ہیں بعض سلف صالحین امت نے فرمایا ہے”:میں کبھی کسی نیند میں اس طرح نہیں سویا کہ میں نے دل میں یہ خیال کیا ہو کہ میں اس نیند سے بیدار بھی ہونگا“۔

جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی جدوجہد کی اور نافرمانی سے روکنے کیلئے اسے لگام دیئے رکھی وہ آخرت میں ندامت وشرمندگی اور خسارہ ونقصان سے نجات پا گیا۔

باعث قربِ الٰہیٰ اعمال:

مسلمانو!ذمہ دار ہوشیار اور محتاط شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کی سرزنش اُسکے خطرات اور اقدامات سے کبھی غافل نہ ہو بلکہ اسے ہمیشہ اللہ کا قرب حاصل کرنے والے اعمال پر لگائے رکھے ۔اللہ کے گھروں (ساجد) میں نماز باجماعت کا اہتمام و پابندی کرنا شعائر ایمان میں سے ہے اور اللہ کی طرف دعوت وتبلیغ بصیرت کو جلا دیتی اور اسے منور روشن کرتا ہے اور ذکر الٰہی سے دل نرم ہوتے ہیں ۔

چنانچہ ارشاد الٰہیٰ ہے:﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

”خبردار!اللہ کے ذکر سے دل اطمینان حاصل کرتے ہیں“۔(الرعد: ۲۸)

علماء کرام اور صالحین کی مجلسوں میں بیٹھنا اور انکے وعظ و دروس سننے کی پابندی کرنا خشیت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہیں ۔

ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾

”اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں“۔(فاطر: ۲۸)

سلف صالحین امت کی سیرت وحالات زندگی کا مطالعہ نفس کی تہذیب واصلاح کرتا اور اسے عمل پر لگاتا ہے ۔علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات پر غور وتامل کیا اسے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ بہت ہی زیادہ عمل کرنے والے تھے اور ساتھ ہی اللہ سے بہت

---

[1]) محاسبۃ النفس لابی الدنیا:1/ 25۔

[2]) صحیح بخاری:6416۔

زیادہ حد درجہ ڈرنے والے تھے جبکہ ہم نے عملی تقصیر وکوتاہی بلکہ کمی اور اس کے ساتھ ہی بے خوف کو یکجا کر رکھا ہے۔حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ کاش میں بندۂ مومن کے پہلو کا بال ہوتا وہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو خشیت الٰہی سے ایک لکڑی کی طرح ہو جاتے تھے"۔

والدین کے ساتھ برّ و نیکی اور حسن سلوک کرنا سعادت ِ دارین کی چابی اور صلہ رحمی رزق اور وقت وعمر میں برکت کا سبب ہے اور مال حلال بچوں کی اصلاح وسدھار کا سبب اور دعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ہے دنیا سے تھوری امید ہی رکھنا عمل پر آمادہ کرنے کا باعث ہے اور موت کو یاد رکھنا بہترین واعظ وناصح ہے، زیارتِ قبور اور فوت شدگان کے حالات پر غور وفکر کرنا آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

محاسبۂ نفس:

صاحب عقل ودانش وہ ہے جو اپنے نفس کے بارے میں اس بات سے ڈرتا رہے کہ وہ کہیں لرزتیں ہیں مبتلا نہ ہو جائے یا کسی خلل پر اصرار کرنے میں سیٹلائیٹ چینلوں اور رنگ برنگی بازار میں اشیاء پر نگاہیں ٹکائے رکھنا نفس کی طہارت کو کمزور کر دیتا ہے۔والدین کا اپنے اہل خانہ کی اصلاح سے لا پرواہی برتنا امانت کی ادائیگی میں کوتاہی ہے۔خواہت نفس کی غلامی و پیروی آدمی کو ندامت وشرمندگی میں مبتلا کر دیتی ہے ۔جھوٹ بولنے اور مسلمانوں کی آبروؤں کو اچھال لنے میں اپنی کو بے لگام چھوڑ دینا دلوں کو تاریک وسیاہ کر دیتا ہے اور نفس کو لایعنی امور میں مشغول کر دینا اسے ان اعمال سے محروم کر دیتا ہے جو درجات کی بلندی کا باعث ہیں ۔حضرت ابراھیم بن ادہم فرماتے ہیں :من علامات إعراض الله عن العبد اشتغال العبد بما لا يعنيه

"اللہ کے اپنے بندے سے منہ پھیر لینے کی علامت یہ کہ اسے ان کاموں میں لگا دیتا ہے جو بالکل لایعنی ہوتے ہیں"۔

برائی پر اچھے طریقے سے نکیر کرنے میں تقصیر وکوتاہی ۔نصیحت وخرابی میں ضعف وکمزوری کا نتیجہ ہے برائیوں کی دوا بکثرت توبہ واستغفار کرنا ہے اور غلطی وگناہ کو ترک کر دینا توبہ کرنے سے آسان ہوتا ہے۔کسی حائل کے دوانے سے قبل اعمال صالحہ کو سرانجام دینے کے مواقع کو غنیمت سمجھو،نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: اغتنِمْ خمسًا قبل خمسٍ : شبابَك قبل هَرَمِك، وصِحّتَك قبل سَقَمِك، وغناك قبل فقرِك، وفراغَك قبل شُغلِك، وحياتَك قبل موتِك.

"پانچ چیزوں سے قبل پانچ چیزوں کو غنیمت سمجھو (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی (۲) بیماری سے قبل صحت (۳) فقر وناداری سے قبل تونگری (۴) مشغولیت سے قبل فرصت وفراغت (۵) اور موت سے قبل زندگی"۔(مستدرک حاکم)

صاحب ِحظّ وتوفیق:

صاحب توفیق وہ ہے جو نافرمانی ترک کرتے اللہ کی طرف انابت ورجوع کرلے۔باعث تقربّ الیٰ اللہ اعمال اور اطاعت وعبادات بکثرت بجا لائے۔ارشاد ربانی ہے :﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾

"جس دن ہر شخص اپنے اعمال کی نیکی کو موجود پالے گا! اُس میں اور اِس برائی دور کی مسافت ہو جاتی اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا

ہے اور اللہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے"۔ (آل عمران ۳۰)

محرّم ماہِ حرمت :

مسلمانوں! اللہ کا مہینہ ماہِ محرم اللہ کے نزدیک تمام مہینوں سے زیادہ عظمت والا ہے۔اس ماہ میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون اور اسکی قوم پر فتح ونصرت عطا فرمائی تھی۔اس ماہ کے روزے بڑی فضیلت والے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ

ماہ رمضان کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرائض (پنجگانہ) کے بعد افضل ترین نماز، صلوٰۃ (للیل تہجد) ہے"۔[۱] (صحیح مسلم)

عاشوراء کا روزہ:

جس نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہو اسے چاہیئے کہ وہ اس نئے سال کا آغاز وافتتاح افضل ترین عمل سے کرے جو کہ اس ماہ کے یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَهُ ، فَقَالُوا : هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا ، فَنَحْنُ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ ، فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ (مکہ سے ہجرت کرکے) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو یوم عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔یہ کیا دن ہے جسکا تم روزہ رکھتے ہو؟" انہوں نے جواب دیا کہ اس دن اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو (دریائے نیل میں) غرق کیا تھا۔اس کے شکریہ کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا اور ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: "ہم موسیٰ (علیہ السلام) پر تم سے زیادہ حق رکھتے ہیں۔آپ ﷺ نے خود روزہ کھا اور اس کا روزہ رکھنے کا حکم پھر فرمایا"۔اس یوم عاشورہ کا روزہ گزشتہ پورے ایک سال کا کفارہ ہے۔[۲] (متفق علیہ)

چنانچہ اس کے بارے میں نبی ﷺ ارشاد فرمایا ہے: وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ

---

[۱] صحیح مسلم:1163۔

[۲] صحیح مسلم:1130۔

مجھے اللہ سے امید ہے کہ یہ ہر (روزہ) گزشتہ پورے ایک سال کے گناہوں کو مٹا دے گا"۔[1] (صحیح مسلم)

مسلمانوں کیلئے مستحب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے عاشوراء کا روزہ رکھیں اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی رکھ لیں۔

قتل کی قباحت و مذمت:

اللہ کے بندو! ان بے قصور لوگوں کو قتل کرنا جنکے خون کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یہ بہت ہی بڑا جرم ہے اور ان لوگوں کی جانوں کے در پے ہونا نہ صرف بدترین جرم بلکہ مہلک ترین کبیرہ گناہوں میں سے ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

"جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اس نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔ (النساء: ۹۳)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ﴾

"اسی لیئے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا بغیر اس کے جان کا بدلہ لیا جائے یا زمین مین فساد و خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا"۔ (المائدہ: ۳۲)

یہ دھماکے اور تخریب کاریاں:

موجودہ دور میں جو دھماکوں کا ایک سلسلہ چل رہا ہے جن میں فصلیں اور نسلیں ہلاک ہو رہی ہیں اور کھلی خرابیاں رونما ہو رہی ہیں اور ساتھ ہی انسان جانوں کا ضیاع ہو رہا ہے یہ زمین میں بہت بڑا فساد و بگاڑ ہے۔ ان جرائم و فساد اور قتل و غارت گری کی نوعیت اس وقت مزید بڑھ جا تی اور ان کی قباحت و سناعت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب ان کا وقوع اللہ کے مہینے محرم میں ہو اور اس شخص کو قتل کیا جائے جو اپنی قوم کا عظیم انسان ہو جو اپنے ملک کی شیرازہ بندی اور اپنے وطن میں امن و امان کی جڑ ہی مضبوط کرنے میں کوشاں ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں "(حرمت والے مہینوں (ذوالقعدۃ، ذوالحجۃ، محرم، رجب) میں کسی پر ظلم کرنا بہت ہی بڑا خطا ہے اور دوسرے مہینوں میں کیئے گئے ظلم سے بڑا گناہ ہے اگر چہ ظلم ہر حال ہر موقع پر ہی بہت بڑا گناہ ہے لیکن اللہ اپنے امور سے چاہتا ہے عظیم کر دیتا ہے۔ لہذا اللہ کی حرمتوں اور اسکے حرمت والے مہینوں کی تعظیم کیا کریں۔

[1] صحیح مسلم: 1162۔

کلمۂ طیّبہ وکلامِ خبیث

امام وخطیب: شیخ صلاح البدیر
۱۶/۱/۱۴۲۶ھ ۲۵/۲/۲۰۰۵ء

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو،اللہ کا تقویٰ ہی بہترین زادِراہ اور آخرت میں حسن انجام کا ذریعہ ہے۔ ور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"حسن انجام (بھلا) پرہیزگاروں ہی کا ہے"۔ (ھود: ۴۹)

کلمۂ حق یا سکوت وخاموشی:

مسلمانو! کلمۂ کلام انسان کی شناخت و پہچان ہے۔ یہ اسکے سینے چھپے بھیدوں کی نشان دہی کرتا ہے اور اس کے دل کے رازوں کا پتہ دیتا ہے اور یہ اس کی عقل ورصل کی دلیل ہوتا ہے عقلمند کا دل لگام زدہ ہوتا ہے جب وہ گفتگو کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ لگام اسے روک دیتی ہے جبکہ جاہل کے منہ میں کوئی لگام نہیں ہوتی وہ جب چاہے اور جیسی چاہے گفتگو کرنے لگتا ہے عاقل وہ ہے جو حق بات کے سوا خاموشی اختیار کیئے رکھتا ہے یا پھر وہ باطل کارد کرنے کیلئے زبان کھولتا ہے' کوئی خیر وبھلائی پھیلانا ہو کوئی علم سکھلانا ہو یا کس کے احسان کا شکریہ ادا کرنا ہو تو بولتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا': وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْلِيَصْمُتْ

'جو اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ خیر وبھلائی کی کوئی بات کرے یا پھر خاموش رہے"۔[1] (متفق علیہ)

ترکِ فضول گوئی:

فضل گوئی کے ترک کرنے سے عقول کی تکمیل ہوتی ہے۔ باطل گفتگو سے تو گونگا پن اچھا اور کذب ودروغ گوئی سے بھی زبان بندی ہی اچھا ہوتی ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو گفتگو کرنے کی طرف ہی ہر وقت مائل رہتے اور اپنی زبان سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے پر لگے رہتے ہیں اور باطل کلام کرتے ہیں۔ بدترین بات وہ ہے جو کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے خلاف ہو جیسے قبول کرنے سے طبائع سلیمہ اباء کرتی ہیں اور جسے سننے سے کان دور بھاگتے ہیں

زبان کی غلطی کے نتائج بد:

مسلمانو! زبان کی غلطیاں ندامت وشرمندگی کا باعث بنتی ہیں اور وہ فاسد گفتگو جس کا کوئی سر پیر نہ ہو اور نہ کوئی نکیل ولگام ہو ایسی گفتگو محرومیوں اور ذلت ورسوائی کا سبب بنتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَتَبَيَّنُ فِيهَا يَزِلُّ بِهَا فِي النَّارِ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْمَشْرِقِ والمغرب۔

[1] صحیح بخاری:6019۔

”بندہ اپنی زبان سے بلا سوچے سمجھے کوئی کلمہ نکالتا ہے جس کی وجہ سے وہ مشرق و مغرب کی دوری سے بھی زیادہ مسافت پر جہنم میں جا گرتا ہے “۔[1] (متفق علیہ)

جبکہ سنن ترمذی میں ہیں: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ، لَا يَرَى بِهَا بَأْسًا يَهْوِي بِهَا سَبْعِينَ خَرِيفًا فِي النَّارِ۔

”بندہ کوئی بات کرتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا مگر اسکے نتیجہ میں وہ جہنم میں ستر سال کی مسافت کے برابر دوری میں جا گرتا ہے“[2]۔ (ترمذی)

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: إِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللهُ بِهَا رِضْوَانَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ، وَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللهِ مَا يَظُنُّ أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ، فَيَكْتُبُ اللهُ عَلَيْهِ بِهَا سَخَطَهُ إِلَى يَوْمِ يَلْقَاهُ۔

’تم میں سے کوئی اللہ کی رضاء وخوشنودی کی بات کرتا ہے اور اسکا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ اتنا مقام پائے گا جتنا کہ وہ پالیتی ہے ۔ اللہ اسکے عوض میں اسکے لیئے ملاقات کے دن (قیامت) تک اپنی رضاء وخشنودی لکھ دیتا ہے اور تم میں سے ایک شخص اللہ کی ناراضگی کا کلمہ زبان سے نکالتا ہے اور وہ اس بات کا وہم وگمان بھی نہیں رکھتا کہ وہ غضب الٰہی کے اس مقام تک پہنچ جائے گا یہاں تک وہ کہ وہ پہنچ گیا۔ اس کی پاداش میں اللہ تعالیٰ اسکے لئے ملاقات کے دن (قیامت) تک لیئے ناراضگی لکھ دیتا ہیں ۔[3] (ترمذی، ابن ماجہ)

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: فَقُلْتُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، وَإِنَّا لَمُؤَاخَذُونَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهِ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہمارا ہماری گفتگو پر بھی مؤاخذہ ہوگا؟ نبی کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے! لوگوں کو ان کی زبان سے نکلے کلمات کے نتیجے میں جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا“۔[4] (ترمذی)

پاک وناپاک بات کی مثال:

مسلمانو! کلمۂ طیبہ تو ثواب وغنیمت ہے اور بری بات گناہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے اور بری کلمے کی مثال بیان فرمائی ہے اور انکی تشبیہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (24) تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (25) وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ (26) يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ

---

[1] صحیح بخاری: 6477۔

[2] ترمذی: 2314۔

[3] ترمذی: 2319۔

[4] ترمذی: 2616۔

الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴾

''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے پاک بات کیسی مثال بیان فرمائی ہے؟ (وہ ایسی ہے) جیسے پاکیزہ درخت جسکی جڑ مضبوط (زمین کو پکڑے ہوئے) ہو اور اس کی شاخیں آسمان میں ہوں اور وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہو۔ اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) کہ زمین کے اوپر ہی سے کھیڑ کر پھینک دیا جائے اسے ذرہ بھی قرار و ثبات نہیں (اللہ مؤمنوں (کے دلوں) کو (صحیح) و پکی بات سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور اللہ ظالموں (بے انصافی کرنے والوں) کو گمراہ کر دیتا ہے۔ (ابراھیم: ۲۴۔۲۷)

پاکیزہ کلمہ کیا ہے؟:

کلمۂ طیبہ ''اس بات کی شہادت و گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ کلمۂ اسلام' صادق کلام' عظیم و واضح حج و برہان مضوطی آہنی کڑا اور کلمۂ تقویٰ ہے۔ عادلانہ مساویانہ کلمۂ خون مال کا تحفظ کرنے والا ہوتا ہے اسکی شرائط بقول یہ شائیں: ''علم و یقین و قبول اور اس کی پیروی۔ لہٰذا میں جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھ لیں' اسی طرح اس کی شرائط میں سے ہی صدق و اخلاص و محت بھی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے محبوب اعمال کی توفیق سے نوازے۔ اس کلمۂ طیبہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی و برحق معبود نہیں ہے لہٰذا اس اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنا' ذبح و قربانی دینا نذر ماننا اور دعاء و پکار کرنا جائز نہیں ہے۔ نہ ہی اسکے نام کے سوا کی قسم کھانا روا ہے۔ توکّل بھی صرف اسی پر کرنا چاہئے اور مسکلا ت و سختیوں میں صرف اسی سے التجائیں کرنا چاہئیں اور اسے ہی اپنا ملجا و ماویٰ بنانا چاہئے۔ کسی مردہ یا غائب مخلوق سے مراد طلب کرنا' اس سے پناہ مانگنا اور اس سے استغاثہ کرنا یا ایسے امور میں مدد کرنا جس پر صرف اللہ ہی قادر ہے۔ یہ تمام افعال حرام ہیں۔ ہر عاقل و بالغ شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی تمام عبادت صرف اللہ وحدہٗ کیلئے ہی خالص کرے۔

شرک مِردود اور توحید مقبول:

جس نے کوئی ایسا کام سرانجام دیا جس کے و دن اس نے دنیا کمانے یا مدح ستائس سننے کی خواہش رکھی یا فخر و مباہات اور ریاء کاری و دکھلاوے کیلئے اسے کیا اسکا وہ عمل اسی کو لوٹا دیا جائے گا مردود و نامقبول ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک قدسی حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ۔

''میں شرک کے معاملہ تمام شرکاء سے سب سے زیادہ غنی ہوں۔ جس نے کوئی کام کیا اور اپنے اس عمل میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کر دیا تو میں اس کا کو اس کے اور اس کے شریک کیلئے چھوڑ دیتا ہوں''۔[1] (صحیح مسلم)

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ

---

[1] صحیح مسلم: 2985۔

”افضل ترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔“[۱] (ترمذی وابن ماجہ)۔

لہٰذا آپ کی زبان میں صبح وشام اور آتے جاتے ہر وقت لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر توحید وتقدس، تحمید وتسبیح سبحان اللہ اور الحمدللہ کے کلمات سے تر ہونی چاہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ أَقُولَ: سُبْحَانَ اللهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرا یہ کہنا: سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر' میرے نزدیک روئے زمین کی تمام دولتوں سے بھی زیادہ بہترین وقیمتی ہے۔“[۲] (صحیح مسلم)

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ

”جس کی زبان سے نکلنے والا کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی“۔[۳] (ابوداود۔ مسند احمد)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾

”اس (اللہ) کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور اعمال صالح انہیں بلند کرتے ہیں“۔(الفاطر:۱۰)

دوسری مرتبہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَى صِرَاطِ الْحَمِيدِ﴾

”اور انہیں پاکیزہ کلام کی ہدایت کی گئی اور (ذاتِ) حمید کی راہ بتائی گئی۔(الحج:۲۴)

خبیث وناپاک کلمہ کیا ہے:

مسلمانو! کلمۂ خبیثہ کلمۂ کفر ہے اور اس سے مراد ہر وہ لفظ وکلام ہے جو زبان سے نکلے جو کہ اقرار وتصدیق ایمان سے منافی ہو؛ ایسا کلمہ زبان سے نکالنا جو کہ تسلیم ورضا کے خلاف ہو طعن وتشنیع پر مشتمل ہو استہزاء ومذاق اور دین کے ساتھ کھیلنے اور اس میں عیب ونقص نکالنے کیلئے اور اس کی توہین کرنے کیلئے نکالا گیا ہو۔ اور سب نے اللہ تعالیٰ سے' اس کی آیات اس کے احکام اس کے وعدوں یا اسکی وعیدوں کا مذاق اڑادیا یا اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ یا آپ کے لائے ہوئے دین میں سے کسی بھی چیز سے استہزاء و ٹھٹھا کیا وہ ایمان سے نکل گیا اور اسلام لا چکنے کے بعد دئ کفر میں داخل ہو گیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ (65) لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾

”کہ دیں کہ کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے استہزاء ومذاق کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو“۔(التوبہ:۶۵۔۶۶)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ﴾

---

[۱] ترمذی:3383۔

[۲] صحیح مسلم:2695۔

[۳] ابوداؤد:3116۔

"یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور یہ اسلام لانے بعد کافر ہو گئے ہیں۔(التوبہ: ۷۴)

کلمۂ کفر:

جس نے شریعت الہٰیہ اور سنت نبویہ ﷺ نے نفاذ کو فکری آندگی، تہذ ہی رکاوٹ، عقلی جمود، غیر جمہوری انواز، کانیوں کا ساطرف اور تہذ ہی ارتداد سمجھا اس نے ایسا کلمۂ کفر کہا جو کہ تمام اعمال کو برباد کر دینے والا ہے اور اس نے ایک ہلاکت خیز و تباہ کن بات کہی۔اہل نفاق کی باتیں انکے راگ زبان کے کلمات سے معلوم ہو جاتی ہیں وہ چاہے جتنے بھی خیر و اصلاح کے نقاب اوڑھ ہیں اور خلوص وصداقت کی ظاہر داری کریں کیونکہ ان کے باطن کی چھپی باتوں باہر نکالنے اور انکے ماضی الضمیر کو ظاہر کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ﴾

"کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ خیال کئے ہوئے ہیں کہ اللہان کے کینوں کو ظاہر نہیں کرے گا اور اگر ہم چاہتے تو آپ کو وہ لوگ بھی دکھلا بھی دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور آپ انہیں (ان کے) اندز گفتگو ہی سے پہچان لیں گے"۔ (محمد:۲۹۔۳۰)

یہ منافقین:

ان کا کلام رد ہی اور ان کی فکر گھٹیا ہے اور ندیان بکتے رہتے ہیں جنہیں سننے کو کان تیار نہیں اور ان کی منطق از روئے دلیل مغلوب و بے جان ہے جو کہ ان کے فساد باطن اور پوشیدہ مکر وفریب کی دلیل ہے۔ان منافقین کے بارے میں ارشاش الہی ہے: ﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

"منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے جنس (ایک جیسے) ہیں کہ برے کام کرنے کو کہتے ہیں۔انہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انہیں فراموش کر دیا بیشک منافق فاسق (ونافرمان) ہیں"۔(التوبہ:۶۷)

کلمۂ شرک:

مسلمانو! ناقص بات اور غلط کلمہ جسے وفا ہلاکت میں مبتلا، محوِ حیرت، ضلالت میں مبتلا، نقصان اٹھانے والا اور کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے وہ کلمۂ شرک ہے جو کہ سب سے بڑا اکذب وجھوٹ ہے اور بہت ہی بڑا فسق وفجور اور گناہ کبیرہ ہے۔جس نے مردوں کی ارواح سے مدد طلب کو جائز کرار دیا اور مزاروں درباروں میں مدفون لوگوں سے مدد طلب کرنے کو روا کہا یا اس نے یہ گمان کیا کہ مردے اس کائنات اور کار جہاں کو چلاتے ہیں یا وہ غیب و پوشیدہ چیزوں کو جانتے ہیں۔یا جس نے یہ زعم رکھا کہ مزاروں والے اپنی قبروں سے ارواح وابدان کے ساتھ باہر نکلتے ہیں

تاکہ وہ مظلوم کی مدد کریں اور ڈوبتے کو بچائیں' ایسا شخص نادان و بے وقوف ہے جو کہ اللہ تعالیٰ پر الزام تراشی اور جھوٹ و بہتان طرازی کر رہا ہے ۔ وہ بری باتوں کو پھیلاتا ہے اور امت میں بدترین عقائد و گمراہیوں کی نشر و اشاعت کر رہا ہے ۔ اور لوگوں کو ورہِ صواب جادۂ حق اور صراط مستقیم سے روک رہا ہے وہ لوگوں کو خرافات کی طرف دعوت دینے والا ہے ۔ اس نے اللہ کی حقیقی قدر نہیں اور نہ ہی سے خوف کھایا ہے حتیٰ کہ اس نے اپنی ضلالت و گمراہی اور انحراف و بے راہ روی کو ظاہر کر دیا ہے ۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

''اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے تاکہ از راہِ بیدانشی لوگوں کو گمراہ کرے ۔ اس میں کچھ تک نہیں کہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' ۔ (الانعام: ۱۴۴)

مسلمانو! مردوں کو پکارنا اور سختیوں میں ان کے نام کی دہائی دینا اور بلاؤں کے نزول پر ان کے نام لے لے کر چلّانا تاکہ وہ حاجتوں کو پورا کریں اور مشکل کشائی کریں' صریح شرک اور کھلا کفر ہے ۔

دعوتِ مصطفیٰ ﷺ:

نبی اکرم ﷺ کی دعوت توحید' وہ نبی جو کہ ماحی ہیں جنکی بدلت اللہ شرک و کفر کا خاتمہ کرتا ہے' آپ نے شرک کو محو کرنے اور اسکے خاتمے کی دعوت دی کی دعوت دی ہے اور امت کو اس کے بچانے کی دعوت دی ہے چنانچہ ابوتمیمہ ؒ نے اپنی قوم کے شخص سے روایت بیان کی ہے جسمیں وہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے پوچھا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں ۔ اس نے پوچھا آپ کی دعوت کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: قُلْتُ : أَنْتَ رَسُولُ اللهِ ؟ قَالَ : أَنَا رَسُولُ اللهِ الَّذِي إِذَا أَصَابَكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ ، وَإِنْ أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَكَ ، وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ أَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُكَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْكَ.

''میں تمہیں صرف اس اکیلے اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اگر آپ کو کوئی تکلیف پہنچے اور آپ اسے پکاریں تو وہ اس تکلیف کو دور کر دے ۔ اگر قحط سالی ہو اور آپ اسے پکاریں تو وہ انگوری (سبزہ) اگا دے اور اگر آپ کسی بے آب و گیاہ صحراء میں ہوں اور سواری گم کر بیٹھیں اور آپ اسے پکاریں تو وہ یہ سن کر اسے واپس لوٹا دے یہ سن کر وہ آدمی مسلمان ہو گیا'' ۔[1] (ابو داؤد ۔ مسند احمد)

کلمۂ فسق و فجور:

مسلمانو! کلمۂ فسوق سے مراد گناہ کی طرف میلان' استقامت سے خروج' گناہ میں مبتلا رہنا' بدزبانی کئے جانا فحس کلامی اور یاوہ گوئی کرنا' منکر آوازوں (گیت سنگیت اور موسیقی) کو عام کرنا ھو کہ خواہشات نفس کی تسکین اور فحاشی و برائی پر آمادہ کرتی ہیں جبکہ اللہ کے بندوں (عباد الرحمٰن) کی صفت یہ ہے کہ وہ لغویات و فجور اور معاصی و منکرات کا کھلے ارتکاب نہیں کرتے کیونکہ جب گناہ و نافرمانیاں کھلے عام کی جانے لگیں اور وہ ملک میں پھیل جائیں ان میں تغیر و تبدیلی لانے اور پر نکیر و مذمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو عذاب نازل ہوتا ہے اور خسارہ و نقصان رونما کرتا

---

[1] ابو داؤد: 4084۔

ہے اور تباہی مچا تا وعقاب لاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

اور جب ہم کسی بستی (علاقے) کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو ہم وہاں کے اشودہ کا مال دار لوگوں کو (فواحش پر) مامور کر دیتے ہیں اور وہ نافرمانیاں کرتے رہتے ہیں، پھر اس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو جاتا ہے اور ہم اس سے ہلاک کر ڈالتے ہیں"۔(بنی اسرائیل:۱۶)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:"نبی اکرم ﷺ ایک دن بڑے گھبرائے ہوئے نکلے جبکہ آپ کے چہرۂ اقدس کا رنگ سرخ ہو رہا تھا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات صادر ہو رہے تھے: وَيْلٌ لِلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ، فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مِثْلُ هَذِهِ. وَعَقَدَ سُفْيَانُ تِسْعِينَ أَوْ مِائَةً، قِيلَ: أَنَهْلِكُ وَفِينَا الصَّالِحُونَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ۔

"عربوں کیلئے ویل و ہلاکت ہے اس شرّ سے جو کہ بہت قریب آ گیا ہے۔ اور اس کی مقدار بتانے کیلئے آپ ﷺ نے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی (انگشت شہادت) سے دائرہ بنایا"۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہم اس حال میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے جبکہ ہمارے مابین نیک لوگ موجود ہونگے؟ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! جبکہ خیانت و برائی بکثرت ہو جائے گی"۔[۱](متفق علیہ)

ایک دوسرے حدیث میں نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ثُمَّ يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوا، إِلَّا يُوشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ۔

"کوئی قوم ایسی نہیں جس میں نافرنیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہو اور وہ انہیں روکنے کی قدرت پانے کے باوجود نہ روکیں گے تو قریب ہے ان سب پر ہی عذاب نازل ہو جائے"۔[۲](ابوداؤد)

ایک حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے: إن الله عز وجل لا يعذب العامة بعمل الخاصة، حتى يروا المنكر بين ظهرانيهم وهم قادرون على أن ينكروه، فإذا فعلوا ذلك عذب الله الخاصة والعامة)

اللہ تعالیٰ کچھ خاص لوگوں کی بداعمالی کے نتیجے میں عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا یہاں تک کہ وہ اپنے مابین منکر وگناہ ہوتا دیکھیں اور اسے روکنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں مگر نہ روکیں اور جب وہ ایسا کرنے لگے تو پھر (اللہ ہر خاص وی) کو عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔[۳](مسند احمد)

لہٰذا عذابوں اور سزاؤں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ منکرات وگناہوں پر نکیر و مذمت کریں انہیں روکیں، حرام کردہ امور و اشیاء کے ارتقاب سے خلاصی حاصل کریں اور گناہ ونافرمانیوں اور ممنوعات سے خبردار رہیں اور نعمتوں کو دائمی کرنے کیلئے ان کے زوال کے اسباب، ان کے کم ہو

---

[۱]) صحیح بخاری:7059۔

[۲]) ابوداؤد:4338۔

[۳]) رواہ أحمد:4/192۔

جانے اور ختم ہو جانے کے تمام دواعی وموجبات کو ترک کریں۔

کلمۂ بغض و بغاوت:

مسلمانو! لوگوں میں اختلافات پیدا کرنے انہیں باہم لڑانے بھڑ دنے اور ایک دوسرے کے خلاف بھڑ کانے والا کلمۂ یہ ہے لوگوں کی برائیو ں کو وہ دوسرے لوگوں سامنے کھلے عام بیان کرتے پھریں اور افواہوں کی نشر واشاعت کریں اور تفرقہ کے اسباب کو حرکت دیں اور مسلمانوں کی جماعت کے خلاف' ان کے حکام وآئمہ کے خلاف اور ان کے ملکوں اور مناہج کے خلاف لوگوں کے دلوں میں برائی ونفرت ڈال کر فتنہ وفساد پیدا کریں۔

وقال سهل بن عبد الله رحمه الله: لا يزال الناس بخير ما عظموا السلطان والعلماء، فإن عظموا هذين أصلح الله دنياهم وأخراهم، وإن استخفوا بهذين أفسدوا دنياهم وأخراهم.

حضرت سہیل بن عبداللہ تَستُری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "لوگ اس وقت تک خیریت کے ساتھ رہیں گے جب تک وہ اپنے حاکم وسلطان اور علماء کرام کی عزت واحترام (تعظیم) کرتے رہیں گے۔ اگر ان دونوں حلقوں کی وہ تعظیم کریں گے تو اللہ ان کی دنیاو آخرت کو سنوار دے گا اور اگر وہ ان دونوں کا استخفاف وتوہین اور سبکی کے درپے ہونگے تو وہ اپنی دنیاو آخرت دونوں ہی کو برباد کر بیٹھیں گے۔[1]

حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (من أراد أن ينصح لذي سلطان فلا يبده علانية، ولكن يأخذ بيده فيخلو به فإن قبل منه وإلا كان قد أدى ما عليه.

'جو شخص سلطان یا حاکم وقت کو نصیحت کرنا چاہے اسے چاہیے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے علانیہ نصیحت نہ کرے بلکہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر خلوت تنہائی میں لے جائے۔ اگر وہ اس کی نصیحت کو قبول کرلے گا تو بہتر ورنہ اس نے اپنی ذمہ داری ادا کردی"۔[2] (مسند احمد' السنہ لابن ابی عاصم اور اس حدیث کی کئی شواہد بھی ہیں)

حکّام کو نصیحت کا طریقہ:

حکام وآئمہ کو نصیحت کرنا یقیناً واجب ہے اور جن امور میں وہ شریعت کی خلاف ورزی کر رہے ہوں ان میں ان پر نکیر کرنا بھی دینی نقطۂ نظر سے واجب وضروری ہے لیکن یہ کام حکمت ودانائی' نیک نصیحت اور رفق ونرمی کے ساتھ سرانجام دیا جانا چاہیئے۔ اور ان کے لئے صلاح ودرستگی اور اللہ سے عافیت کی دعائیں کرنی چاہیے اور اگر وہ ظلم وجور ڈھائیں تو اس پر صبر کرنا چاہیئے۔ ان کے خلاف بغاوت وسرکشی کرنا ان سے جنگ چھیڑ بیٹھنا اور (ان کی حکم عدولی کرتے ہوئے) علیحدگی اختیار نہیں کرلینی چاہیئے۔ جس نے ایسا کیا وہ طریقۂ مسنونہ اور سلف صالحین کے طرز عمل کو چھوڑ کر ایک خورت فتنہ راہ اختیار کرنے والا ہے۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ،

---

[1] تفسیر القرطبی: 5/260

[2] مسند احمد: 3/403۔

وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ . قِيلَ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ بِالسَّيْفِ؟ فَقَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْ وُلَاتِكُمْ شَيْئًا تَكْرَهُونَهُ فَاكْرَهُوا عَمَلَهُ، وَلَا تَنْزِعُوا يَدًا مِنْ طَاعَةٍ۔

"تمہارے بہترین حکّام وائمہ وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ جن کے لئے تم دعائیں کرو اور وہ تمہارے لئے دعائیں کریں۔ اور تمہارے بدترین حکام وامراء وہ ہیں جن سے تم بغض ونفرت رکھو اور وہ تم سے بغض ونفرت رکھیں۔ جن پر تم لعنتیں کرو اور وہ تم پر لعنتیں ملامت کریں"۔ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا: "کیا ہم تلوار اٹھا کر ان سے جنگ نہ کریں؟ نبی ﷺ نے فرمایا تب تک انہیں جب تک کہ وہ تمہارے مابین نماز قائم کرتے رہیں۔ اگر تم اپنے حکام وسرپرستوں سے کوئی ایسی فعل سرزد ہوتا دیکھو جسے تم ناپسند کرو تو ان کے اس عمل سے تو نفرت کرو مگر اس کی اطاعت وفرمابرداری سے دست کش ہرگز نہ ہونا"۔[1] (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ہدایت کرے اور ہدایت پانے والے اور امام الانبیاء والرسل ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی کرنے والوں میں سے بنائے۔

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اسے رہنے ہر چھوٹے بڑے قول وفعل کا نگران مانو اور اس کی ہر معاملہ میں اطاعت کرو اس کی معصیت ونافرمانی نہ کرو۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں صرف مسلمان ہونے کی حالت میں ہی موت آئے (آل عمران:۱۰۲)

اس بات کو ہمیشہ اپنے پیش نگاہ رکھیں کہ آپ کیلئے دو معزز ومکرم فرشتے مقرر ہیں جو آپ کی گفتگو کے ہر ہر لفظ کو لکھتے اور آپ کے تمام اقوال کو (رجسڑ میں) محفوظ و درج کرتے رہتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

"کوئی بات اس (انسان) کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس (لکھنے کیلئے) تیار رہتا ہے۔ (ق:۱۸)

غیبت وچغلی:

مسلمانو! مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ لوگوں کے مابین لگائی بجھائی کرنا غیبت وچغلی کھانا رفک پر دروزی و بہتان طرازی کرنا انتہائی قبیح ترین عادات ہیں یہ لوگوں کے مابین بگاڑ پیدا کرتی اور بغض ونفرت کے بیج بوتی دو محبت کرنے والے دوستوں میں تفریق واختلاف کی تخم ریزی کرتی ہیں اور ایک دوسرے کو چاہنے والے دو میاں بیوی کے مابین ایک دوسرے کے خلاف نفرتو ں کی گرہوں میں پھونکیں مار مار اگر انہیں باہم دست وگریبان کر دیتے ہیں۔ ان اخلاقی وروحانی بیماریوں میں مبتلا اور افعال کا ارتکاب کر نے والوں کو نار جہنم اور انتہائی برے ٹھکانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

فَقَالَ حُذَيْفَةُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَّامٌ

[1] صحیح مسلم:1855۔

''چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو چغلی کھانے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔[1] (متفق علیہ)

کلمۂ غیبت قینچی کی زبان ہے اور الزام تراشی و بہتان طرازی سے یہ دوسروں کی آبروؤں کا تیاپانچا کئے چلی جاتی ہے۔ چغل خور یہ آنکھوں ہاتھوں انگلیوں اور اشاروں کنایوں سے دوسروں کی آبروؤں سے کھلتا رہتا ہے، طعن و تشنیع کرتا ہے، بدبودار دلدل میں واقع ہوتا ہے اور گہرے کھڑوں میں گرتا ہے اور بدبوؤں اور مرداروں میں منہ ڈالتا ہے۔ ان افعال کی سزا بڑی سخت اور اس کا اس کا انجام بڑا ہی بھیانک ہے

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا عُرِجَ بِي مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُحَاسٍ يَخْمُشُونَ [4/ 421] وُجُوهَهُمْ وَصُدُورَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هَؤُلَاءِ يَا جِبْرِيلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِمْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب مجھے معراج کرائی گئی تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جنکے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے منہ نوچ رہے اور سینے خراش و چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھایا (چغلی کیا کرتے) تھے اور ان کی آبروؤں کے درپے ہوتے تھے''۔[2] (مسند احمد وابوداؤد)

اس وعید سے بڑھ کر وعید شدید اور کیا ہو سکتی ہے کہ جسے سن کر ہم اپنی زبانوں کو اس ذلیل عادت سے روکیں، توبہ تائب ہوں اور اس بیہودہ گوئی وترازخائی سے باز آئیں۔

لعن طعن:

مسلمانو! طعن و تشنیع کرنے والا خائب خاسر اور لعنت و ملامت کرنے والا نقصان اٹھانے والا ہے۔ فحش گوئی کرنے اور سوقیانہ زبان استعمال کرنے والا محروم و ناامید ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ۔

''مومن نہ طعن و تشنیع کرنے والا، نہ لعنت و ملامت کرنے والا، نہ فحش گو اور نہ ہی بازاری زبان والا ہوتا ہے''۔[3] (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہمیں لوارک سب تمام گناہوں سے بچائے اور ہمیں حرام سے محفوظ رکھے اور ہماری ایام ماضیہ کی کوتاہیوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔ مسلمانو! سننے کا فائدہ و پھل تب ملتا ہے جب سنے کی اتباع اور عمل اس ہو لہذا آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جو کہ توجہ سے سنتے اور اچھی باتوں کی اتباع و پیروی کرتے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم: 105۔

[2] ابوداؤد: 4878۔

[3] ترمذی: 1977۔

دوسروں کا مال ناحق کھاجانا اور اس کا انجام

امام وخطیب: شیخ صلاح البدیر
۱۴۲۶/۱/۲۳ھ، ۲۰۰۵/۳/۴ء

صحت وعافیت کی دولت:

مسلمانو ! اللہ تعالیٰ کی عطاؤں اور نوازشوں میں سے بہترین عطا دولت ایمان وتقویٰ ہے اوراہلِ تقویٰ کو دولت وسرمایہ بھی مل جائے تو مضائقہ نہیں لیکن صحت و بندرستی اہل تقویٰ کیلئے دولت وسرمایہ داری سے بہتر ہوتی ہے ۔تھوڑی دولت اور امراض وگناہوں سے عافیت رہے تو یہ اس بکثرت پونجی سے ہزار درجہ بہتر ہے جسکے نتیجے میں آدمی غافل ہو جائے اور ظالم وگنہگار کو اسکا مال و دولت کوئی کام نہ دیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ﴾

''اور جب وہ (جہنم کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا''۔(اللیل: ۱۱)

قناعت وتونگریٔ نفس:

دولتمندی وسرمایہ داری کوئی دنیا کے مال ومتاع کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ اصل دولتمندی اور حقیقی سرمایہ داری تونفس کی تونگری ہے ۔جس میں طمع ولالچ شدید ہوگیا اس کی گردن کا ٹوٹنا قریب آگیا۔جس نے اس چیز کی طرف اپنی آنکھیں لگائیں جوکہ اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں وہ جلد ہی خائب وخاسر اور مایوس نامراد ہوگا اور اس پر حزن ملال چھاجائے گا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللهُ بِمَا آتَاهُ

'' جوشخص مسلمان ہوگیا اور اسے حسب حاجت رزق دیا گیا اور وفلاح پا گیا''۔[1] (صحیح مسلم)

لین دین کے قواعد وضوابط:

مسلمانو!لین دین اور معاملات کے قواعد وضوابط اور تبادلوں' بیع وشراء یا خرید وفروخت کے رکان جن پر اکثر احکام بنیاد ہے اور انہی پر تمام فیصلہ کرنے والوں کا اعتماد ہے'ان میں سے ایک قاعدہ وضوابط اور رکن سب سے زیادہ ماننے والے بادشاہ اللہ وجل کا یہ ارشاد گرامی ہے :﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾

''اے یمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق و باطل طریقے سے نہ کھاؤ'ہاں اگر آپس کی رضاء مندی سے تجارت کا لین دین ہو (تو جائز) اور اپنے آپ کو قتل و ہلاک نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم بہت ہی مہربان ہے''۔(النسآء:۲۹)

دوسرا اسی سلسلہ کا ارشاد الٰہی یہ ہے:﴿ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ

---

[1] صحیح مسلم:1054۔

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اور ایک دوسرے کا مال ناحق و باطل طریقے سے نہ کھاؤ اور نہ اسے بطورِ رشوت حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو''۔(البقرہ:۱۸۸)

آبرو، مال اور خونِ مسلم کی حرمت:

مسلمان کے بھائی (دوسرے مسلمان) کی حرمت بھی خود اس کے اپنے نفس جیسی ہی ہے۔اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ شرعاً حرام کئے گئے طریقے سے اسکا مال کھا جائے یا کسی ایسے باطل طریقے سے اسکا مال امیٹھ لے جس میں اس کا کو فائدہ نہ ہو کیونکہ دین اخوت و بھائی چارگی کا مطالبہ اور انسانی شفقت و محبت کا یہی تقاضا ہے۔حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ

''تمہارے خون، اموال، اور آبروئیں ایک دوسرے کیلئے حرام ہیں''۔[1](ترمذی)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ

''ہر مسلمان کا خون، اس کے آبرو اور اس کا مال دوسرے مسلمان کیلئے حرام ہے''۔[2](صحیح مسلم)

نہ دھوکہ دہی نہ دغابازی:

نبی اکرم ﷺ نے عدّاء نامی طویل العمر صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جب کوئی غلام یا کنیز بیچی تو اسے یہ تحریر لکھ کر دی: هَذَا مَا اشْتَرَى الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدِ بْنِ هَوْذَةَ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اشْتَرَى مِنْهُ عَبْدًا أَوْ أَمَةً، لَا دَاءَ وَلَا غَائِلَةَ وَلَا خِبْثَةَ، بَيْعَ الْمُسْلِمِ الْمُسْلِمَ۔

''عدّاء بن خالد بن ہوذہ رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ ﷺ سے غلام یا کنیز خریدی ہے اور یہ ایسی ہی بیع و شراء (خرید و فروخت) ہے جو دو مسلمانوں کی آپس میں ہوتی ہے۔اس غلام میں کوئی عیب و بیماری حتیٰ کہ وہی دغابازی اور حرام فروشی نہیں ہے''۔[3](صحیح بخاری تعلیقاً اور ترمذی ونسائی، ابن ماجہ)

جس غلام میں کوئی عیب و بیماری نہیں ہے، اس میں کوئی دھوکہ دہی و رغامری نہیں ہے اور نہ ہی اس میں کوئی حرام فروشی و ضرار سلنی ہے۔اس میں کوئی ایسی عیب نہیں جیسے چھپایا گیا ہو نہ ہی فجور و دغابازی کرتے اور نہ ہی کوئی حیلہ سازی کہ جس سے خریدار کا مال تلف ہو جائے نہ ہی اس میں دھوکہ دہی کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے اور نہ ہی نرم و میٹھی گفتگو سے دل موہ کر خریدار کو بے وقوف بنایا یا پھسایا گیا ہے بلکہ ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان کے ساتھ خرید و فروخت ہے جس میں عدل و انصاف کے وجود کا شعور و احساس ہوتا اور لین دین میں کمی بیشی سے ہوتی کی

---

[1]) ترمذی:3087۔
[2]) صحیح مسلم:2564۔
[3]) ترمذی:1216۔

جاتی ہے۔

طمع ولالچ کے مارے ہوئے لوگ:

مسلمانو! طمع کے رے ہوئے لالچی لوگوں نے دوسرے کے کمزورلوگوں کے مال ومتاع پر قبضہ جمانے کیلئے مکروفریب غدروخیانت اور دھوکہ ودغاپر مشتمل کئی طریقے اختیار کررکھے ہیں۔ایسی طریقوں سے وہ فقراء ومساکین کے حقوق غصب کرتے ہیں اور گڑریوں چرواہواورسادہ روح سیدھے سادے لوگوں کے اوردل بھی چٹ کرجاتے ہیں جوکہ ضورت ومجبوری کے ہاتھوں ذلیل وپست ہوچکے ہیں اوربھوک وفاقہ کشی نے انہیں لاحیاپر کررکھاہے انادار وفقیر لوگوں نے ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیااوران چالاک وچابکدست لوگوں سے پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے نان جویں کی خواہش کی مگروہ ان کے بجھاتے ہوئے جال میں پھس گئے لیکن جب برتن کے منہ سے ڈھکنااٹھااوربھید سے پردہ اٹھاتو غدروخیانت اوردھوکہ وفریب کاری کی علامتیں نظرآگیں۔ان لوگوں کوطمع وحرص نے ہلاک کررکھاہے جن کی موجودگی میں عفت وپاکدامی اختیار ہی نہیں کرسکتے۔اللہ کے خوف سے بے خطر ہوکروہ مال ودولت کی رغبت میں لگے ہوئے ہیں عقود ومعاہدات توڑے جاتے ہیں عہد شکنی کی جاتی ہے۔مال پیش کرنے اورمارکیٹنگ کرنے میں دھوکہ دہی سے بچنے کاسوچابھی نہیں جاتااورنہ ہی جعلسازی وفریب کاری کرنے سے احترازکیاجاتاہے۔ان کے انداز انتہائی مکارانہ اورانکے طریقے سراسر فاجرانہ ہوتے ہیں۔وہ انداز وطریقے جوکہ تلف وصفائے والے اورایسامکروفریب جوکہ مہلک وتباہ کن ہو' شیئرز' تجارت' رئیل اسٹیٹ' انویسٹیمنٹ وسرمایہ کاری چٹ سیکم اورمحفوظ دخائر کے پرآب وتاب ناموں سے چھینا چھپٹی اورسلب ونہب یاچوری وڈاکہ زنی کی جاتی ہے۔کسی لئیم وملعون شخص سے ہلاکت وبراری کے سواتوقع ہی کیاکی جاسکتی ہے۔رسولِ ہدایت ﷺ نے سچ ہی فرمایاہے: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ۔

"لوگوں پرایساوقت ضرورآئے گاکہ جس میں آدمی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرے گاکہ اس نے جومال حاصل کیاہے یہ حلال طریقہ سے اسے ملاہے یاحرام سے"۔[1] (صحیح بخاری)

لالچ وطمع کی ہلاکتیں:

مال کی حرص ولالچ اورطمع اپنے اندر بہت سارے خطرات' ہلاکتیں اورپرخارراہیں رکھتاہے۔حضرت کعب بن مالک رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا: مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ.

"وہ دوبھڑیے جوبھوکے ہوں اورانہیں بھڑبکریوں کے ریورمیں چھوڑدیاجائے وہ اتنی تباہی وبربادی نہیں کرتے جتنی وہ آدمی اپنے دین کی تباہی کرتاہے جومال ومنصب کے طمع ولالچ میں مبتلاہو"۔[2] (ترمذی ومسنداحمد)

---

[1]) صحیح بخاری:2083۔

[2]) ترمذی:2376۔

بروزِ قیامت غدار کا جھنڈا:

اے وہ شخص جس نے مٹھی بھر مال کی خاطر اپنے دین کو بیچ دیا! اے وہ شخص جس نے ناحق و باطل طریقے سے‘ مکروفریب کے ساتھ اور حیلہ سازی و دھوکہ دہی سے لوگوں کا مال کھایا! اس ہولناک دن کو یاد رکھو جسے بڑی پیشی کا دن کہا جاتا ہے اللہ کبیر و عالی مقام کے حضور دست بستہ کھڑے ہونے کو یاد کرو اس دن کو یاد کرو جب ضربیہ و فروکت اور دولت و تجارت کوئی فائدہ نہ پہنچاسکیں گے اس دن کو یاد رکھو جب بیڑیوں میں باندھ کر پابند سلاسل کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے: لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يُقَالُ: هَذِهِ غَدْرَةُ فُلَانٍ.

”قیامت کے دن پر غدار کا جھنڈا ہوگا۔“ اور کہا جائے گا کہ یہ جھنڈا فلاں شخص کی غداری کا نشان ہے۔“[۱] (اس حدیث کا جزء اول تو صحیح مسلم و مسند احمد طیالسی میں ہے جبکہ دوسرے الفاظ مختلف روایات میں مختلف ہیں دیکھئے صحیح الجامع: ۵۱۷۰ وغیرہ)

حرام ذرائع آمدنی:

حسرت و افسوس ہے اس شخص پر جس نے آگ خرید لی اور اس ذات جبّار کا غصہ مول لے لیا اور یہ سب صرف اس دنیا کی معمولی پونجی کے عوض جو کہ زائل و ختم ہونے اور ہاتھوں سے نکل جانے والی ہے۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَرْبُو لَحْمٌ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ إِلَّا كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ

”جو گوشت اور خون حرام سے پرورش پائے گا اس کے لیئے جہنم کی آگ ہی اولیٰ ہے۔“[۲] (سنن ترمذی)

وہ لوگ اس حدیث سے کہاں جائیں گے جنکے گوشت بڑھ کر انکی ہڈیوں پر جوئے (قمار) کی حرام کمائی سے چڑھتے ہیں‘ کہانت کی کمائی جادوگری‘ ٹیوے لگانے اور شعبدہ بازی کے معاوضہ ہر پروان چڑھتے ہیں‘ بغی و فاحشہ عورتوں کی کمائی اور گویہ و اقاصہ عورتوں کی کمائی پر پرورش پاتے ہیں یا پھر ان کا گوشت ان چیزوں کی کمائی سے بڑھتا ہے جن چیزوں کی خرید و فروخت ہی حرام ہے جیسے تمباکو اور اس کی تمام مصنوعات‘ شراب و منشیات‘ سٹیلائیٹ کی ڈسیں وغیرہ اسی طرح چوری چکاری‘ غصب‘ حرد برد‘ دوسروں کی حق تلفی اور اموال تجارت کے عیوب چھپانے کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی آمدن بھی ہے۔ مال کی قیمتوں سے کھیل کر پیسہ بنانا‘ ملاوٹ و جلسازی کرنا‘ دھوکہ دہی و فریب کا مال (بیع نجس) اور ناپ و تول میں کمی بیشی کرنا انہی ذرائع حرام میں سے ہیں۔ سودی کاروبار کرنا جس میں ظالمانہ حد تک سود اور فحش حد تک اضافہ حاصل کیا جاتا ہے یہ سب بھی سراسر حرام ہے۔ یتیموں کا مال کھانا‘ اوقاف (وقف) اور وصیت کردہ اموال ہڑپ کر جانا‘ اور رشوت ستان سے مال حاصل کرنا بھی وکاسب حرام سے ہے۔

اسبابِ ہلاکت:

آج کی یہ مادہ پرد دنیالا لچ و طمع‘ مکروفریب اور انانیت و خود پسندی سے بھری ہوئی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے سچ ہی فرمایا تھا: فَوَاللهِ مَا الْفَقْرَ أَخْشَى عَلَيْكُمْ ، وَلَكِنِّي أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تُبْسَطَ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ كَمَا بُسِطَتْ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ،

---

[۱] صحیح مسلم: 1736۔

[۲] ترمذی: 614۔

فَتَنَافَسُوهَا كَمَا تَنَافَسُوهَا ، وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا أَهْلَكَتْهُمْ .

"مجھے اللہ کی قسم ہے! میں تم فقر و ناداری آجانے سے نہیں ڈرتا ہوں بلکہ مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ تمہارے دنیا کے دروازے کھول دئے جائیں گے جس طرح کہ پہلے لوگوں کے قدموں پر دنیا ڈھیر کر دی گئی تھی اور تم بھی اسے جمع کرنے کی دوڑ میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے میں لگ جاؤ گے جیسے پہلے کے لوگوں اس میں جٹ گئے تھے اور یہ تمہیں بھی اس طرح ہلاک کرنے والے ہیں جس طرح اس نے انہیں ہلاک کر کے رکھ دیا تھا"۔[1] (متفق علیہ)

دعائیں غیر مقبول:

مسلمانو! حرام کھانے والا اللہ کے دربار سے دھتکارا ہوا ہے اور اس کی دعائیں نامقبول ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ ، أَشْعَثَ أَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ ، وَغُذِّيَ بِالْحَرَامِ ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذَلِكَ

نبی اکرم ﷺ نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا: جو لمبا سفر کرتا ہے، اسکے بال براگندہ اور لباس غبار آلود ہے، وہ آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر یارب یارب کہتا ہے جبکہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا حرام ہے اس کا لباس حرام ہے اور اسے غذاء حرام سے دی گئی۔ اس کی دعائیں کہاں قبول ہونگی"۔[2] (صحیح مسلم)

حقیقی مفلس:

اے وہ لوگو جو کہ حساب وعقاب اور سزاء وعذاب سے بے فکر ہو چکے ہو اور اس جنگل کی دنیا میں بس رہے ہو۔ تمہارے ہر فعل کے بارے میں قیامت کے دن فیصلہ صادر کیا جائے گا۔ بڑا باریک بنی سے حساب کتاب ہوگا، جو ابدی اور غضب وعقاب ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس وغریب کون ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہمارے مابین مفلس وفقیر وہ ہے جس کے پاس درہم ودنار اور مال ومتاع نہ ہو، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا ، وَقَذَفَ هَذَا ، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا ، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا ، وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ .

درحقیقت مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے نامۂ اعمال میں نماز، روزہ اور زکوٰۃ جیسے اعمال تو ہوں گے مگر وہ اس طرح آئے گا کہ اس نے اس آدمی کو گالیاں دی ہونگی، اس شخص پر بہتان باندھا ہوگا اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، اس کا خون بہایا ہوگا اور اسے زدوکوب کیا (مارا) ہوگا۔ اس کی نیکیوں میں کچھ اسے دی جائیں گی اور باقی دوسرے لوگوں کو۔ اور اگر سب لوگوں کے حقوق پورے ہو

---

[1] صحیح مسلم: 2961۔

[2] صحیح مسلم: 1015۔

نے سے پہلے ہی اس کے نیکیاں کم ہوگئیں تو ان ناقی لوگوں کے گناہ وخطائیں لے کر اس کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے پھر اسے جہم میں پھینک دیا جائے گا۔[1] (صحیح مسلم)

جھوٹے دعوے جھوٹی قسمیں:

مسلمانو! حاکم وقاض کے فیصلے کا دارومداد دو باہم جھگڑنے والوں کے ظاہری کلام اور مدعی ومدعی علیہ کے دلائل و براہن پر ہوتا ہے۔اس کا کسی کے ناطن حالات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ باطن و پوسیدہ اموکا اسے کوئی علم نہیں ہوسکتا لہٰذا وہ باطن پر اپنا فیصلہ صادرو نافذ نہیں کرتا۔کوئی حرام چیز کسی قاضی کے فیصلے یا حکم کے حکم سے حلال نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وَإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ، وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ، فَأَقْضِي نَحْوَ مَا أَسْمَعُ، فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ أَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ، فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ۔

”تم اپنے جھگڑے میرے پاس فیصلے کیلئے لا تے ہو اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل وثبوت پیش کرنے مدّمقابل سے زیادہ چالاک و تیز ہو اور (اس کی چرب لسانی کے نتیجہ میں) میں اس بات سن کر اس کے مسلمان بھائی کے حق سے کچھ اسے حرلا دوں (تو یہ اس کے لئے حلال نہیں) اس چاہیئے کہ وہ اسے نہ لے کیونکہ میں نے اسے نارِ جہنم کا ٹکڑا کاٹ کر دیا ہے“۔[2] (متفق علیہ)

ویل و ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جس نے جھوٹے دعوٰوں اور جعلی دلیلوں کے ذریعے اپنے کسی مسلمان بھائی کا مال کھایا۔اے وہ شخص جس نے جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال اینٹھا۔اے سخت دن کی گناہ میں مبتلا کردینے ودلی قسمیں کھانے والے! تم نے اتنی بڑی بڑی اور بھاری قسمیں کھائی ہیں کہ جنکا بوجھ پہاڑ بھی نہ اٹھاسکیں،وہ قسمیں کہ جنکا بوجھ مردوں کی گردنیں توڑ کر رکھ دیں،جو جان بوجھ کر کھانے والوں کی زندگی کو تباہ اور اس کی عمر کو فنا کر کے رکھ دیں۔حضرت انو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ بِيَمِينِهِ، فَقَدْ أَوْجَبَ اللهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: وَإِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: وَإِنْ قَضِيبًا مِنْ أَرَاكٍ۔

’جس نے کسی مسلمان شخص کا حق جھوٹی قسم اٹھا کر چھین لیا'اس کے لئے اللہ نے نارِ جہنم واجب کردی اور اس پر جنت حرام کردی“۔ایک آدمی نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر چہ وہ چیز معمولی سی ہی کیوں نہ ہو؟ نبی ﷺ فرمایا:”اگر چہ وہ پیلو کے درخت کی شاخ (مسواک) ہی کیوں نہ ہو“۔[3] (صحیح مسلم)

صحیح بخاری ومسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينِ صَبْرٍ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ۔

”جس نے جان بوجھ کر ایسی جھوٹی قسم کھائی جس کے نتیجے میں وہ کسی مسلمان شخص کا مال کاٹ کھائے وہ اللہ کو (قیامت کے دن) اس حال

---

[1] صحیح مسلم:2581۔
[2] صحیح بخاری:7169۔
[3] صحیح مسلم:137۔

میں ملے گا کہ وہ اس پر غضبناک ہوگا''۔[۱] (بخاری ومسلم)

یمن کے ایک شہر:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ایک آدمی یمن کے ایک شہر حضرت موت سے اور دوسرا کندہ سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرمی نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ شخص (کندی) میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر چکا ہے جو کہ میرے والد کی تھی (اور مجھے وراثت میں ملی)۔ کندی نے کہا: وہ زمین میرے ہاتھ میں ہے میں اس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں اور اس کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حضرمی سے مخاطب ہوکر فرمایا:

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ هَذَا قَدْ غَلَبَنِي عَلَى أَرْضٍ لِي كَانَتْ لِأَبِي، فَقَالَ الْكِنْدِيُّ: هِيَ أَرْضِي فِي يَدِي أَزْرَعُهَا، لَيْسَ لَهُ فِيهَا حَقٌّ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَضْرَمِيِّ: أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَلَكَ يَمِينُهُ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ، وَلَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْءٍ، فَقَالَ: لَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ، فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَدْبَرَ: أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلَى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ۔

''کیا تمہارے پاس (تمہارے دعوے کی صداقت پر) کوئی دلیل ہے؟ اس نے عرض کیا: نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لئے اس کی قسم لینا ہے''۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ فاجر وگنہگار آدمی ہے اسے کسی چیز کیلئے قسم کھانے کی کوئی پرواہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی چیز کے معاملہ میں ورع وتقویٰ اختیار کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے لئے اس سے (قسم) اس کے سوا کچھ نہیں ہے''۔ اب وہ آدمی قسم کھانے لگا تو نبی ﷺ نے اس کے پلٹنے پر فرمایا: ''اگر اس نے اس کے مال کو ناحق کھانے کیلئے قسم اٹھالی تو یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یقیناً اس حال میں ملے گا کہ وہ اس سے اعراض کرنے والا ہوگا''۔[۲] (صحیح مسلم)

اے جھوٹی قسمیں کھانے والے! تجھے ذلت ورسوائی' ناامیدی ونامرادی' خسارہ ونقصان اور قلت وتباہی کا سامنا ہے۔ اے وہ لوگو! جو جھوٹی گواہی کذب وفجور پر مشتمل ہوتی ہے تمہارے لئے اس دن ویل وہلاکت ہے جب صور پھونکا جائے گا۔ تمہارے لئے اس دن ویل وہلاکت ہے جس دن قبروں میں مدفون لوگوں کو اٹھایا جائے گا۔ اس دن بھی تمہارے لئے ویل وہلاکت ہوگی جب سب کے سینوں میں مدفون راز بھی اگلوالئے جائیں گے۔ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ، قُلْنَا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ، فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ وَشَهَادَةُ الزُّورِ، فَمَا زَالَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْتُ: لَا يَسْكُتُ۔

---

[۱] صحیح مسلم:138۔

[۲] صحیح مسلم:139۔

’’کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑے گناہوں کی خبر نہ دوں؟‘‘ہم نے عرض کیا: خبر دار ہو جاؤ! اور جھوٹی بات (وگواہی)۔‘‘نبی اکرم ﷺ اس بات کو بار بار دہراتے گئے یہاں تک کہ ہم نے کہا: کاش! آپ خاموش ہو جائیں‘‘۔[1] (متفق علیہ)

ملازمین اور غلاموں کے حقوق:

اے ملازموں کی تنخواہیں نہ دینے والو! اے مزدوروں کے حقوق کم کر کے دینے والو! کیا تمہارے دلوں سے شفقت ورافقت چھین لی گئی ہے؟ اور تمہارے سینوں سے رحم و کرم کا جذبہ رخصت ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ تم نے حادثات میں ٹوٹی پھوٹی ہڈیوں والے شخص اور حسرتوں میں مبتلا وآدمی کا حق بھی کھالیا۔ مظلوم وفقیر کو بھی معاف نہ کیا اور اجیر کا حق بھی مار گئے جبکہ تھکاوٹ و پسینے نے اسکے بدن کو ٹکڑ کھ دیا ہے۔ اسکی بیوی چلا رہی ہے‘ اسکا بچہ بلبلا رہا ہے اور اس کا مریض و بیمار سسکیاں لے رہا ہے۔ اے ظالمو! تم برباد ہو جاؤ‘ اے جور وجفا کرنے والو! تم اللہ کی رحمتوں سے دور ہو جاؤ۔ اے مکار وفریبی لوگو! تمہارے لئے رحمت الٰہی سے دوری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ : رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِهِ أَجْرَهُ

’’تین لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن انکے خلاف مدعی میں ہونگا۔ ایک وہ شخص جس نے میرے نام سے کسی کے ساتھ عہد ومعاہدہ کیا اور پھر غدر وعہد شکنی کیا اور وہ شخص جس نے کسی آزاد کو (غلام بنا کر) بیچ ڈالا اور اسکی قیمت کھا گیا‘ اور وہ شخص جس نے کسی کو اجرت پر کام پر رکھا اور اس سے پورا کام کروالیا مگر اسے اسکی اجرت ومزدوری نہ دی۔‘‘[2] (صحیح بخاری)

اے اللہ کے بندے! ان لوگوں میں سے مت بنو جو ظلم وستم اور جور وجفا کرتے ہیں اور تلفیاں کرتے اور جھگڑالو ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَعْطُوا الْأَجِيرَ أَجْرَهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَقُهُ

’’اجیر ومزدور کو اس کی اجرت ومزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو‘‘۔[3] (ابن ماجہ)

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ إِخْوَانَكُمْ خَوَلُكُمْ ، جَعَلَهُمُ اللهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلَا تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ فَأَعِينُوهُمْ ۔

’’وہ تمہارے بھائی اور غلام ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں آپ کے زبردست کیا ہے۔ پس جس کا کوئی بھائی اس کے زبردست ہو اسے چاہئے کہ وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھائے اور اسے ویسا ہی کپڑا پہنائے جسا کہ خود پہنے اور انہیں انکی طاقت سے زیادہ کام پر مامور نہ کریں اور اگر کسی ایسے کام پر لگا ہی دیں تو خود بھی انکی مدد وتعاون کریں‘‘۔[4] (متفق علیہ)

---

[1] صحیح بخاری:5976۔
[2] صحیح بخاری:2270۔
[3] ابن ماجہ:2443۔
[4] صحیح بخاری:2545

ناحق مطالبہ:

اے اللہ کے بندے! جب تمہیں معلوم ہے کہ تم کسی وتالت کے پاس نہ لے جاؤ اور جب تم جانتے ہو کہ حقیقی دلائل تمہارے خلاف ہیں تو اپنی بودی ولیلیں کیوں دیتے ہو اور جب کسی چیز پر تمہارا حق نہیں ہے تو تم اس کا مطالبہ ہی نہ کرو۔ ایسے ذرائع سے حاصل شدہ کمائیاں حرام ہوتی ہیں ان کی بنیادیں خبیث وناپاک ہوتی ہیں اور وہ خرو برکت سے سراسر خالی ہوتی ہیں۔ ایسے مال سے حاصل شدہ ہر لقمہ حرام سدا کیلئے گلے کی پھانسی اور ہمیشہ کیلئے حسرت انجام ہوتا ہے۔

برکاتِ حلال اور ثمراتِ صبر:

اس کے برعکس تھوڑا سا بھی مال حلال ہو تو وہ ایسا ذخیرہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے اس کی برکت بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اسے اپنے مال کے ذریعے آزمائے جانے والے! اپنے اجروثواب کو برباد نہ ہونے دو اور نہ ہی اپنے رب کا غصہ و ناراضگی مول لو۔ مصیبت پہ صبر کرو اور عطیہ ونعمت پر شکر بجالاؤ۔ مصیبت دور ہو جائے گی اور صبر کے عوض اجر کا ذخیرہ مل جائے گا اور کوئی بلاء وامتحان سخت ہوا تو وہ صبر و ہمت کا فائدہ دے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (155) الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ (156) أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾

اور ہم کسی قدر خوف وبھوک دے کر اور جان ومال اور پھلوں کے نقصانی سے تمہارے آزمائش کریں گے آپ صبر کرنے والوں کو (رضاء الٰہی کے حصول کی بشارت دے دیں۔ انلوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں (اناللہ وانا الیہ راجعون) "ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں"۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی سیدھے راستے پر ہیں"۔ (البقرہ: ۱۵۵۔۱۵۷)

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اسے اپنے ہر قول وفعل کا نگران مانو اس کی اطاعت کیا کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو"۔ (التوبہ: ۱۱۹)

قرض: دخول جنت میں رکاوٹ:

مسلمانو! لوگوں سے قرضہ لینے اور دین اٹھانے سے خبردار رہو الّا یہ کہ کوئی واقعی ضرورت اور سخت حاجت ہو اور یہ بات آپ کے علم میں رہنی چاہئیے کہ مقروض ومدیونار شخص اپنے قرض کا مرہون اور اپنے دین تلے دبا رہتا ہے جب تک کہ وہ اسے ادا نہ کرلے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ تُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ. ثُمَّ

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ قُلْتَ؟ . قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ ، أَتُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ ، وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ ، مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ، إِلَّا الدَّيْنَ ، فَإِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِي ذَلِكَ

"ایک ادمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی راہ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں تو کیا میرے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں! بشرطیکہ تم صبر کرنے والے اور اللہ سے اجروثواب کی نیت رکھتے ہوں، دشمن سے سامنا کرتے ہوئے شہادت پائیں نہ کہ پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے مارے جائیں البتہ قرض معاف نہ ہوگا۔ یہ بات مجھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتائیں ہے۔[1] (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ.

"مؤمن کی جان اس کے قرض کے ساتھ لٹکتی رہتی ہے (وہ جنت میں نہیں جائے گا) جب تک کہ اس کی طرف سے اسکا قرض ادا نہ کر دیا جائے"۔[2] (ترمذی)

مقروض وتنگدست کو ڈھیل دینا:

مسلمانو! جس نے کسی تنگدست کو ڈھیل اور مقروض ومدیون کو مہلت دی یا اسے قرض معاف کر دیا یا کچھ کم کر دیا تو ملاقات کے دن (بروز قیامت) وہ شخص عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا۔ چنانچہ

فأَشْهَدُ بَصَرُ عَيْنَيَّ هَاتَيْنِ، وَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ عَلَى عَيْنَيْهِ، وَسَمْعُ أُذُنَيَّ هَاتَيْنِ، وَوَعَاهُ قَلْبِي هذا، وَأَشَارَ إِلَى مَنَاطِ قَلْبِهِ، رَسولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ وَهو يقولُ: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا ، أَوْ وَضَعَ عنه، أَظَلَّهُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهِ.

حضرت ابو یسر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میری ان دو آنکھوں نے، نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنی دو انگلیاں اپنی دونوں آنکھوں پر رکھیں اور میرے ان دو کانوں نے آپ ﷺ سے سنا ہے اور میرے اس دل نے اسے یاد کرلیا ہے اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَنْظَرَ مُعْسِرًا أَوْ وَضَعَ لَهُ أَظَلَّهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهِ، يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ

"جس نے کسی تنگدست کو مہلت و ڈھیل دی یا اسے قرض معاف کر دیا اسے اللہ اپنے عرش کے سائے تلے جگہ دے گا"۔[3] (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا: كَانَ رَجُلٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَكَانَ يَقُولُ لِفَتَاهُ: إِذَا أَتَيْتَ مُعْسِرًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ، لَعَلَّ اللهَ يَتَجَاوَزُ عَنَّا . فَلَقِيَ اللهَ فَتَجَاوَزَ عَنْهُ

---

[1] صحیح مسلم:1885۔
[2] ترمذی:1078۔
[3] ترمذی:1306۔

ایک آدمی لوگوں کو ادھار دیا کرتا تھا اور وہ اپنے غلام (خادم) سے کہا کرتا تھا جب تم کسی تنگدست کے پاس تقاضائے قرض کیلئے آؤ تو اسے معاف کر دیا کرو شائد اسی کے نتیجے میں اللہ ہمیں بھی معاف فرما دے وہ آدمی (وفات پانے کے بعد) اللہ سے ملا تو اللہ نے بھی اسے معاف کر دیا"۔[1] (صحیح مسلم: ۴۰۰۳، ۴۰۰۴، طبع عالم الکتب بتحقیق جماعۃ)

مسکین وضعیف اور ضعیف وکمزور پر ترس کھایا کرو اللہ تعالیٰ رحمان ولطیف (رحم وکرم کرنے والا اور باریک بین) آپ پر ترس کھائے گا اور معاف کر دے گا۔

---

[1] صحیح مسلم: 1562۔

سورۃ الفاتحہ: فضائل وتفسیر اور آمین کے فضائل ومسائل

امام وخطیب: شیخ عبدالباری الثبیتی
۱/ ۲/ ۱۴۲۶ھ، ۱۱/ ۳/ ۲۰۰۵ء

مقام ومرتبہ سورۃ الفاتحہ:

ہمارے رب کی کتاب قرآن کریم ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے اور جولوگ اس کے مقرر کردہ نہج وانداز پر چل نکلیں وہ ان کیلئے عظیم فوز و فلاح مہیا کرتی اور اس کی ضمانت دیتی ہے۔قرآن کریم میں ہی ایک بظاہر چھوٹی سی سورت ایسی بھی ہے جوکہ آیات کے اعتبار سے تو بظاہر چھوٹی سی ہی ہے لیکن اس میں مفاہیم ومعانی کا سمندر سحوما ہوا ہے اور وہ انتہائی جلیل القدر ہے وہ سورت نفس انسانی سکینت ڈالتی اور دل پر اطمینان کا فیض بکھیرتی ہے اس سورت میں مسائل عقیدہ کا' احکام عبادت' جزاء وسزا' اجر وثواب' جنت کے وعدے' جہنم کی وعید یں' سبھی کچھ پایا جاتا ہے۔

یہ سورت الواقیہ (بچانے والی) ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے کو برائی سے بچاتی ہے۔یہ سورت الشفاء بھی ہے کیونکہ اسی کی تلاوت سے بیمار شفایاب ہوجاتا ہے۔اسی سورت کا نام الصلوٰۃ بھی ہے کیونکہ اسے پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اسے السبع المثانی' بھی کہا گیا ہے کہ اس کی سات آیتوں کو بار بار پڑھا و دیاد کرایا جاتا ہے۔

افضل ترین سورت:

یہ سورت اصلاح نفس اور اصلاح معاشرہ کے قواعد وآداب پر مشتمل ہے اور اسی سورت نے دنیا میں سعادت وخوشحالی اور امن واستقرار کی بنیاد وں کو مضبوط کیا ہے یہ آسمان سے نازل شدہ کلام میں سے بہترین سورت ہے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تُحِبُّ أَنْ أُعَلِّمَكَ سُورَةً لَمْ يَنْزِلْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا ؟ قَالَ : نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ ؟ قَالَ : فَقَرَأَ أُمَّ الْقُرْآنِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَاةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْفُرْقَانِ مِثْلُهَا، وَإِنَّهَا سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ الَّذِي أُعْطِيتُهُ "

"میں تمہیں وہ سورت ضرور سکھلاؤں گا جوکہ تورات وانجیل اور قرآن کریم میں نازل شدہ تمام کلام الٰہی سے بہتر ہے"۔آگے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اسی جگہ سے باہر نکلنا چاہا تو میں یہ کوشش کرنے لگا کہ آپ کو روکوں اور مؤخر کروں یہاں تک کہ آپ مجھے وہ سورت بتادیں۔تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وہ سورت "فاتحۃ الکتاب" ہے جوکہ سبع مثانی ہے اور وہ قرآن ہے جوکہ مجھے دیا گیا ہے"۔[1] (ترمذی)

---

[1]) ترمذی:2875۔

دونوروں میں سے ایک:

یہ سورۃالفاتحہ دونوروں میں سے یاک ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف فرماتھے کہ آپ ﷺ نے اپنے اوپر سے کسی دروازہ کے کھلنے کی آواز سنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: بَيْنَمَا جِبْرِيلُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ: هَذَا بَابٌ مِنَ السَّمَاءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ. فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ: هَذَا مَلَكٌ نَزَلَ إِلَى الْأَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ إِلَّا الْيَوْمَ، فَسَلَّمَ وَقَالَ: أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ: فَاتِحَةُ الْكِتَابِ، وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ۔

”یہ فرشتہ جوآج نازل ہوا ہے یہ اس سے پہلے کبھی زمین پرنہیں آیادونوروں کی بشارت پائیں جوکہ آپ کو دیئے گئے ہیں اور یہ دونور آج سے پہلے کسی نبی کونہیں دیئے گئے۔اوروہ نورسورۃالفاتحہ اورسورۃالبقرہ کی آخری آیات ہیں۔آپ ان میں سے جوحرف بھی پڑھیں گے ہر ہرحرف (میں مطلوب چیز) عطاکئے جائیں گے۔“ [1] (صحیح مسلم)

شفاءبخش مجرّب دم:

اس سورت کی برکات وثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ سورت ایک شفاءبخش دم ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْا عَلَى حَيٍّ مِنْ أَحْيَاءِ الْعَرَبِ، فَلَمْ يَقْرُوهُمْ، فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ لُدِغَ سَيِّدُ أُولَئِكَ، فَقَالُوا: هَلْ مَعَكُمْ مِنْ دَوَاءٍ أَوْ رَاقٍ، فَقَالُوا: إِنَّكُمْ لَمْ تَقْرُونَا، وَلَا نَفْعَلُ حَتَّى تَجْعَلُوا لَنَا جُعْلًا، فَجَعَلُوا لَهُمْ قَطِيعًا مِنَ الشَّاءِ، فَجَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ الْقُرْآنِ وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفُلُ، فَبَرَأَ، فَأَتَوْا بِالشَّاءِ، فَقَالُوا: لَا نَأْخُذُهُ حَتَّى نَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلُوهُ فَضَحِكَ وَقَالَ: وَمَا أَدْرَاكَ أَنَّهَا رُقْيَةٌ؟ خُذُوهَا وَاضْرِبُوا لِي بِسَهْمٍ۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کاعرب قبائل میں سے بعض کی آبادی ہر سے گزرہوا توانہونے انکی میزبانی نہ کی۔وہ صحابہ ابھی اسی (بھوک کی) حالت میں ہی تھے اس بستی کے سردارکوکسی زہریلے کیڑے نے ڈنگ ماردیا۔اب انہوں نے (صحابہ کرام سے) کہا:”کیاتم ہارے پاس اس زہرکاکوئی ثرباق ودواء یادم ہے؟اس پرصحابہ کرام رضی اللہ عنہ نےفرمایا: تم نے ہماری ضیافت ومیزبانی کاحق ادانہیں کیالہذااب ہم بھی تم ہارے لیئے کچھ نہیں کریں گے جب تک کہ تم لوگ ہمارے لئے ایک معاوضہ طے نہ کردو۔اس پرانہوں نے چندبکریاں دینے کاوعدہ کیاتو (حضرت ابوسعیدرضی اللہ عنہ) نے سورۃالفاتحہ کو پڑھناشروع کیااورساتھ ہی وہ اپنے منہ میں سے لعاب جمع کرتے جاتے اوراس ڈسی ہوئی جگہ پرتھوکتے جاتے جس سے وہ شفایاب ہو گیا۔اب صحابہ کرام نے آپس میں مشورہ کیاکہ اس معاوضہ ہم (ان بکریوں) کونہیں لیں گے جب تک کہ اس کے بارے میں نبی ﷺ سے

---

[1] صحیح مسلم:806۔

پوچھ نہ لیں ۔انہوں نے جب نبی ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ ہنسنے لگے اور پوچھا! ''تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ (سورت) دم ہے؟ وہ بکریاں لے لو اور ان میرا بھی حصہ رکھو''۔[1] (صحیح بخاری)

تفسیر وتشریح:

وہ سورت جس کا مقام ومرتبہ اور فضیلت ہے ہم چاہتے ہیں کہ آج اسی میں مذمون خزانوں کو کھود نکالیں اس کے مفاہیم ومعانی کا ادراک حاصل کریں اس کے ساتھ اپنا تعلق مضوط کریں اور اس میں وا ور سامان ہدایت سے راہ ہدایت پائیں تاکہ ہم پر اس کا اثر مرتب ہو۔

(الحمد للہ رب العالمین) الحمد کا معنیٰ ہے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تعریف وتوصیف بیان کرنا اور یہ ان نعمتوں اور عطاؤں کی بناء پر ہے جو کہ اس نے ہم پر کر رکھی ہیں ۔یہ حمد وثناء اللہ کا حق ہے اور وہ اپنی بکثرت نعمتوں اور اپنے بندوں پر لاتعداد انعامات کی وجہ سے اس کا بجا طور پر مستحق ہے ۔حمد ثناء میں شکران نعمت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اور اس میں ایک اعتراف بھی ہے جو کہ بندہ کی زبانی اسکے تقصیر وکوتاہی برتنے اور اسکے دربارِ الٰہی کا فقر ومحتاج ہونے کا ایک کھلا ہوا اقرار ہے اور اس بات کا بھی اعتراف پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے اور وہ بڑا ہی صاحب فضل واحسان ہے اور عبادت کے عظیم ترین طریقوں میں سے ایک ہے یہی وجہ ہے کہ بندہ اگر اپنے رب کی عبادت ایسے انداز سے کرتے کہ وہ اپنے عمل وعبادت پر اترارہا تو اس سے وہ قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ اس اترانے کا اعتراف اور تذلل وانکساری سے کوئی جوڑ نہیں ہے اور کوئی بندہ اللہ کے دربار میں داخل ہونے کیلئے اس کے سامنے عاجزی وانکساری کرنے کے باب سے زیادہ کھلا دروازہ دوسرا کوئی نہیں پاسکتا اور یہ اسلئے کہ عبادت کا عظیم ترین مفہوم ومعنیٰ اور اعلیٰ ترین قسم میں اسکے سامنے تذلل وانکساری اور عاجزو خاکساری ہے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے سامنے اپنی تقصیر وکوتاہی اپنے نفس پر اور ظلم وخطا کا بکثرت اعتراف کیا کرتے تھے اور یہ دعا بکثرت کیا کرتے تھے: اللَّهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا ، وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ، فَاغْفِرْ لِي مِنْ عِنْدِكَ مَغْفِرَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور تیرا سوا کوئی گناہوں کو بخشنے تیرے سوکوئی نہیں تو مجھے اپنی طرف سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بیشک تو بڑا ہی بخشنے اور رحم فرمانے والا ہے''۔[2] (صحیح بخاری ومسلم)

الحمد للہ ایک شعور ہے جو محض اللہ کے ذکر سے ہی مومن کے دل پر طاری ہوتا جاتا ہے کیونکہ اسکا تو وجود بھی نعمتِ الٰہی کے فیوضی میں سے ایک فیض کے تو کچھ نہیں ہے جو کہ اس کی حمد وثناء پر ابھارتا وآمادہ کرتا ہے ۔اللہ نعمت تو یہ لمحہ و یرمحظ اور قدم قدم پر مسلسل نازل ہوتی ہی رہتی ہیں اور اللہ کی تمام مخلوقات کو بالعموم اور انسان کو بالخصوص ڈھانپے رہتی ہیں ۔اسکےعلاوہ ابتداء میں بھی اللہ کی تعریف اور اختتام پر بھی اللہ کی تعریف بیان کرنا ایمان کی دلیل ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾

---

[1] صحیح بخاری:5736۔

[2] صحیح بخاری:7388۔

''اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور دنیا وآخرت میں اس کی تعریف ہے''۔(القصص:٧٠)

اجر حمد وثناء:

اللہ تعالیٰ کے اس استحقاق کے ساتھ ہی بندہ مومن جب اللہ کی حمد وثناء کرتا ہے تو وہ اللہ کے فضل کا مستحق ہو جاتا ہے کہ جب وہ اللہ کے جلال کے لائق اس کی تعریف کرتا ہے تو اس کے عوض اسے اتنی نیکی واجر ملتا ہے کہ جو میزان حسنات میں ہر چیز سے بھاری ہوگا چنانچہ سنن ابن ماجہ میں

عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللهِ قَالَ: يَا رَبِّ، لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيمِ سُلْطَانِكَ ، فَعَضَّلَتْ بِالْمَلَكَيْنِ فَلَمْ يَدْرِيَا كَيْفَ يَكْتُبَانِهَا ، فَصَعِدَا إِلَى السَّمَاءِ ، فَقَالَا : يَا رَبَّنَا ، إِنَّ عَبْدَكَ قَدْ قَالَ مَقَالَةً لَا نَدْرِي كَيْفَ نَكْتُبُهَا ، قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا قَالَ عَبْدُهُ: مَاذَا قَالَ عَبْدِي؟ قَالَا: يَا رَبِّ، إِنَّهُ قَدْ قَالَ: يَا رَبِّ، لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِي لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَعَظِيمِ سُلْطَانِكَ! فَقَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمَا: اكْتُبَاهَا كَمَا قَالَ عَبْدِي، حَتَّى يَلْقَانِي فَأَجْزِيَهُ بِهَا ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں بتایا کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے نے کہا: ''اے میرے رب! تیرے لئے ہی ہر طرح کی اتنی تعریفیں ہیں جو کہ تیرے رخ انور کے جلال اور تیرے سلطانی کی عظمت کے لائق ہیں''۔ان کلمات نے دونوں فرشتوں (کراماً کاتبین) کو ناچار کر دیا کہ انہیں یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ ان کلمات کی جزاء کیلئے اور کتنی لکھیں، وہ دونوں آسمان کی طرف چڑھ گئے اور یوں عرض گزار ہو گئے: اے ہمارے رب! تیرے فلاں بندے نے ایک کلمہ کہا ہے ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی جزا ہم کیسے لکھیں؟ اللہ تعالیٰ نے پوچھا: میرے بندے نے کیا کہا؟ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جانتا ہے کہ اس کے بندے نے کیا کہا ہے۔ان فرشتوں نے کہا: اے ہمارے رب! اس نے کہا ہے: (یارب! لک الحمد کما ینبغی لجلال وجھک وعظیم سطان نک)۔اس پر اللہ عزّوجل نے ان دونوں فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم اس طرح لکھ دو جس طرح کہ میرے بندے کہا ہے یہاں تک کہ وہ مجھ سے آملے تب خود میں ہی اسے اس کا اجر وثواب دوں گا''۔[1] (سنن ابن ماجہ)

لفظ جلالت (اللہ) اہل علم کی ایک جماعت کے مقبول اللہ کا اسم اعظم ہے اور باقی سارے صفاتی نام اسی ذرتی نام اسی سے آملتے ہیں لیکن اس میں دوسرا کوئی بھی اس کا شریک نہیں۔اور (اللہ) ما معنی یہ ہے کہ وہ یکہ وتنہا معبود ہے جو کہ ہر قسم کی عبادت استحقاق رکھتا ہے۔

(رب العالمین) یعنی ہر چیز کا رب اور اس کا خالق اور اس ہر قدرت رکھنے والا ان آسمان نوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہے وہ اس کا بندہ ہے اسکے قبضہ میں ہے اور اسی کے قہر وغلبہ کے نیچے ہے۔

(الرحمٰن الرحیم)

الرحمٰن بھی اللہ کی طرح اس کا ایسا اسم گرامی ہے کہ اس کے ساتھ بھی اللہ کے سوا دوسرا کسی کا اپنے آپ کو شوم گرنا روا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس صفت کا مالک ہے اللہ اور رحمان ایسے نام ہیں جو کہ حرف اس کے ساتھ خاص ہیں۔ان میں دوسرا کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے تاہم

---

[1] ابن ماجہ: 3801۔

دوسرے جتنے بھی نام ہیں وہ کسی دوسرے کے بھی ہو سکتے اور رکھے جا سکتے ہیں جیسا کہ اپنے نبی ﷺ کے بارے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :﴿حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾

''وہ اہل ایمان کے ساتھ نہایت شفقت کرنے والے (اور) مہربان ہیں ۔(التوبہ:128)

اللہ کے اسماء گرامی الرحمٰن اور رحیم یہ دونوں ہی رحمت سے ماخوذ ہیں اور الرحمٰن میں عام رحمت کا مفہوم پایا جاتا ہے جو کہ ساری مخلوقات کو شامل ہے لیکن الرحیم میں پائی جانے والی رحمت صرف اہل ایمان کے ساتھ ہی خاص ہے ۔

(الرحمٰن الرحیم) میں پائی جانے وال صفت رحمت ایسی ہے جو کہ رحمت کے تمام مفاہم ومعانی' حالات اور محالات کو شامل ہے اور یہ صفت اس سورت کے وسط میں اور ایک مستقل آیت میں یکے بعد دیگرے آئی ہے کہ تمام کائنات کو شامل ربوبیت اور تخلیق و پروردگاری میں پائی جانے والی اس نمایاں صفت رِحمت کی تاکید ہو جائے ۔

(مالك يوم الدين)

اس آیت میں آمدہ لفظ مالِکِ کو مَلِکِ بھی پڑھا گیا ہے اور ان دونوں وصفوں میں فرق یہ ہے کہ المَلِک اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور المَالِک اس کی فعل کی صفت ہے اور (یوم الدین) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے بندوں سے حساب لینے اور انہیں اس پر جزاء دینے کا دن ہے ۔(یوالدین) الدین سے مراد جزاء و بدلہ ہے ۔

(ايّاك نعبد وايّاك نستعين)

ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے اور تجھے ہی ہر قسم کی عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور خاص تجھ سے مدد چاہتے ہیں ۔نہ ہم تیرے سوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور تیری مدد کے سوا کچھ نہیں مانگتے ۔نہ تیرے سوا کسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور نہ ہی تیرے فضل سے ہم بے نیاز و مستغنی ہیں اور عبادت کو استعانت سے پہلے لا یا گیا کیونکہ پہلا عمل عبادت دوسری طلب مدد کا وسیلہ ہے اور عبادت کو استعانت کے ساتھ ملا کر ذکر کیا گیا تا کہ اس بات کا بھی پتہ چل جائے کہ انسان اللہ کی عبادت بھی اس کی اعانت و توفیق کے بغیر نہیں کر سکتا اور یہ انسان کی طرف سے عبادات کے قیام میں اسکے عجز و درماندگی ایک اعتراف ہے ۔اسی طرح یہ اس بات بھی اقرار ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بندے کی مدد نہ کرے تو یہ اس امانت کے بوجھ کو اٹھانے کے قابل بھی نہیں جو کہ بہت ہی بھاری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :﴿الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ﴾

''اور وہ (اہل اعیان) کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس (دین) کا راستہ دکھلایا اور اگر اللہ ہمیں اس کی ہدایت نہ دیتا تو ہم راستہ نہ پا سکتے تھے''۔(الاعراف:۴۵)

(اهدنا الصراط المستقيم)

''ہمیں صراطِ مستقیم (سیدھی راہ) دکھلا''۔ یہ صریح دعاء ہے جو کہ اللہ کی طرف بندے کا خط و نصیب ہے اور یہ اس کے سامنے گڑ گڑانا اور اس سے

الحام وزاری کے ساتھ اس بات کا مطالبہ کرنا ہے کہ وہ اس کا یہ عظیم مطالبہ پورا کر دے اتنا عظیم مطالبہ کہ اس سے بڑھ کر کوئی شخص دنیا و آخرت میں کچھ نہیں دیا گیا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فتح کی بشارت کے بعد اپنے رسول پر احسان جتلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾

''اور وہ آپ کو صراطِ مستقیم کی ہدایت دے گا''۔(الفتح:۲)

یہاں یہ ہدایت سے مراد توفیق و رانمائی ہے اور اس چیز کی طرف ہدایت علم اور عمل صالح کو شامل ہے جو کہ اللہ سے ملاقات تک کیلئے پوری استقامت ساپت قدمی کے ساتھ ہوں۔

(اهدنا الصراط المستقيم) یعنی ہماری ہدایت کو قوی کر دے اور ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی معرفت حاصل کرنے کی توفیق سے نواز اور پھر اس پر ثابت رکھ تا کہ ہم اس سے کبھی محرف گمراہ نہ ہوں کیونکہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہ آج کوئی انسان ہدایت پر ہو اور کل گمراہ لوگوں میں سے ہو جائے اور صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت یقینی طور پر بندے کیلئے دنیا و آخرت میں سعادت و خوشحال کی ضمانت ہے

(اهدنا الصراط المستقيم) یہ ایک دعاء ہے اور اس ایک دعاء کے سوا دوسری کوئی دعاء کرنا کسی مسلمان پر فرض نہیں ہے لہٰذا یہ بات مسلمان پر اس چیز کو واجب کر دیتی ہے کہ وہ اسے ایک دن میں کئی مرتبہ کرے اور یہ اس بات کی اہمیت کا پتہ دیتی ہے کہ اللہ سے یہ مطالبہ بار بار کیا جائے جسکا کہ دنیا و آخرت میں ایک عظیم اثر ہے۔

زہریلے کیڑے سے ڈسے کا دَم:

علّامہ ابن قیم لکھتے ہیں: ''اس سورت الفاتحہ میں دَم کا مقام یہ الفاظ ہیں (ایاک نعبد وایاک نستعین) اور اس میں شکر و شبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں کہ یہ دو کلمات اس دو عبد کے دو قوی ترین اجزاء ہیں۔ ان دونوں میں اللہ کی ذات پر عمومی توکل اسکے سامنے مکمل خود سپردگی اسی سے التجاء و استعانت' اسی سے طلب' اسی کے سامنے اظہارِ فقر و حاجت اور تمام اعلیٰ اغراض و مطالبات کا یکجا ہو جانا پایا جاتا ہے اور یہ اللہ وحدہٗ کی عبادت اور عمدہ ترین وسیلہ شفاء ہے اور اسی میں اسکی عبادت کیلئے اس سے مدد کا مطالبہ بھی ہے اور یہ چیز کسی دوسری آیت و دوا میں نہیں پائی جاتی' زہریلے کیڑوں کے کاٹے کا علاج کرنے کیلئے سورۃ الفاتحہ وغیرہ پڑھ کر دم کرنا ایک سربّد یع یا انوکھا بھید ہے۔ دم کرنے والے کا نفس دم کئے جانے والے کے نفس میں کارفرما ہوتا ہے اور اس کے نفس میں فعل اور انفعال و تریز ہری کے عمل کا وقوع ہوتا ہے جس طرح کہ یہ دوا اور بیماری میں واقع ہوتا ہے۔ کسی سے دم کرنے والے کا نفس تقویت پالیتا ہے اور اس بیماری پر اس دم کی وجہ سے وہ قوی و حاوی ہو جاتا ہے اور اللہ کے فضل سے اس بیماری کو بھلا دیتا ہے۔'' (الجواب الكافي لمن سأل عن الدواء الشافي والمعروف الضيا بالداء واء)

انس و محبت کا ایک انداز:

دعاء پر مشتمل اس ارشادِ الٰہی میں اهدنا آیا ہے کہ ہمیں ہدایت دے اهدنی نہیں آیا کہ ''مجھے ہدایت دے''۔ اس میں مسلمان کو یہ تربیت دی گئی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو بھی یاد رکھے اور اس طرح باہمی الفت و محبت کے جذبات بھی تقویت پاتے ہیں اس اندازِ دعاء میں انانیت' خود پسندی و خود غرضی اور خاندانی و موروثی شرافت و وقار کے ترجیحی جذبات کا ازالہ بھی پایا جاتا ہے' لہٰذا آپ جس طرح جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی

طرح ہی اپنے بھائی کیلئے پسند کرے ہی اس طرح ہی جو دعاءِ ہدایت اپنے لئے مانگتے ہیں وہی اپنے بھائی کیلئے بھی مانگیں اور راہِ ہدایت پر یکجا ہونا تمام اہل ایمان کا مطلوب و مقصود ہے اور کسی راہ پر چلنے والے جتنے زیادہ ہوں اتنے ہی وہ باہمی اُنس و محبت اور استقامت و ثبات کا باعث سفیرے ہیں جبکہ اکیلا مسافر تو ہوسکتا ہے کہ تھک جائے اکتا جائے کمزور ہو جائے یا گیر پڑے یا پھر اسے بھڑیا کھا جائے"۔

(صراط الذین انعمت علیھم)

"ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا"۔ اور وہ انعام یافتہ لوگ رسول ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہیں اور آپ ہمیشہ اپنی نماز کی ہر رکعت میں اللہ سے یہ سوال کررے ہیں کہ آپ کو وہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ پر چلائے۔

(صراط الّذین انعمت علیھم) یعنی ان لوگوں کا راستہ جو مکمل ہدایت یافتہ ہو گئے اور جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا جو کہ انبیاء صدیقین اور شہداء وصالحین ہیں اور یہ کتنے ہی اچھے رفقاء ہیں"۔

(غیر المغضوب علیھم ولا الضاءلّین)

ان لوگوں کا راستہ نہیں کہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ انکا راستہ جو کہ گمراہ ہوئے"۔

مخلوق کی تین اقسام:

تمام عاقل و بالغ انسانوں میں سے کوئی شخص بھی ان تین اقسام سے باہر نہیں نکل سکتا بلکہ ساری مخلوق ہی ان تین میں سے کسی ایک قسم کی طرف منسوب ہوتی ہے:

(۱) وہ لوگ جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہ صراط مستقیم پر چلے اور انہوں نے حق کی معرفت حاصل کر لی اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا۔

(۲) جن لوگوں نے حق کو تو پہچانا مگر اس کی مخالفت کی وہ لوگ (المغضوب علیھم) ہیں کہ "جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا"۔

(۳) وہ لوگ جو کہ علم کے بغیر عمل کرتے ہیں وہ لوگ (الضآلّین) یعنی گمراہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا (103) الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا﴾

کہہ دیں (اے نبی!) کیا ہم تمہیں ان لوگوں بارے میں جزنہ دیں جو عالموں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں؟ وہ لوگو جن کی سعر دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کررہے ہیں"۔ (الکھف: ۱۰۳۔ ۱۰۴)

انکا یہ گمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا وہ تو نقصان اٹھانے والے ہی ہیں ان لوگوں کو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا انہیں گمراہ لوگوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے کیونکہ انکا معاملہ زیادہ خطرناک ہے اور انکا گناہ زیادہ بڑا ہے کیونکہ اگر کسی کی گمراہی جہالت ولا علمی کی وجہ سے ہو تو وہ حصول علم کے ساتھ رفع ہو جاتی ہے لیکن اگر وہ ضلالت و گمراہی خواہشاتِ نفس کی غلامی کا نتیجہ ہو تو اس کی گمراہی بادلوث کا چھٹنا بڑا مشکل ہوتا ہے اس لئے ان لوگوں کیلئے سخت وعید آئی ہے جو اپنے علم پر اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

(المغضوب علیھم) ”جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ایسی قسم وصفت ہے جو سب سے پہلے عالم وجود میں ظاہر ہوئی ۔ یہ ابلیس (شیطان)

کا وصف ہے کہ اس جب یہ حکم دیا گیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو اور حق کو جانتا بھی تھا اس کے باوجود اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرنی کرکے اللہ کے غضب کو آواز دی اور یہی وہ معصنیت وصف ہے جو دینا میں (روئے زمیں پر) بھی سب سے پہلے ظہور پزیر ہوا جبکہ آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے (قابیل نے اپنے بھائی (ہابیل) کو قتل کردیا۔اس طرح یہ نافرمانی ملاءٓ آلاعلیٰ میں بھی پہلی تھی اور روئے زمین پر بھی پہلی ۔

ابتداء وانتہاء سورت میں مناسبت:

سورۃ الفاتحہ کا یہ اختتام اول تا آخر پوری سورت میں واردشدہ امور سے انتہائی قریبی مناسبت اور گہرا تعلق رکھتا ہے کیونکہ جو شخص اللہ کی حمد وثناء بیان نہیں کرتا وہ اللہ کے غضب وغصے میں مبتلا اور گمراہی کا شکار ہوجاتا ہے اور جو شخص جزاء بدلے کے دن پر ایمان نہیں رکھتا اس کا بھی یہی انجام ہوتا ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ ہی روز جزاء کا مالک اور بادشاہ ہے اور جو شخص عبادت واستعانت ہی اللہ تعالیٰ کو خاص نہیں کرتا اور جو شخص صراط مستقیمکی ہدایت و نہیں پاتا وہ سب بھی اللہ کے غضب کا شکار ہوتے اور گمراہی میں ڈوب جاتے ہیں

سورۃ الفاتحہ ہی نماز ہے:

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي نِصْفَيْنِ وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ. فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ: {الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ}، قَالَ اللهُ تَعَالَى: حَمِدَنِي عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: {الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ} قَالَ اللهُ تَعَالَى: أَثْنَى عَلَيَّ عَبْدِي، وَإِذَا قَالَ: {مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ} قَالَ: مَجَّدَنِي عَبْدِي، وَقَالَ مَرَّةً: فَوَّضَ إِلَيَّ عَبْدِي، فَإِذَا قَالَ: {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ} قَالَ: هَذَا بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ، فَإِذَا قَالَ: {اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ * صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} قَالَ: هَذَا لِعَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ.

”میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے مابین دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے اور میرا بندہ جو کچھ مانگے گا میں وہی اسے دونگا بندہ جب کہتا ہے (الحمد للہ رب العالمین) تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:”میرے بندے نے میری حمد وستائش بیان کی“۔اور جب وہ کہتا ہے (الرحمٰن الرحیم) تو اللہ کہتا ہے:”میرے بندے میری ثناء خوانی“۔اور جب وہ کہتا ہے (مالک یوم الدین) تو اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری عظمت اور مجد و برائی بیان کی اور جب وہ کہتا ہے (ایاك نعبد و ایاك نستعین) تو اللہ کہتا ہے“۔یہ میرے اور میرے بندے کے مابین مشترک ہے اا ور میرے بندے جو مانگا وہ اسے ملے گا“۔اور جب بندہ کہے: (اھدنا الصراط المستقیم ، صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالّین) تو اللہ کہتا ہے:”یہ سب میرے بندے کیلئے ہے اور میرے بندے کو یہ وہ چیز ملے گی جس کا اس نے سوال کیا ہے“۔[1] (صحیح مسلم)

---

[1] صحیح مسلم:395۔

اسرارِ تکرارِ فاتحہ:

سورۃالفاتحہ کے سیاق اور ترجمہ وتفسیر سے جو امور واضح ہوئے ہیں' انکے بعد اس صحیح حدیث میں وارد شدہ اموراس سورت کو روزانہ ہر شب و روز کی نماز پنجگانہ میں مومن کے اسے سترہ (۱۷) مرتبہ یا اس دہرانے سے بھی زیادہ مختلف مرتبہ حسب روزانہ توفیق الٰہی اپنی نماز کی دعاء میں سے ایک بھید کا انکشاف کرتے ہیں۔ یہ سورت جوکہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن شمار کی جاتی ہے کہ اسے پورے اطمنان وسکون' تدبر تفکر 'خشوع وخضوع اور حضور قلب کے ساتھ پڑھا جائے اور اس کے مفاہم ومعانی کو ذہن میں حاضر رکھا جائے اور اس کے حروف کے مخارج (حسب قواعد تجوید وقرأت) صحیح طرح سے ادا کئے جائیں۔

فضائل ومسائل آمین:

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلا الضَّالِّينَ } فَقَالَ: آمِينَ، وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ

''میں نے نبی اکرم ﷺ کو سنا کہ جب آپ ﷺ نے یہ کلمات پڑھے (غیر المغضوب علیھم ولاالضآلّین) تو آپ ﷺ نے آمین کہا اور اس کی آواز کو لمبا کھینچا''۔

جبکہ ابوداؤد میں ہے: وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ۔

''آپ ﷺ نے اس کی آواز کو بلند کیا''۔[1] (ابوداؤد وترمذی وقال حدیث حسن)

آمین کا معنیٰ ہے: ''اے اللہ! قبول فرما''۔

یہ لفظ آمین سورۃ الفاتحہ کا حصہ نہیں ہے لہٰذا سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ سورۃ الفاتحہ کو پڑھنے اور آمین کہنے کے مابین چھوٹا سا سکتہ و وقفہ کرے۔

حدیث شریف میں ہے: إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ".

''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو' جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پہلے تمام گناہ بخشے گئے''۔[2] (صحیح بخاری ومسلم)

---

[1]) ترمذی:248، ابوداؤد:932۔

[2]) صحیح بخاری:780۔

نحوست و بدشگونی کا باطل عقیدہ اور نیک فال لینا

امام وخطیب: شیخ حسین بن عبدالعزیز آل شیخ

۸/۲/۱۴۲۶ھ،۱۸/۳/۲۰۰۵ء

ایمان والو! ایمان صحیح اور توحید کامل کے لازمی اجزاء میں سے ہی یہ بھی ہے کہ آدمی ہر اس قول وفعل سے اجتناب کرے جو کہ اعتقاد پر اثر انداز ہونے والا ہو پھر اس کے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے منافی ہو۔ ایسے ہی افعال و اعتقادات جن سے بچ کر رہنا ضروری ہے: ہر شکل و صورت میں پائی جانے والی خرافات سے خبردار رہنا اور گمراہی کی تمام اقسام سے دور رہنا بھی ہے۔

ماہِ صفر اور بدھ کو منحوس سمجھنے کی بدعقیدگی:

ان خرافات وتوہّمات میں سے ہی ایک ماہ صفر سے بدفالی و بدشگونی لینا یا اس کے چہارشنبہ (بدھوار) کو منحوس سمجھنا یا اس ماہ کے کسی دوسرے حصے کو ایسا سمجھنا اور اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی ہے کہ اس میں بکثرت مصائب ومشکلات پیش آتی ہیں اور توفیق کم ہی میسّر آتی ہے۔ اس بناء ہر وہ اس ماہ کے دوران نہ تو شادی بیاہ کرتے ہیں نہ سفر کا آغاز اور نہ ہی کوئی کام شروع کرتے ہیں۔

شرک و باطل نظریہ:

مسلمانو! اس طرح کی بدشگونی لینا اور اس ماہ یا بدھوار یا کسی دوسرے حصے کو منحوس شمار کرنا زمانہء جاہلیت قبل از اسلام کے عقائد اور اہل شرک وبت پرستی کی خرافات میں سے ہے جو کہ انہیں رخ بدلنے، بڑے بڑے کاموں کو موقوف کردینے اور انہی ضروریات ومفادات کے حصول سے رک جانے کا باعث بنتے تھے۔ لیکن جب شریعت اسلامیہ آئی تو اس نے ان تمام خرافات کو باطل قرار دے دیا اور ان کی عمارت کو بنیادوں تک سمار کر کے رکھ دیا تاکہ لوگوں کی عقل ودماغ کو شرک وبت پرستی کی غلامی اور جاہلیت کی گمراہیوں سے آزادی دلوائے۔

بدشگونی کیا ہے؟

آج ہم اس اہم موضوع کے چند پہلوؤں کو اجاگر کرنے جا رہے ہیں: ان میں سے سب سے پہلے ہم اس پہلو کو لیتے ہیں کہ ''الطیرۃ'' کیا ہے؟ چنانچہ کسی دکھلائی دینے والی یا سنی جانے والی ناپسندیدہ چیز سے بدشگونی لینا اور اسے منحوس شمار کرتے ہوئے اپنے کام سے رک جانا۔ جس نے کسی کام کا ارادہ کر لیا مثلاً کسی سفر پر نکلنا چاہا، شادی بیاہ کرنا چاہا یا کسی دوسرے کام کا عزم کیا لیکن پھر اسے کسی بری چیز نے اس سے روک دیا جو اس نے دیکھ لی یا کوئی ناپسندیدہ کلمہ سن لیا یا کوئی معلوم چیز واقع ہوگئی جیسے ماہ صفر کا آغاز ہوگیا یا کسی دوسرے وقت ومقام کی وجہ سے وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے سے رک گیا تو سمجھ لیں وہ شخص اس ''الطیرۃ و بدشگونی'' میں مبتلا ہوگیا جس سے اسلام نے منع فرما رکھا ہے۔ اسلام میں الطیرہ یا بدشگونی کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ کوئی چیز انسان کو کسی کام میں جاری رہنے پر آمادہ کرے جس کا وہ ارادہ کر چکا ہے کیونکہ اس طرح اس کا دل اپنی آنکھوں دیکھا یا کانوں سنی چیز پر اعتماد کرتا ہے یوں وہ طیرہ و بدشگونی لینے کے فعل میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نبی ﷺ سے مروی بعض احادیث میں ہے: إنما الطيرة ما أمضاك أو ردك۔

''تمہیں جو چیز کسی کام جاری رہنے یا اس سے رکنے کا سبب بنے وہی الطیرہ (یا بدشگونی) ہے''۔[1] (مسند احمد۔ اس حدیث پر دلالت کرنے والے کئی دیگر شواہد یہ شاہد روایات بھی ہیں۔

(۲) بدشگونی کی مذمت:

اللہ کے بندو! یہ بدشگونی لینا اسلام کی نظر میں ان توہمات وخرافات میں سے ہے جن سے جنگ کرنا اور انہیں بیخ وبن سے اکھاڑنا واجب ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ۔

''کوئی بیماری متعدّی نہیں ہوتی، نہ کسی چیز سے بدشگونی لینا جائز ہے۔ نہ اُلّو منحوس ہے اور نہ ہی ماہ صفر میں نحوست (تیرہ تیزی) ہے''۔[2] (صحیح بخاری ومسلم)

ماہ محرم کو تیرہ تیزی کا چاند کہنا اور نامبارک ومنحوس قرار دینا برصغیر کی عورتوں میں آج تک پایا جاتا ہے جو کہ باطل عقیدہ ہے۔ مترجم) یہاں نفی سے مراد یہ ہے کہ ان اعتقادات کا اپنانا حلال نہیں پایہ کہ ان چیزوں کی کوئی تاثیر نہیں کہ وہ کوئی فائدہ پہنچاتے یا کسی نقصان وضرر کو دور کرتے ہیں۔

یہ بدشگونی وبدفالی توحید واجب کے کمال کے منافی امر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوی مروی حدیث میں ارشاد نبوی ہے: الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ۔

''بدشگونی لینا شرک ہے بدشگونی لینا شرک ہے''۔[3] (ابوداؤد وترمذی۔ حاکم ووافقہ الذھبی)

اگر بدشگونی لینے والا شخص اپنے دل میں یہ عقیدہ بھی رکھتا ہو کہ یہ چیز ہی دراصل اس نقصان وضرر میں مؤثر حقیقی اور اس میں اللہ کے فعل ومنشاء کو کوئی عمل دخل نہیں تو یہ عقیدہ رکھنا شرک اکبر ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس نے اس چیز کو تخلیق وایجاد میں اللہ کا شریک ٹھہرا دیا۔

برادر مسلم! بدشگونی وبدفالی لینے والا شخص ان دو میں سے کسی ایک حالت میں تو ضرور ہی مبتلا ہوتا ہے۔

(۱) ان دو میں سے ایک تو یہ ہے کہ وہ شخص کسی چیز کو دیکھ کر یا سن کر یا کسی وقت کے پیش نظر اس فعل سے رک جائے گا اور وہ اس بدظنی میں مبتلا ہوگا کہ وہ چیز اس کے اس ماہ کے سرانجام پانے کی راہ میں رکاوٹ ہے اور وہ اس بات سے ڈرنے لگے گا کہ اس کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ یہ بدترین بدشگونی وبدفالی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: " مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ، فَقَدْ أَشْرَكَ "

''جیسے بدشگونی نے کسی کام سے روک دیا اس نے شرک کیا''۔[4] (مسند احمد)

(۲) بدشگونی لینے والی کی دو حالتوں میں سے دوسری یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے کام میں تو جاری رہے لیکن قلق واضطراب اور بے سکونی وعدم

---

[1] رواہ أحمد: 1/213۔
[2] صحیح بخاری: 5757۔
[3] ابوداؤد: 3910۔
[4] مسند احمد: 6898۔

اطمینان کا شکار رہے کہ یہ چیز کہیں اسکے اس کام کو بگاڑ نہ دے۔ یہ گمان کرنا بھی حرام فعل ہے۔ یہ بندے کے عقیدۂ توحید اور توکل واعتماد علیٰ اللہ میں نقص وعیب ہے

(۳) انسداد وتدارک کی تدبیر:

(ا) مسلمانو! جس کے دل میں اس بدشگونی میں سے کچھ واقع ہوجائے اس کے لئے واجب ہے کہ وہ اس سے خبردار رہے‘ اللہ پر توکل کرے اور اس پر اعتماد وبھروسہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ

”ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے دل برا خیال ووہم نہ آئے‘ لیکن اللہ پر بھروسہ کرنے سے یہ خیال ووہم جاتا رہتا ہے“۔[1]

(۲) اس کے علاوہ ایسے شخص کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اس سے دعائیں مانگے اور اسی دعاؤں میں سے ہی ایک وہ ہے جو صحیح سند کے ساتھ سنن ابوداؤد میں

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ - قَالَ أَحْمَدُ - : الْقُرَشِيُّ قَالَ : ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُلِ : اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ سے مروی ہے چانچہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے بدشگونی و بدفالی کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:”(بدشگونی کوئی چیز نہیں) تاہم نیک فال لینا اچھی بات ہے اور یہ چیز کسی مسلمان کو اسکے ارادے سے باز نہ کرے۔ تم میں سے اگر کوئی شخص کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھے تو یہ دعاء کرے: (اللّٰهم لا یاتی بالحسنات الّا انت ولا یدفع السیات الا انت ولا حول ولا قوۃ الّا بك) ’اے اللہ! اچھائیاں بھلائیاں بھی تو ہی لاتا ہے اور مشکلات و برائیاں بھی تیرے ہی حکم سے آتی ہیں اور کسی اچھائی کو پانے یا مشکل سے بچنے کی ہم میں تیری سوا کوئی طاقت نہیں ہے“۔[2]

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ : " مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ عَنْ حَاجَتِهِ، فَقَدْ أَشْرَكَ "، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَمَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ ؟، قَالَ : " تَقُولُ : اللَّهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ "

ایک دعاء اور بھی ہے: (اللهم لا خیر الا خیرك ولا طیر الا طیرك ولا اله غیرك)

”اے اللہ ہر طرح کی بھلائی صرف تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور یہ بدشگونی کچھ نہیں‘ اگر کوئی ضرر ونقصان ہوا تو وہ تیرے ہی کے حکم سے ہوگا اور تیرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے“۔

جس نے اللہ پر توکّل کیا‘ اس پر اعتماد وبھروسہ کیا اور اس کا دل بیم درجاء یا خوف وامید میں صرف اسی کے ساتھ لگا رہا اور اسی تعلق باللہ نے

---

[1] ابوداؤد: 3910۔

[2] ابوداؤد: 3919۔

اسے ان بدشگونیوں وغیرہ سے منقطع کر دیا اور اس نے یہ دعائیں بھی کیں اور اپنے کام جاری رہا تو اسے محض معمولی خیال و وہم آجانا کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(۵) نیک فال کیا ہے؟

مسلمانو! اس موضوع کا آخری پہلو جو آپ کے گوش گزار کرنا ہے وہ نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد گرامی ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ: الْكَلِمَةُ الْحَسَنَةُ، الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ

''نہ کوئی بیماری متعدّی (ایک سے دوسرے کو لگنے والی) ہوتی ہے۔ نہ بدشگونی کوئی چیز ہے البتہ مجھے نیک فال لینا پسند ہے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ نیک فال لینا کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا کلمہ''۔[۱] (بخاری و مسلم)

نیک فال سے ہر وہ چیز مراد ہے جو انسان کو اس کی حاجت کو ضرورت کی تکمیل پر آمادہ کرے اور نشاط بخشے وہ کوئی اچھا کلمہ ہو یا کوئی اچھا کام ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ ان امور پر انحصار و اعتماد بھی نہ کر لیا جائے بلکہ اصل اعتماد و اطمئنان صرف اس چیز کے خالق و مالک اور مسبب اسباب اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہو۔

بعض اہل علم نے لکھا ہے: نبی ﷺ کو نیک فال لینا پسند تھا کیونکہ بدفالی و بدشگونی لینا تو اللہ ہر بدظنی کرنے والی بات ہے جبکہ نیک فال اللہ پر حسن ظن کا مظہر ہوتی ہے اور مؤمن کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں ہی اللہ تعالیٰ پر حسن ظن رکھے''۔

اے مسلمان! نیک فال انسان کی قلبی و جسمانی نشاط میں اضافہ کرتی ہے اور جس کام کو وہ کرنے جا رہا ہوتا ہے اس کی طرف اس کے اہتمام کو بڑھا دیتی ہے۔ اسی طرح نیک فال انسان کیلئے شرح صدر کا باعث بنتی ہے، بندے کی مونس و غمخوار ثابت ہوتی ہے اور اس سے وہ تنگی اڑا لے جاتی ہے جو اس بندے کے دل میں شیطان پیدا کر رہا ہوتا ہے۔ (امام ترمذی نے ایک حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اسکی سنہ کو صحیح قرار دیا جس میں ہے: كَانَ يُعْجِبُهُ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَتِهِ أَنْ يَسْمَعَ: يَا رَاشِدُ يَا نَجِيحُ

''نبی اکرم ﷺ کو یہ بات پسند تھی کہ آپ کسی کام کو نکلیں تو کوئی ایسا کلمہ سنیں جس میں رشد و ہدایت (یا راشد) کا مژدہ یا سمیں کامیابی و کامرانی کی نوید (یا نجیح بمعنی ناجح) پائی جائے''۔[۲] (ترمذی و صحیح)

اس فال کے برعکس بدشگونی انسان کا تعلق اس چیز سے پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ بدشگونی لیتا ہے اور یہ چیز اس کے اپنے رب کے ساتھ تعلق اور اس پر توکل کو کمزور کر دیتی ہے اس طرح وہ کسی چیز کو دیکھ کر یا کسی کلمہ کو سن کر اپنے اس کام سے رک جاتا ہے جس کا کہ وہ ارادہ کر چکا ہوتا ہے (اور یہی چیز اسے شرک کی دہلیز تک پہنچا دیتی ہے

اے مسلمان! اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس بات کا علم و یقین رکھیں کہ تمہیں جو تکلیف پہنچی ہے یہ خطا جانے والی نہیں تھی اور جو خطا گئی ہے وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتی تھی۔ لہٰذا اللہ پر توکّل رکھیں، اس پر بھرپور اعتماد کریں اور اس پر پورا وثوق رکھیں۔

---

[۱] صحیح مسلم: 2224۔

[۲] ترمذی: 1616۔

علاج اس بدشگونی کا:

جس نے توحید کے مضبوط آہنی کنڈے کو مضبوط سے تھام لیا اور اللہ کی مضبوط رسی کو اچھی طرح پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ پر صحیح معنوں میں توکل کر لیا۔ اس نے بدشگونی کے زید یشوں کو جڑ پکڑنے سے پہلے پہلے ہی اکھاڑ پھینکا اور اس کے اوہام کو تکمیل پانے سے پہلے پہلے ہی اڑا دیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: ''ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہا یک چلّا تا اڑتا ہوا گزرا تو ان کے پاس بیٹھے لوگوں میں سے کسی نے کہا: (یہ) خیر و بھلائی (کی علامت) ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فوراً دیا: یہ نہ خیر کی علامت ہے نہ شر کی نشانی''۔ انہوں نے اس کی بات پر فوراً انکیر اسلئے کی تا کہ لوگ پرندوں کے چیخنے چلّانے کی تاثیر خیر و شرّ میں نہ ماننے لگیں۔

حضرت طاؤس ؒ اپنے بعض ساتھیوں کے ہمراہ سفر میں نکلے تو کوّا چلّانے (کائیں کائیں کرنے) لگا کسی آدمی نے کہا: یہ خیر و بھلائی کی علامت ہے۔ حضرت طاؤس ؒ نے فرمایا: ''اس پرندے کے پاس کیا خیر ہو سکتا ہو سکتی ہے؟ تم میرے ساتھ نہ رہو''۔

اللہ والو! یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ وقت و زمانہ سارے کا سارا ہی اللہ کی مخلوق ہے اور اس میں بنی آدم کے افعال انجام پاتے ہیں۔ جس وقت کو کسی مومن نے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا وہ اسکے لئے مبارک وقت ہے اور وہ وقت جسے بندے نے اللہ کی معصیت و نافرمانی میں لگا دیا وہ اسکے لئے باعثِ نحوست و بے برکتی ہے۔ درحقیقت نحوست اللہ کی نافرمانی کا نام ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر ناراض ہوتا ہے اور اس کے سبب بندہ دنیا و آخرت کی شقاوت و بدبختی اور ناکامی و نامرادی کا شکار ہو جاتا ہے۔

حاشیہ (۱) مثلاً کوئی جھگڑا درپیش ہے اس میں ایک شخص سامنے سے آیا جس کا نام سہیل ہے تو یہ فال لے لی کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان کرے گا یا پھر جنگ کیلئے جا رہے ہیں پہلے ایک شخص ملا جس کا نام ظفر یا فتح ہے تو یہ فال لے لی کہ فتح ان شاء اللہ ہماری ہی ہوگی۔ یہ نیک فال کتب حدیث میں بھی مذکور ہے تاہم برصغیر کے لوگ جو کاغذ پر خانے بنا کر اس پر انگلی رکھوا قسمت کا حال معلوم کرتے یا طوطے کے ذریعے تاس کے پتوں سے کیس کی ہار جیب کی خبریں دینے کو فال کہتے ہیں یہ افعال ممنوع و حرام ہیں۔
(دیکھئے لغات الحدیث علاّمہ وحید الزمان ۳/ ۶۶ حرف ط، ہماری کتاب قبولیت عمل کی شرائط)۔

اصولِ دین میں سے اصل اوّل: معرفتِ الٰہی کا حصول

امام وخطیب: شیخ عبدالمحسن القاسم
۱۵/ ۲/ ۱۴۲۶ھ، ۲۵/ ۳/ ۲۰۰۵ء

کمال سعادت:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا فرمایا تاکہ اس کی اطاعت ہو اور اس کے سامنے تذلل وانکساری کی جائے اور کمال سعادت کا حصول اللہ تعالیٰ کی معرف اور اس پر ایمان لانے میں ہے۔ اور بندے کا اپنے رب کی معرفت حاصل کرنا ہی اصول دین میں سے پہلی اصل ہے کہ جس کی معرفت کا حصول واجب ہے اور یہی معرفت الٰہی ہی وہ بات ہے جسکے بارے میں قبر میں انسان سے پہلا سوال کیا جائے گا: (من ربّك؟)

خالق ورازق:

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو عدم سے وجود بخشا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش برسا دیں اور انہیں رزق کی ضمانت عطا فرئی۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا﴾

"روئے زمین پر کوئی جانور (جاندار) ایسا نہیں سوائے اسکے کہ اسکا رزق اللہ کے ذمے ہے"۔ (هود:۸)

اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کو وجود بخشا جبکہ اپنی تخلیق سے قبل وہ سب معدوم وغیرہ موجود تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾

"کیا انسان پر ایسا وقت نہیں گزرا کہ اسکا ذکر (نام ونشان) تک نہیں تھا"۔ (الدھر:۱)

رب ذوالجلال تخلیق فرماتے، رزق دینے اواس کائنات کی تدبیر کرنے اور اسے چلانے میں یکہ وتنہا ہے (اور انامور میں اسکا کوئی شریک نہیں ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾

"خبردار رہو! وہی سب کچھ کا پیدا کرنے والا ہے اور ہر چیز پر اسی کا حکم چلتا ہے۔ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے"۔ (الاعراف:۵۴)

عظمت و وحدانیّت:

وہ وحدانیت میں منفرد ہے اور عظمت وجبروت اور کبریائی اس کی صفات۔ تمام امور کی چابیاں اس کے ہاتھوں میں ہیں وہ قوت والا طاقتور اور اپنے بندوں پر قاہر وغالب ہے اسے یہ چیز ہرگز پسند نہیں کہ عبارت اسکے سوا کسی دوسرے کیلئے کی جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾

"اگر تم کفر و ناشکری کرو تو اللہ تم سب سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے لئے کفر و ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم اس کی شکر گزاری کرو تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرے"۔ (الزمر:7)

وحدانیّت کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اپنی وحدانیت پر دلالت کرنے والی نشانیاں نصب کر رکھی ہیں تا کہ بندوں کا اپنے رب سے تعلق بڑھتا رہے۔اس کی نشانیاں ایکدوسرے کے بعد ہمارے سامنے رونما ہوتی اور ہمیں اللہ کی وحدانیت کی یاد دہانی کرواتی رہتی ہیں۔

۱)دن اور رات:

رات چھا جاتی ہے اور پھر دن روشن ہو جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر کوئی جلد از جلد دوسرے کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾

”وہی رات کو دن کا لباس پہنا تا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا ہوا چلا آتا ہے۔“(الاعراف:۵۴)

۲)سورج اور چاند:

سورج اور چاند دونوں اپنے اپنے مدار میں بڑی باریکی کے ساتھ چلتے ہیں کہ اس دقت و باریکی نے اہل عقل و دانش لوگوں کو حیران کر رکھا ہے۔سورج چمکتا ہوا آتا ہے،وہ چاند اپنا نور بکھیر کر چلا جاتا ہے۔ایک منظم آمدورفت ہے ان میں سے کوئی نہ لمحہ بھر جلدی آتا ہے اور وہ نہ ہی کوئی لمحہ بھر کیلئے ہی لیٹ ہوتا ہے۔ارشاد ربانی ہے: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ﴾

”سورج کے لیے لائق نہیں کہ وہ چاند کو پکڑ لے اور نہ ہی رات دن سے سبقت لے جانے والی ہے ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے دائرے میں تیر رہا ہے۔(یس:40)

(۳)زمین وآسمان:

زمین ہمیں اٹھائے ہوئے ہے آسمان ہمیں اپنے سائے میں لئے ہوئے ہے اور ہمیں ان دونوں کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے انتہائی آقان و پختگی کے ساتھ انتہائی بدیع صورت میں انہیں پیدا فرمایا ہے اور چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ بَلِ الظَّالِمُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ﴾

”یہ اللہ کی مخلوقات ہیں۔اب مجھے ذرا وہ چیز تو دکھلاؤ جو میرے سوا دوسروں (معبودانِ باطلہ) نے بنائی ہے“؟۔(لقمان:۱۱)

معبودِ برحق:

اس عظیم کائنات کے خالق و مدبر کا بندہ بننا مسلمان کے لئے باعثِ عزت و افتخار ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

”کہہ دیں کہ مجھے میرے رب نے سیدھا راستہ دکھلایا ہے“۔(الانعام:۱۶۱)

مسلمان اس کائنات کے رب جلو وعلا کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا اور عبادت کی اقسام میں سے کوئی بھی قسم کسی غیر اللہ کے لیئے نہیں بجالاتا'

وہ صرف اس کی طرف رجوع کرتا اور اسے ہی اپنا ملجا و ماویٰ بناتا ہے اور ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں صرف اسی سے ڈرتا ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ﴾

''اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں مبتلا کردے تو اسے دور کرنے والا خود اسی کے سوا کوئی نہیں ہے''۔(الانعام:۱۷)

خوف و خشیتِ الٰہی:

وہ کسی مردے سے نہیں ڈرتا کہ وہ اسے کوئی نقصان پہنچائے گا اور نہ ہی اس سے کسی احسان کی توقع رکھتا ہے وہ خوف میں صرف اللہ ہی کی طرف بھاگتا ہے وہ اپنی عقل و دانش میں اسی بات کو راجح مانتا ہے۔اپنے دل میں اسی سے امن و امان محسوس کرتا ہے اور اپنی کا اطمینان وسکون بھی اسی میں سمجھتا ہے۔اور جو شخص اللہ سے ڈر گیا اسے دوسری کوئی چیز نہیں ڈرا سکتا بلکہ قلبی طور پر ثابت و مضبوط اعضاء جسم میں ہر سکون اور نفس میں پر نعمت ہوتا ہے۔اسے صرف اللہ سے تعلق جوڑ کر ہی انس محسوس ہوتا ہے ارشادِ الٰہی ہے:﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾

اگر تم مومن ہو تو پھر لوگوں (شیطان کے چیلوں) سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو''۔(آل عمران:۱۷۵)

موجبِ جنت:

ابو سلمان دارازی فرماتے ہیں:ما فارق الخوف قلباً إلا خرب.

''جس دل سے اللہ کا خوف رخصت ہو گیا وہ گھمنڈی بن گیا۔اور اللہ کے قریب ترین وہ بندہ ہوتا ہے جو اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے''۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:إِنِّي لَأَعْلَمُكُمْ بِاللَّهِ،وَأَشَدُّكُمْ لَهُ خَشْيَةً

''میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا اور تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں''۔[1]

اور خوف خشیتِ الٰہی ایمان کے لوازم اور جنت کے موجبات و ذرائع میں سے ہے چنانچہ جو اللہ وحدہ سے ڈر گیا اس کے لیئے جنتوں کے دروازے کھل گئے۔چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ﴾

''جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لیئے دو جنتیں ہیں''۔(الرحمٰن:۴۶)

دنیا میں خوف آخرت میں امن:

اہل علم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرے گا۔جو شخص دنیا میں اس سے ڈر گیا وہ اسے قیامت کے دن امن عطا فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں اللہ پر امن رہا اور اس سے نہ ڈرا وہ آخرت میں ڈرائے گا۔لہٰذا اپنے رب کو اپنے ہر چھوٹے بڑے فعل کا نگرانی کرنے والا مانیں اور اپنے خالق و مالک سے ڈرتے رہیں تم اللہ کے نزدیک تمام مخلوقات میں سے زیادہ سعادت مند ہو جاؤ گے۔

---

[1] الکافی الشافی:235۔

امیدوں کا مرکز:

کسی غیر اللہ سے کوئی ایسی امید نہ لگائیں کہ وہ تمہاری کوئی مرغوب چیز تمہیں مہیّا کرے گا یا ایسی چیز کو تم سے دور ہٹائے گا جس سے آپ ڈر رہے ہیں۔کسی علّت کو زائل کرے گا کسی بیماری سے شفا دے گا' رزق کی طلب ہو یا عافیت کی تلاش' غیر اللہ سے کوئی امید نہ لگائیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے امیدیں وابستہ کریں اس کے سوا کسی پر تکیہ نہ کریں۔مخلوقات کمزور پیدا کی گئی ہیں وہ خود اپنے نفس کو بھی نفع پہنچانے یا نقصان ہٹانے سے عاجز و درماندہ ہیں اور اس معاملہ میں دوسروں کی نسبت تو اور بھی عاجز ہیں۔جس نے کسی مخلوق کے ساتھ امیدیں وابستہ کی اس کی تمام امیدوں پر ہاتھ پھر گیا۔کسی غیر اللہ سے کوئی طمع نہ رکھیں اور نہ اس سے کوئی امید وابستہ کریں ورنہ آپ کو ان سے عدم کے سوا کچھ نہ ملے گا اور ذلت و رسوائی کے ساتھ خالی ہاتھ ہی لوٹنا پڑے گا۔اللہ کے فضل و کرم' اسکی عطاؤں اور عظیم احسانات کی امیدیں لگائیں اللہ کے پاس (نعمتوں) کی امید لگانا بجائے خود ایک عبادت ہے۔

تعلّق باللہ و توکل علی اللہ:

اللہ کے سامنے قلبی تذلل و انکساری میں عزت ِنفس رفع درجات اور امیدوں کا حصول ہے اور نفسیاتی راحت و دلی سکون اس چیز میں ہے کہ اپنے معاملات کو اپنے خالق و مالک کے سپرد کردیں اور نفس اپنے پیدا کرنے والے سے تعلق اس وقت مزید قوی ہو جاتا ہے جب وہ اس بات کو یاد رکھے کہ اس کا رب اس کے تمام حالات کو جاننے والا' اس کے معاملے میں اس پر رحم کرنے والا اور اس کی مشکل کشائی کی پوری قدرت رکھنے والا ہے۔کسی مخلوق سے ایسا تعلق کیوں ہو جو کہ مصائب و مشکلات کو دور کرنے سے عاجز اور داد و دہش میں تنگدست ہو اور آپ کا رب تو آپ کے تمام امور میں آپ کیلئے کافی ہے اور اگر آپ اپنی حاجتیں اس سے مانگیں تو وہ سب پوری کر سکتا ہے اور اگر اپنے معاملات کی چابیاں اسے تھما دیں تو وہ سب کام سنوار سکتا ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾

''جو شخص اللہ پر توکل و بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لئے کفایت کرے گا''۔(الطلاق:3)

رغبت و خوف:

سعادتمند وہ ہے جو اللہ رحمت کا راغب و امیدوار رہے' اس کے عذاب سے ڈرتا ہے اور عبادت میں اپنے مولا سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے خاکساری کے ساتھ جھکا رہے۔یہ ایسی اعلیٰ صفات ہیں کہ انبیاء کرام کے گھران سے متصف رہے ہیں چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾

''وہ خیر و بھلائی کاموں میں سبقت و جلدی کرنے والے تھے اور ہماری (رحمت و مغفرت کی) رغبت اور ہماری سزاء جہنم کے) خوف سے ہمیں پکارا کرتے تھے اور وہ ہمارے سامنے بہت ہی ڈرنے والے تھے''۔(الانبیاء:۹۰)

تمام انبیاء کرام ہی اللہ کی نعمتوں بخششوں اور رحمتوں میں گہری رغبت رکھنے والے تھے اور اللہ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو فرما رکھا ہے:

﴿وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

''اور اے نبی اپنے رب کی طرف راغب ومتوجہ ہوجایا کریں''۔(الشرح:8)

افاداتِ ابن قیّم :

کوئی بندہ جتنا زیادہ گناہ گار ہوتا یہ رغبت الیٰ اللہ اتنی ہی کم ہو جاتی ہے اور کسی کا ایمان جتنا قوی ہو اتنی ہی یہ زیادہ ہوجاتی ہے ۔علّامہ ابن قیّم لکھتے ہیں:''اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے مال و دولت سے خالی ہونے اور عمل میں محنت کرنے میں لگا دیتا ہے اور اس توفیق کے ساتھ ہی وہ اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور اس کی رحمت میں راغب بھی رہتا ہے اور یہ دونوں چیزیں دونوں چیزیں حصول تو فیق کا سبب ہیں ول میں جتنی رغبت وخوف ہوگا اتنا ہی توفیق خیر وعمل زیادہ نصیب ہوگی۔

مخلوق سے ڈرنا ذلت و رسوائی ہے جبکہ جو شخص اپنے خالق سے ڈرگیا وہ عز وشرف کے ساتھ جئے گا'اس کی زندگی سعادت وخوشحالی سے بھر پور ہوگیا اور اللہ اس کی بھرت کو روشن کر دے گا اور وہ نصیحت پانے والا ہوگا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿سَيَذَّكَّرُ مَن يَخْشَىٰ﴾

''جو خوف کھاتا ہے وہ تو نصیحت پالے گا''۔(الاعلیٰ:۱۰)

اور وہ مواعظ اور عبرتوں سے نصیحت وعبرت پائے گا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾

''جو شخص (اللہ کا) ڈر رکھتا ہے اس کے لئے اس قصہ عبرت ہے''۔(النازعات:۲۶)

ایسے شخص کیلئے اللہ کی کتاب قرآن کریم باعث سعادت ونصیحت بن جاتی ہے ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:﴿مَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ (2) إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ﴾

''ہم نے آپ پر (اے نبی!) قرآن اسلئے نہیں اتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کیلئے (نازل کیا ہے) جو ہمارا خوف رکھتا ہے۔''(طٰہٰ:۲۔۳)

یہ خوف وخشیتِ الٰہی اللہ تعالی کی طرف سے مغفرت وبخشش اور اجر وثواب عظیم کی موجب بھی ہے ۔ چنانچہ اس بات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ نے فرمایا ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

''بیشک وہ لوگ جو بن دیکھے رہے رب سے ڈرتے ہیں'انکے لئے بخشش اور ثواب اَجرِ عظیم ہے''۔(الملک:۱۲)

اپنے رب کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں اور اس کی تدبیر سے پرامن مت ہوئے اور اس کی سزا سے ڈرتے رہے ۔روزی کے منقطع ہوجانے یا شفاء کے لیٹ ہوجانے یا مشقت کے گھر لینے جیسے امور میں اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں ۔ارشادِ الٰہی ہے:﴿اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾

''ان ظالموں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور یہ بھی مقصود ہے کہ میں تمہیں اپنی نعمتیں بخشوں اور یہ بھی کہ تم راہ راست پر چلو''۔(البقرہ:۱۵)

اللہ سے مدد طلب کرنا:

بندہ خود اپنے طور پر بہت ہی کمزور ہے اور اپنے قوتوں والے رب کی مدد کا محتاج ہے اور اللہ سے مدد طلب کرکے وہ مخلوق کی مدد سے مستغنی و بے نیاز ہو جاتا ہے۔جو شخص کسی چیز کو پانے میں کوشاں ہو مگر وہ اللہ سے مدد طلب نہ کرے اور نہ ہی اس کے حصول میں اپنے آپ کو اللہ کے در کا فقیر سمجھے تو اس کے سامنے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور تمام کامیابیاں اس کے لئے مشکل ہو جاتی ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو فرمایا تھا: احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ۔

"اے نوجوان! میں تمہیں چند کلمات سکھلانے جا رہا ہوں: اپنے اللہ (کے احکام و دین) کی حفاظت کرو وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو اسے (مدد کیلئے ہمیشہ) اپنے سامنے پاؤ گے، جب سوال کرو تو صرف اللہ سے کرو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ ہی سے کرو"۔[1] (ترمذی)

حکم الٰہی و دعوتِ انبیاء:

اللہ سے مدد طلب کرنا ایسا کام ہے کہ دین کا دار مدار ہی اسی پر ہے چنانچہ اللہ نے بندوں کو سکھلایا ہے کہ یہ کہا کرو: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں"۔(الفاتحہ:۵)

انبیاء ورسل کے اپنی اپنی قوم کو بھی اللہ ہی سے مدد مانگنے کا حکم فرمایا چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا﴾

"موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر و ثبات سے کام لو"۔(الاعراف:۱۲۸)

ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کی جائے گی اور اسی کے سوا کسی سے مدد بھی نہ مانگی جائے۔اور بندے کی عزت کا کمال اس کے اپنے رب کے ساتھ حسن تعلق میں پہچاں ہے۔

استوارئی تعلقات:

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ فضل ہے کہ جس نے اس سے تعلقات استوار کر ئیے وہ اسکی مدد کرتا ہے۔ازق اطاعت الٰہی اور اس سے مدد طلب کرنے سے آسان ہو جاتا ہے اور جتنا اللہ پر توکل و بھروسہ ہو گا اتنا ہی یہ زیادہ ہوتا جائے گا۔اشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا (2) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾

"جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے (مشکلات سے نکلنے کا) راستہ بنا دے گا اور اسے وہاں سے رزق دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی

[1] ترمذی:2516۔

نہ ہو“۔(الطلاق:۲-۳)

یہ زندگی آفتوں اور مشکلات سے بھری ہوئی ہے ارشادِ الٰہی ہے:﴿لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡ کَبَدٍ﴾
”ہم نے انسان کو تکلیف (کی حالت) میں (اپنے والا) بنایا ہے“۔(البلد:۴)

دشمن سے اللہ کی پناہ:

ہر مخلوق کے جنّ وانس میں سے کئی دشمن ہیں اور میں سے سب سے پہلے نمبر پر ابلیس ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا﴾
”بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو“۔(الفاطر:6)

بندے کیلئے اللہ کی جناب کو اپنا حامی بنائے اور صرف اسی سے پناہ لئے بغیر کوئی چاوہ ہی نہیں ہے اور نہ ہی مصائب ومشکلات میں اس کا دامن پکڑے بِغیر کوئی راستہ ہے۔رب تعالیٰ جبروت وکبریائی اور عزت وجلال کو ے صفاف کا مالک ہے۔جس نے اس کا دامن مضبوطی سے تھام لیا اسے کسی کی طرف سے کوئی اذیت نہ پہنچ سکے گی اور نقصان اس سے دور ہٹ جائے گا اگر یہ کسی سبب کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:مَنۡ نَزَلَ مَنۡزِلًا ، ثُمَّ قَالَ : أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمۡ يَضُرَّهُ شَيۡءٌ حَتَّى يَرۡتَحِلَ مِنۡ مَنۡزِلِهِ ذَلِكَ
’جس نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا اور وہاں اتر کر یہ کلمات کہہ دیئے:(اعوذ بکلمات اللہ التامّات من شرّ ما خلق)”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات کاملہ کے ساتھ تمام مخلوق کے شرّ وبرائی سے“۔
اسے اس جگہ پر رہتے ہوئے اس وقت تک کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک کہ وہ اس جگہ سے کوچ نہ کر جائے“۔امام قرطبی فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے یہ حدیث سنی۔[1](صحیح مسلم)
اور اس پر عمل پیرا رہا تب تک کسی چیز نے نقصان نہیں پہنچایا یہاں تک کہ ایک مرتبہ میں نے اس (دعاء) کو پڑھنا چھوڑ دیا تو مہدیہ کے مقام مجھے رات کے وقت بچھو نے ڈس لیا۔میں نے دل ہی دل میں سوچا تو پتہ چلا کہ میں ان کلمات (دعاء) کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگنا بھول گیا تھا۔

نفع ونقصان کا مالک:

مخلوق کو اذیت پہنچتی رہتی ہے اور اسکی زندگی اسی وقت تک خوشگوار وفارغ البال بہتر ہوسکتی جب تک کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط نہ کر لے اور اسی سے پناہ نہ مانگ لے کیونکہ ضرر ونقصان اور فائدہ سب اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اگر کوئی شخص یا چیز آپ کو نقصان پہنچانا چاہے تو اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ اللہ نہ چاہے۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی مذکورۂ سابقہ حدیث کے اگلے الفاظ میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:وَاعۡلَمۡ أَنَّ الۡأُمَّةَ لَوِ اجۡتَمَعُوا عَلَى أَنۡ يَضُرُّوكَ بِشَيۡءٍ لَمۡ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيۡءٍ

[1] صحیح مسلم:2708۔

قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ۔

یہ بات خوب سمجھ لو کہ اگر ساری امت بھی تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی سوائے اس چیز کے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیئے لکھ رکھی ہے''۔[1] (ترمذی)

پناہ مانگنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات کے شرّ سے صبح کے خالق کی پناہ مانگنے والے سے اس چیز کو زائل و دفع کر دے جس سے وہ ڈرتا اور خوف کھاتا ہے اور وہ شخص جو اللہ کے در پر بیٹھ جائے اور مضبوطی سے اس کی دہلیز کو پکڑ لے اور ہر معاملہ میں اللہ کی پناہ طلب کرے وہ اہل مکر و فریبی اور اہل شرّ سے بچ کر انتہائی مضبوط قلعے میں محفوظ ہو جاتا ہے اور مصائب و مشکلات میں ہمارے رب کے سوا ہمارا کوئی آسرا نہیں اور نہ ہی اس کے سوا ہمارا کوئی ملجا و ماویٰ ہے۔ اللہ سے استغاثہ کرنے اور مدد طلب کرنے والا اور اللہ سے پناہ و تحفظ کرنے والا دعاء کی اقسام میں سے خاص کرین دعائیں مانگتا ہے۔

استغاثہ و مدد طلبی:

مصائب و شداء دشمنوں کے مکر و فریب اور تنگی و مشکل اوقات میں انبیاء و صالحین نے رب عظیم سے ہی استغاثہ و مدد طلب کی۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ﴾

''جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کر لی (اور فرمایا) کہ (تسلی رکھو) ہم ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کریں گے جو کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے جائیں گے''۔ (الانفال:۹)

دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾

'بھلا کون بیقرار (مجبور) کی فریاد و التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعاء کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟''۔ (النمل:٦٢)

مردوں کو پکارنا لا حاصل:

جو شخص مردوں کو پکارے نہ اسکی نداء و پکار سنی جائے گی اور نہ ہی اس کی کو حاجت پوری کی جائے گی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (13) إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

''اور جن لوگوں کو تم اس (اللہ) کے سوا پکارتے وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور اگر سن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول (پورا) نہ کر سکیں (اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کر دینگے)''(الفاطر:

---

[1] ترمذی:2516۔

۱۳ ـ ۱۴)

صرف علّام الغیوب کو پکارو:

جب آپ پر مصائب نازل ہو جائیں اور مشکلات سخت ہو جائیں تو علّام الغیوب کو مدد کیلئے پکارو کیونکہ اشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾

''اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے''۔(یٰسین:۸۲)

بندوں کے افعال کے ساتھ اللہ کو منفرد ماننا عقیدے کی صفائی اور ایسی سعادت ہے جو سارے معاشرے کیلئے عام ہوتی ہے اور دلوں کیلئے باعث اطمنان ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (21) الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

اے لوگوں! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو، جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کیلئے انواع واقسام کے پھل پیدا کئے پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو''۔(البقرہ:۲۱ـ۲۲)

ابوابِ سعادت اور عافیتِ قلب:

مسلمانو! سعادت وخوشحالی اور خیر و برکت کے دروازے اللہ کے ساتھ تعلق کی بناء پر کھلتے ہیں اور شرور و برائیوں کے دروازے توبہ واستغفار کے ساتھ بند ہوتے ہیں اور دل کی صحت وعافیت کا دارومدار گناہوں کے ترک کرنے پر ہے۔بندے کا دل اللہ کی ذات سے محبت، اس کے عذاب کے خوف اور اس کے فضل وکرم کی امید پر اللہ کی طرف کھلا چلا جائے تو یہ دنیا کی نعمتوں کے حصول ذریعہ بن جاتا ہے۔خوف آپ کو اللہ کی معصیت ونافرمابرداری پر مادہ کرے گی اور اس کی محبت آپ کو اس کی طرف کھینچ لے جائے گی لہٰذا اپنے تمام تر اعمل خالص اللہ تعالیٰ کیلئے سرانجام دیں اور ظاہر و باطن میں انہیں کامل ترین شکل میں ادا کریں اور اس بات کا یقین کامل رکھیں کہ اللہ تمام چھپی باتوں کو اور دلوں کی نیتوں کو جاننے والا اور مخفی اشیاء کا علم اور بصیرت رکھنے والا ہے۔

ابواب خیر و برکات: صدقات وخیرات: فلاح دنیاو آخرت

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی

۱/۴/۲۰۰۵ء، ۲۲/۲/۱۴۲۶ھ

اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہونے اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کے ذریعے اللہ سے ڈرتے رہیں یہی دنیاو آخرت کی سعادت وخوشحالی کا باعث ہے اور تقویٰ وڈر سے لاپرواہو جانا بہت بڑے خسارہ ونقصان اور سخت برے انجام کا موجب ہے۔

اجرِ اعمال میں تفاوت:

اللہ کے بندو! اعمال صالحہ اللہ کے نزدیک ان افعال واعمال کو سرانجام دینے والے شخص اور دوسرے لوگوں کیلئے انکے نفع آور مفید ہونے کی نسبت سے فضیلت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ جاتے ہیں اور ان کا اجر وثواب بھی ان کے دائمی وعمومی نفع کی وجہ سے دو بالا ہوجاتا ہے۔ وہ نیکیاں جن کا اجر وثواب مسلسل جاری رہتا ہے اور وہ صدقات جو کہ دنیاو آخرت میں نفع بخش میں سب نیکی واحسان کے ضمن میں آتے ہیں جو کہ اسلام کے اعلیٰ ترین مراتب میں سے ہے اور یہ دین تو اسلام وایمان اور احسان کے ملموعے کا نام ہے۔

نیکی واحسان:

جبکہ احسان یہ ہے کہ آپ اس طرح اللہ کی عبادت کریں گویا کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم ازکم اتنا تو ہونا ہی چاہیئے کہ اس بات کا یقین کامل ہو کہ ہمیں عبادت کرتے وہ دیکھ رہا ہے۔ اور احسان کے مفہوم میں ہی یہ بات بھی شامل ہے کہ عمومی منافع اللہ کی مخلوقات کو رضاء وخوشنودی ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ (133) الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

''اپنے رب کی طرف سے حاصل ہونے والی مغفرت وبخشش کی طرف لپکو اور اس جنت کو پانے کی طرف جلدی کرو جس کا عرض وچوڑائی اتنی ہے جتنی کہ آسمانوں اور زمین کی ہے اور وہ (جنت) ان اہلِ تقویٰ کیلئے تیار کت گئی ہے جو کہ خوشحالی وتنگدستی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے (روکتے) ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

(آل عمران: ۱۳۳۔۱۳۴)

دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾

''اور نیکی واحسان کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ نیکو کاروں سے محبت کرتا ہے''۔ (البقرہ: ۱۹۵)

ایک جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾

''اور جو (مال) تمہیں اللہ نے عطا فرمایا ہے اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجئے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلا یئے اور جس اللہ نے آپ سے

بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی ونیکی کریں''۔ (القصص:۷۷)

آگے جا کر ایک مقام پر ارشاد الٰہی ہے:﴿فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى (14) لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى (15) الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى (16) وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى (17) الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (18) وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَى (19) إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى (20) وَلَسَوْفَ يَرْضَى﴾

''میں نے تمہیں بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا ہے'اس میں وہی داخل ہوگا جو کہ بڑا ہی بد بخت ہے' جس جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ اور بڑا پرہیز گار ہے وہ (اس سے) بچا لیا جائے گا جو اللہ مال دیا ہے تاکہ پاک ہو اور (سلئے) نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جسکا وہ بدلا اتار رہا ہے بلکہ اپنے عالی مقام رب کی رضاء وخوشنودی حاصل کرنے کیلئے دیتا ہے اور وہ عنقریب خوش ہو جائے گا''۔ (اللیل:۱۴۔۲۱)

اسی طرح ایک جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا (8) إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا﴾

وہ اللہ کی محبت میں (خود کھانے کی ضرورت ہونے کے باوجود مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں (اور انہیں کہتے ہیں:) ہم تمہیں صرف اللہ کی رضاء کی خاطر کھانا کھلاتے ہیں' ہمیں آپ سے کسی بدلے اور شکریئے کی کوئی طلب نہیں ہے''۔ (الدھر:۸۔۹)

صدقہ وخیرات خود اپنے او پر نیکی واحسان:

صدقات وخیرات میں خود صدقہ کرنے والے کی طرف سے اپنی ذات پر بھی نیکی واحسان ہوتا ہے کیونکہ اللہ اسے ایک نیکی کرنے پر دس گناہ سے لیکر سات سوگنا تک اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ اجر وثواب عطا فرماتا ہے ارشاد الٰہی ہے:﴿مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

''جس نے ایک نیکی کی اسے دس گنا (اجر وثواب) ملے گا اور جس نے کوئی گناہ و برائی کی تو اسے صرف اسی قدر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا''۔ (الانعام:۱۶۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ، ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ، فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ، وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً، فَإِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللهُ لَهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً۔ (صحیح بخاری)

'اللہ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ رکھا ہے۔ اگر کوئی شخص نیکی کا ارادہ کرے مگر اسے سرانجام نہ دے پائے تو اللہ اس کے لئے اپنے پاس پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر کسی نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر بھی گزرا تو اللہ اس کے لئے اپنے پاس اس سے لیکر سات سوگنا اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ نیکیاں لکھتا ہے اور اگر کسی نے برائی کا ارادہ کیا اور اسے کر بھی گزرا تو اللہ اسے اپنے پاس صرف ایک برائی ہی لکھتا ہے''۔[1]

[1] صحیح بخاری:6491۔

جزبہ وصفتِ رحم وکرم:

صدقہ کرنے والاشخص اپنے صدقات وخیرات کے ذریعے خود اپنی ذات پر بھی نیکی واحسان کرتا ہے کیونکہ صدقہ کرنے کی بدولت وہ رحم وکرم کی صفت سے متصف قرار پاتا ہے اور یہ تمام صفات حسنہ سے زیادہ معزز ومکرم صفت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ۔

"جذبہ رحم وکرم صرف بدبخت (کے دل) سے ہی نکالا جاتا ہے"۔[1] (ابوداؤد وترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ۔

'رحم کرنے والوں پر نہایت رحم کرنے والا اللہ رحم وکرم کرتا ہے۔ تم اہل زمین پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو کہ آسمان پر ہے"۔[2] (ابوداؤد وترمذی)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے: مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى۔

"باہم محبت ومودت، باہمی رحم وکرم اور باہمی عطف ومہربان کے معاملہ میں مؤمنوں کی مثال ایک جسم جیسی ہے کہ جب اس کا کوئی عضو بیمار ومبتلائے تکلیف ہو تو سارا جسم ہی اس کی وجہ سے رتجگے اور بخار ومبتلا ہو جاتا ہے"۔[3] (بخاری ومسلم)

رد بلاء ودفع مشکلات اور کفارہ سیئات:

صدقہ کرنے والا اپنے اس عمل سے خود اپنے آپ پر بھی احسان کرتا ہے کیونکہ صدقات وخیرات کی بدولت اللہ تعالیٰ شرّ وبرائی اور مصائب ومشکلات کو دور ہٹا دیتا ہے اور انکی بدولت خیرات وبرکات نازل فرماتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صنائِعُ المعروفِ تَقِي مصارِعَ السوءِ وصدَقَةُ السرِّ تُطفِئُ غَضَبَ الربِّ وصِلَةُ الرحِمِ تزيدُ في العمرِ۔

"نیکیاں کرنے والے کو اس کا یہ عمل ذلت ورسوائی (ہلاکت گاہوں) سے بچاتا ہے۔ درپردہ صدقہ کرنا اللہ کے غضب وناراضگی کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرنا عمر میں درازی کا باعث بنتا ہے"۔[4] (معجم طبرانی کبیر، مجمع الزوائد میں امام ہیثمی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ

---

[1] ترمذی: 1923۔
[2] ترمذی: 1924۔
[3] صحیح مسلم: 2586۔
[4] مجمع الزوائد: 3/118۔

"صدقہ اس طرح گناہوں کو مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ بجھا دیتا ہے"۔[1] (سنن ترمذی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: كلُّ امرءٍ في ظلِّ صدقتِهِ حتَّى يفصلَ بينَ النَّاسِ

"قیامت کے دن ہر کوئی اپنے صدقات کے سائے میں رہے گا یہاں تک کہ لوگوں کے مابین فیصلہ ہو جائے"۔[2] (مسند احمد و معجم طبرانی کبیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِنْ صَدَقَةٍ

"صدقہ کرنے سے مال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی"۔[3] (سنن ترمذی)

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ۔

یا یا پھر فرمایا: "صدقہ مال میں کمی پیدا نہیں کرتا اور معافی تلافی کا رویہ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عزت و وقار میں اضافہ ہوتا ہے اور کوئی بندہ جتنا اللہ کے سامنے تواضع خاکساری اختیار کرے اللہ اسے اتنی ہی بلندی و عزت عطا کرتا ہے"۔[4] (مسلم و ترمذی)

اس بات کی تصدیق خود قرآن کریم میں موجود ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

"اور تم جو چیز خرچ کرو گے وہ اس کا (تمہیں) معاوضہ دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"۔ (سبا:۳۹)

بندے کا حقیقی مال:

صدقہ و خیرات کرنے والا اپنے مال کا وارثوں سے زیادہ مستحق ہے اور مال کا حقیقی نفع تو اس کا اخروی نفع ہے۔ رہا مال کا دنیوی فائدہ تو وہ آدمی کی موت کے سامنے ہی ختم ہو جاتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَفْنَى، أَوْ لَبِسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَاقْتَنَى، وَمَا سِوَى ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بندہ کہتا ہے: میرا مال میرا مال حالانکہ اس مال صرف تین شکلوں میں ہی ہے (۱) جو اس نے کھالیا اور اسے فنا کر دیا (۲) جو اس نے پہن کر پرانا کر لیا (۳) یا پھر صدقہ کر کے اسے آخرت کیلئے چلا دیا (محفوظ کر لیا)۔ اس کے سوا اسکے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اسی ہاتھ سے جانے والا ہے اور اسے وہ لوگوں (وارثوں) کیلئے ترکہ کی شکل میں چھوڑنے والا ہے"۔[5] (صحیح مسلم)

---

[1] ترمذی: 2616۔
[2] مجمع الزوائد: 3/113۔
[3] ترمذی: 2325۔
[4] صحیح مسلم: 2588۔
[5] صحیح مسلم: 2959۔

قَالَ عَبْدُ اللهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ ؟ قَالُوا : يَا رَسُولَ اللهِ، مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ، قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے وارث کا مال زیادہ پسند ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر کسی کو خود اپنا مال ہی زیادہ پسند ہے“۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس کا اپنا مال صرف وہ ہے جو اس نے (صدقہ کرکے) آگے بھیج دیا اور جو مال اس نے بچا کر پیچھے رکھ لیا وہ اس کے وارثوں کا ہے“۔[1] (صحیح بخاری)

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر:

صدقات اگر صحیح جگہ پر کئے جائیں اور انکے مستحق لوگوں کو پہنچیں تو انکی بدولت اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی مصیبتیں دور کرتا ہے اور ان سے محتاج وضرورت مند کی حاجت وضرورت کو پورا کرتا ہے اور ان سے مساکین وفقراء کی مدد فرماتا ہے اور ان سے اللہ کئی طرح کے منافع ومفادات مہیا فرماتا ہے اور ان کے ذریعے کئی مصلحتیں مہیّا ہوتی ہیں اور انہی کی بدولت اجتماعی تکافل وخود انحصاری حاصل ہوتی ہے اور معاشرہ خود کفیل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ۔

جس نے کسی مومن کی کوئی دنیوی مشکل حل کی اللہ قیامت کے دن اس کی اخروی مشکلات کو حل فرمائے گا اور جس کی کسی تنگدست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا وآخرت میں آسانیا کرے گا' اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ واری کی اللہ اس کی قیامت کے دن پردہ واری کرے گا اور اللہ اس کا مددگار ہے جو اس کے بندوں کی مدد کرتا ہے“۔[2] (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ۔

”جو شخص اپنے کسی بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورتوں کو پورا کرے گا“۔[3] (ابوداؤد)

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ایک مومن دوسرے مومن کیلئے ایک عمارت کی طرح ہوتا ہے جس کے مختلف حصے ایک دوسرے کیلئے قوت وطاقت کا باعث بنتے ہیں اور (اسے واضح کرنے کیلئے) نبی ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ایک

---

[1] صحیح بخاری:6442۔
[2] صحیح مسلم:2699۔
[3] ابوداؤد:4893۔

دوسرے میں ڈالا"۔[1] (صحیح بخاری ومسلم)

ابوابِ خیر و برکت:

ابواب خیر جو مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں وہ بکثرت ہیں اور نیکی کے راستے بھی کئی ہیں۔ وہ صدقہ جو خالص رضاء الٰہی کے حصول کیلئے کیا گیا ہو اور صحیح مستحق شخص کے ہاتھوں تک پہنچ جائے یا خیراتی ادارے کو ملے جو اسے مستحقین پر تقسیم کردے اس صدقے کو اللہ تعالیٰ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کا اجر وثواب بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرماتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا تَصَدَّقَ أَحَدٌ بِصَدَقَةٍ مِنْ طَيِّبٍ - وَلَا يَقْبَلُ اللهُ إِلَّا الطَّيِّبَ - إِلَّا أَخَذَهَا الرَّحْمَنُ بِيَمِينِهِ، وَإِنْ كَانَتْ تَمْرَةً تَرْبُو فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ حَتَّى تَكُونَ أَعْظَمَ مِنَ الْجَبَلِ، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ أَوْ فَصِيلَهُ

"جس نے اپنے پاکیزہ مال سے صدقہ کیا اور اللہ صرف پاک مال کو ہی قبول کرتا ہے۔ اسے اللہ مہربان اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے وہ اگر چہ صرف ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو وہ اس نہایت مہربان ذات گرامی کی ہتھیلی میں بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے جس طرح کہ تم میں سے کوئی شخص (بڑی دیچی سے) اپنی گھوڑی کے بچھڑے یا اونٹنی کے بچے کو پالتا ہے"۔[2] (ترمذی)

صدقاتِ جاریہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔[3] (صحیح مسلم)

زمینوں کو وقف کر دینا جن کا غلہ و پیداوار طالب علموں اور فقراء و ناداروں کے لئے خاص کر دیا جائے حرمین شریفین میں یا دوسرے مقامات پر سرائیں تعمیر کرنا تا کہ ان میں اللہ کے نیک بندے اور مستحق لوگ رہائش اختیار کریں، مساجد تعمیر کرنا اور انکی مرمت وخدمت کا اہتمام کرنا، ہسپتال و مدارس تعمیر کرنا اور پبلک مطالعہ کیلئے دینی علوم پر مشتمل لائبریریاں بنانا اور لوگوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کیلئے کنویں کھدوانا اور ٹیوب ویل ونل لگوانا۔ یہ سب اور ایسے ہی دیگر تمام اعمال خیر بہترین نیکی و احسان اور صدقہ جاریہ ہیں۔ خیر و بھلائی کے راستے کتنے بکثرت ہیں اور یہ کس اطاعتیں قدر آسان ہیں لیکن ان کے لئے جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق سے نواز دے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ابْغُونِي ضُعَفَاءَكُمْ، فَإِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُنْصَرُونَ بِضُعَفَائِكُمْ۔

"مجھے اپنے کمزور لوگوں میں تلاش کرو۔ تمہیں فتح ونصرت اور رزق تمہارے ضعفاء و کمزور لوگوں کی بدولت ہی دیا جاتا ہے۔[4] (ترمذی)

---

[1] صحیح بخاری:2446۔
[2] ترمذی:661۔
[3] صحیح مسلم:1631۔
[4] ترمذی:1702۔

سلف کا اندازِ انفاق:

سلف صالحین امت ہر طرح کی نیکی کرنے اور ہر نیکی کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف لپک لپک کر جایا کرتے تھے۔

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ أَحَبَّ أَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرَحَاءُ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا، وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ. قَالَ أَنَسٌ: فَلَمَّا أُنْزِلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ} قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: {لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ} وَإِنَّ أَحَبَّ أَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرَحَاءُ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ، أَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللهِ، فَضَعْهَا، يَا رَسُولَ اللهِ، حَيْثُ أَرَاكَ اللهُ. قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں سے مالی اعتبار سے سب سے بڑھ کر تھے اور ان کے نزدیک ان کا سب قیمتی اثاثہ بیرحاء نامی جگہ تھی جو کھجوروں کے باغات پر مشتمل تھی اور اس کا پانی انتہائی میٹھا و خوش ذائقہ تھا اور وہ نبی اکرم ﷺ کی مسجد کے قریب ترین بھی تھا۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے اپنی یہ زمین اللہ کی راہ میں صدقہ کر دی ہے اور میں اس سے نیکی کمانا اور توشہ آخرت بنانا چاہتا ہوں لہٰذا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اسے جہاں مناسب سمجھیں وقف فرما دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا بات ہے آفرین و شاباش یہ تو بہت ہی قیمتی و نفع آور سودا اور انتہائی مفید مال تجارت ہے"۔[1] (بخاری و مسلم)

مدد تعاون:

لہٰذا اللہ آپ پر رحم فرمائے! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے جو مال و اسباب عطا کر رکھے ہیں ان سے اپنے آپ پر نیکی و احسان کرو اور طرح طرح کے محتاج جوں ضرورتمندوں مثلاً فقراء یتامیٰ، معذور لوگوں کی مدد کریں اور ان نوجوانوں کا تعاون کریں جو شادی کرنا چاہتے ہیں مگر مالی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان طلبہ علوم دینیہ کا تعاون کریں جو حصول علم میں مصروفیتں کی وجہ سے دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتے بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو اس کام کیلئے وقف کر رکھا ہے۔ تحفیظ القرآن کے مدارس و اداروں، بیماروں اور مقروض لوگوں کا تعاون کریں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

"جو نیکی و بھلائی اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے تم اللہ تعالیٰ کے پاس پالو گے۔ یہ بہت ہی بہتر اور اجر عظیم کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش مانگتے رہا کرو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔ (المزمل: ۲۰)

---

[1] صحیح بخاری: 1461

توشۂ آخرت وصدقۂ جاریہ:

اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتے رہا کریں جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور دین اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو پکڑے رہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر کسی کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے آگے کیا (عمل) بھیجا ہے"؟ (الحشر:١٨)

دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

"تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہیں کما سکتے جب تک کہ اس مال سے خرچ نہ کرو جسے کہ تم خود پسند کرتے ہو اور تم جو چیز بھی خرچ کرو گے۔ اللہ اسے جاننے والا ہے"۔ (آل عمران:٩٢)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔

"جب کوئی انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے سوائے تین چیزوں کے (ان کا ثواب اسے پہنچتا رہتا ہے) (١) صدقۂ جاریہ (٢) وہ علم جس سے لوگ استفادہ کرتے رہیں (٣) نیک اولاد جو اس کے لئے دعاء کرتی رہے"۔[١] (صحیح مسلم)

اے مسلمان! کسی بھی نیکی کو حقیر و معمولی ہرگز نہ سمجھیں۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا۔[٢] (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (7) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾

"جو ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا"۔ (الزلزال ٧-٨)

اور دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

"اور خیر و بھلائی کے کام کرتے رہو تا کہ فلاح و کامیابی پا جاؤ"۔ (الحج:٧٧)

---

[١] صحیح مسلم:1631۔
[٢] صحیح مسلم:2626۔

بدعات کے اسباب وتباہ کاریاں

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی

۱۴۲۶/۲/۲۹ھ، ۲۰۰۵/۴/۸ء

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو۔ تقویٰ کی بدولت اللہ تعالیٰ بندے کے اموال کی اصلاح کرتا اور انہیں سنوارتا ہے'اسی کے ذریعے وہ انکے سینوں کو کھولتا (شرح مدد کرتا) ہے اور اسی کی بناء پر وہ دنیا وآخرت میں ان کے انجام کو سنوارتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

''وہ (جو) آخرت کا گھر (ہے) ہم نے اس ان لوگوں کیلئے (تیار) کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم وتکبر اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور (نیک) تو پرہیز گاروں کا ہے''۔(القصص:۸۳)

اسلام: ایک عظیم نعمت:

اے اللہ کے بندو! اللہ کی اس کے بندوں پر عظیم نعمتوں میں سے ہی ایک نعمت یہ دین اسلام ہے جو کہ حق و باطل' حلال وحرام' خیر وشر اور راہ ہدایت وراہ ہلاکت کے مابین فرق کرتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

''بھلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیئے روشنی کردی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہوسکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے؟(الانعام:۱۲۲)

بدعات کی تباہ کاریاں اور ان کے جنم لینے کے اسباب:

دین اسلام کو تباہ کرنے والے امور میں سے سب سے بڑی چیز وہ گمراہ کن بدعات ہیں جن پر عمل پیرا شخص اپنے آپ کو حق وصواب پر سمجھتا ہے حالانکہ درحقیقت وہ گمراہی پر ہوتا ہے۔

(ا) جہالت:

یہ گمراہ کن بدعات جہالت کے سبب جنم لیتی ہیں۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ﴾

''لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہوتے ہیں''۔(الانعام:۱۱۱)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾

''اور اکثر لوگ جو زمین پر آباد ہیں (گمراہ ہیں) اگر آپ ان کا کہا مانیں گے تو وہ آپ کو اللہ کی راہ بھلا دینگے'یہ محض خیال وگمان کے پیچھے نکلتے

ہیں اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں“۔(الانعام:۱۱۶)

(۲) خواہشات کی پیروی:

گمراہ کن بدعات کے وجود میں آنے کا دوسرے سبب خواہشات نفس بھی ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

”اوراس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔ بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں“۔(القصص:۵۰)

(۳) بدنیتی اور برا قصد وارادہ:

گمراہ کن بدعات کے ظہور پذیر ہونے کی وجوہات میں سے ہی بدنیتی و ہرا قصد وارادہ بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا﴾

”جولوگ زمین میں ناحق غرور تکبر کرتے ہیں، میں انہیں اپنی آیتوں سے پھیر دونگا' اگر یہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لا ئیں اور اگر رشد و ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسے اپنا راستہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کی راہ دیکھیں تو اسے اپنی راہ بنالیں“۔(الاعراف:۱۴۶)

(۴) تعلّم وتعامل حق سے اعراض:

گمراہ کن بدعات کے رو پذیر پر ہونے کے اسباب میں سے ہی حق سیکھنے سے اعراض و روگردانی کرنا اور اس پر عمل کرنے سے منہ پھیرنا بھی ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى (123) وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى﴾

”جس نے میری ہدایت کی پیروی کی وہ گمراہ نہ ہوگا اور نہ ہی وہ شقاوت و تکلیف میں مبتلا ہوگا اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی اجیرن (تنگ) ہوجائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے“۔(طٰہٰ:۱۲۳۔۱۲۴)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا أَبَدًا﴾

”اوراس سے ظالم ہے جسے اس کے رب کے کلام سے سمجھایا گیا تو اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کے ہاتھ جو اعمال آگے بھیج چکے انہیں راہ بھول گیا۔ ہم نے انکے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل (پیدا کردیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر آپ انہیں راستے کی طرف بلائیں تو کبھی راستے پر نہیں آئیں گے“۔(الکھف:۵۷)

(۵) ہچو ما دیگرے نیست پر اڑ جانا:

ضلالت وگمراہی میں مبتلا کرنے والی بدعات کے پیدا ہونے کے اسباب میں سے ہی ایک سبب انسان کا اپنے آپ اور اپنی رائے پر

اڑ جانا اور خوش فہمی میں پڑ جانا بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ﴾

''بھلا جس شخص کو اس کے اعمال بد آراستہ کر کے دکھائے جائیں اور وہ انہیں عمل سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکو کار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟) بیشک اللہ جیسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے''۔ (فاطر: ۸)

حدیث رسول ﷺ میں ہے: إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ۔

''جب تم دیکھو کہ بخل کی اطاعت و پیروی کی جا رہی ہے، خواہشات کی پرستش ہو رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر کوئی اپنی ہی رائے مرضی کو بہتر سمجھنے پر اڑا ہوا تو اس وقت تمہیں اپنے آپ کا خیال رکھنا ہوگا''۔[1] (ترمذی)

(۶) اہل علم سے دوری اور عدمِ سوال:

ضلالت و گمراہی پھیلانے والی بدعات کے اسباب میں ہی اہل علم سے دور رہنا اور ان سے اپنے امور دینیہ کے بارے سوال نہ کرنا بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

''اگر تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذِکر (اہل علم) سے پوچھ لو''۔ (النحل: ۴۳)

عہد صحابہ میں بدعات کا دم دبا کر بھاگنا:

جہاں یہ سارے اسباب ہی جمع ہو جائیں تو وہاں شقاوت و بدبختی کے تمام اسباب و موجبات یکجا ہو گئے اور ہلاکت یقینی ہو گئی سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم سے اس سے نجات دلانے والی توبہ کی توفیق عطا کر دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک کے آخر میں بعض بدعات نے سر اٹھایا مگر انہوں نے انکا مقابلہ کیا اور قوت دلیل و زورِ بیاں سے اور ڈنڈے کے بل بوتے پر انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور وہ دم دبا کر بھاگ گئیں اور ان کے اندھیرے چھٹ گئے۔

حکام و علماءِ اسلام اور بدعات کی سرکوبی:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے امت مسلمہ کو ان بدعات سے خبردار کیا ہے چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد زری کے اداخر میں خوارج اور قدریہ کی بدعات نے جنم لیا اور پھر کئی بدعات ظہور پذیر ہوئیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں امت اِسلامیہ کو ایسے حکام و علماء سے نوازا جو فتنوں کی آگ بجھاتے رہے اور بدعات کا قلع قمع کرتے رہے۔ حکام و امراء اپنے اقتدار کی طاقت سے بدعات اور فتنوں کی سرکوبی کرتے تھے اور آئمہ و علماء قوت دلیل و زور بیاں سے انکار کرتے رہے اہل علم سنت کی ترویج و اشاعت کرتے آئے ہیں اور لوگوں کو اسلام کے احکام کی تبلیغ کا فریضہ انہوں نے بخوبی ادا کیا اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء و پیروی کرتے ہوئے امت مسلمہ کو اس بات سے خبردار کیا کہ وہ کہیں

[1] ترمذی: 3058۔

فتنوں سے متاثر نہ ہوجائے۔

بدعات کی مذمت: حدیث شریف میں:

نبی اکرم ﷺ بھی امت کو فتنوں اور بدعات میں مبتلا ہونے سے خبردار کیا کرتے تھے۔

(۱) چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا، وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا، وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ مُهْلِكَتِي، ثُمَّ تَنْكَشِفُ، وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ: هَذِهِ هَذِهِ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ، فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ، وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ، فَلْيُطِعْهُ إِنِ اسْتَطَاعَ، فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ۔

”مجھ سے پہلے ایسا کوئی نبی نہیں گزرا جس پر یہ واجب نہ ہو کہ وہ اپنی امت کی راہنمائی پر کام کی طرف کرتے جو وبھلائی والا ہو اور وہ اس کے علم ہو اور انہیں پر اس شرّ و برائی سے خبردار کرے اور بچنے کی تاکید کرے جسے کہ وہ جانتا ہو اور تمہاری اس امت کی عافیت اس کے پہلے حصے میں رکھی گئی ہے اور اس کا آخری حصہ ایسی بلاؤں اور امور میں مبتلا کیا جائے گا جن پر تم نکر کرتے ہو۔ فتنے جنم لیں گے اور وہ او پر نیچے تہہ بدتہہ جمع ہوتے جائیں گے۔ ایک فتنہ سر اٹھائے گا تو مومن کہے گا کہ میری ہلاکت اس میں ہے مگر فتنوں کا وہ بادل چھٹ جائے گا۔ پھر کوئی دوسرا فتنہ ظہور پذیر ہوگا اور مومن کہے گا کہ یہی۔ یہی ہے (جو لے ڈوبے گا جسے یہ بات پسند ہو کہ اسے جہنم سے دور کر دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے چاہئے کہ اسے اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والا ہو اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرے جیسے وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس سے وہ سلوک روا رکھیں جس نے کسی امام وحاکم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اسے اپنے دل کا مل عطا کیا اسے چاہئے کہ اپنے اس کام کی مقدور بھر اطاعت وفرمابرداری کرتے اور اگر کوئی دوسرا بھی اٹھ کھڑا ہو اور اس حاکم کی حکومت کو چھیننا چاہے تو اس کی گردن اڑا دو“۔[1] (صحیح مسلم)

(۲) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ فِتَنًا يَكْثُرُ فِيهَا الْمَالُ، وَيُفْتَحُ فِيهَا الْقُرْآنُ حَتَّى يَأْخُذَهُ الْمُؤْمِنُ وَالْمُنَافِقُ، وَالرَّجُلُ وَالْمَرْأَةُ، وَالصَّغِيرُ وَالْكَبِيرُ، وَالْعَبْدُ وَالْحُرُّ، فَيُوشِكُ قَائِلٌ أَنْ يَقُولَ مَا لِلنَّاسِ لَا يَتَّبِعُونِي، وَقَدْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ مَا هُمْ بِمُتَّبِعِيَّ حَتَّى أَبْتَدِعَ لَهُمْ غَيْرَهُ، فَإِيَّاكُمْ وَمَا ابْتُدِعَ فَإِنَّ مَا ابْتُدِعَ ضَلَالَةٌ۔

” تمہارے بعد فتنے سر اٹھائیں گے۔ مال ودولت عام ہو جائے گی۔ اس زمانے میں قرآن کھول دیا جائے گا (اور اس کا علم عام ہو جائے گا) حتّی کہ مومن ومنافق، مرد وزن، غلام وآزاد، بچہ وبڑا ہر کوئی اسکا علم حاصل کرلے گا اور قریب ہے کہ کہنے والا کہے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے یہ مری پیروی کیوں نہیں کرتے حالانکہ میں قرآن پڑھا ہوا ہوں۔ اور وہ اس کی پیروی نہیں کریں گے جب تک کہ وہ انکے

[1] صحیح مسلم:1844۔

لئے اس قرآن سے ہٹ کوئی بدعت ایجاد نہ کرے۔ لہٰذا خبر دار رہیں اور بچیں کہ جو ایجادِ نو ہوگی وہ سراسر گمراہی ہوگی"۔[1] (ابوداؤد)

مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھانا:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا۔

"جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے"۔[2] (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ۔

"مسلمان کو گالی دینا فسق (گناہ کبیرہ) ہے اور اس سے قتال و جنگ کرنا کفر ہے"۔[3] (صحیح بخاری ومسلم)

بعض لوگوں کا نعمتوں سے اکتا جانا:

مسلمانو! لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کی نعمتوں پر صبر تحمل نہیں کرتے بلکہ وہ ان نعمتوں سے بھی اپنے کرتوتوں کے ساتھ جنگ چھیڑ لیتے ہیں اور ان کے مسلسل نازل ہوتے چلے آنے سے اکتا جاتے ہیں اور ایسی کرنے سے وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں اور دوسروں کو بھی نقصان دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللَّهِ يَكْفُرُونَ﴾

"کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ اس کے گردونواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟"۔ (العنکبوت: ٦٧)

نعمتِ امن وامان:

امن وامان اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی نعمت اور اس کا بہت ہی عظیم انعام ہے۔ اسی کی بدولت دین و دنیا کے مصالح ومفادات اہم پہنچتے ہیں۔ اور اس نعمت کے سلسلہ میں ہم پر یہ واجب ہے کہ ہم اللہ کا شکر ادا کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت بجالائیں اور ہر کسی سے اس امن وامان کو محیط ومحفوظ رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ (3) الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾

"پس چاہیے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے کھانا اور خوف سے امن عطا فرمایا"۔ (القریش: ٣۔٤)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾

"اور جب تمہارے رب نے تمہیں آگاہ کیا کہ اگر شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر ناشکری کروگے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بھی) بڑا سخت ہے"۔ (ابراھیم: ٧)

---

[1] ابوداؤد: 4611۔
[2] صحیح مسلم: 98۔
[3] صحیح مسلم: 64۔

حضرت عبداللہ بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا.

'جو شخص اپنے گھر میں پر امن صبح کرے اس کا جسم صحتمند ہو اور اس کے پاس اس دن کی غذاء موجود ہو تو اس کے لئے گویا دنیا بھر کی نعمتیں سمٹ آئیں'۔[1] (سنن ترمذی)

عَنْ جَدِّهِ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْهِلَالَ قَالَ: اللَّهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ.

حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب پہلے دن چاند دیکھتے تو یہ دعاء فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ أَهْلِلْهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّي وَرَبُّكَ اللهُ.

'اے اللہ! اس چاند کو ہمارے لئے امن وایمان اور سلامتی واسلام کا پیامبر بنادے۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے'۔[2] (سنن ترمذی)

خود اپنے مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا:

خبردار! ان لوگوں کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے جو کہ چاہیے جو کہ جماعت المسلمین اور اپنے ان تباہ کن کرتوتوں تخریب کاریوں اور دہشت گردیوں پر غور فکر کرنا چاہیئے جنکی بدولت وسیع وعریض فساد بپا ہو چکا ہے اور اسلام کا حلیہ بگڑ رہا ہے جبکہ دین ایسی تمام کارردئیوں سے بری ہے۔ ان تخریبی وفسادی افعال میں یا تو امن رزمان سے کھیلنے والوں کی خود اپنی جانیں ضایع ہوتی ہیں جبکہ خود اپنے آپ کو قتل کرنے سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾

''اپنے آپ کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر بڑا ہی مہربان ہے''۔ (النسآء:۲۹)

یا پھر ان کاروائیوں کے نتیجے میں مسلمان اہل وطن یا بیرون مسام سے آئے ہوئے مسلمانوں کی جانیں جاتی ہیں یا پھر اس پاسبانِ امن کی جان جاتی ہے جو کہ انکی حفاظت وسکون اور راحت واطمینان کیلئے راتوں کو جاگتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾

جس نے کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالا اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہے گا' اس پر اللہ کا غضب اور اسکی لعنت ہے اور اس نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔ (النساء:۹۳)

پروانہء امن والے کفار کو اسلام کا تحفّظ:

ان تخریب کاریوں میں اس غیر مسلم کی جان جاتی ہے جو کہ پروانہء امن حاصل کر کے یہاں رہتا ہے اور اس نے اس کے مال وخون کو تحفظ

[1] ترمذی:2346۔

[2] ترمذی:3451۔

بخشا ہے اور اس ظلم و زیادتی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان فسادی کارروائیوں کے نتیجہ میں بعض لوگوں کا ذاتی مال برباد ہوتا ہے یا پھر سرکاری اموال و املاک تباہ ہوتی ہیں۔ پرامن لوگوں کو خوفزدہ اور مرعوب و ہراساں کیا جاتا ہے اور معاشرے میں خوف و ہراس پھیلایا جاتا ہے یہ تمام امور ظلمات اور تہ بہ تہ اندھیرے ہیں اور کبیرہ گناہ ہیں اور اگر کوئی غور و فکر کرنے والا ان میں سے کسی ایک پر بھی گہری نظر ڈالے تو اسے وہ ایک ہی اس شر پر فکری انحراف سے دور کرنے اور اس کے بارے میں اسے متنفر کرنے کیلئے کافی ہے۔

ہتھیار ڈال دیں:

ہم ان لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو حکومت کے حوالے کر دیں اور یہی صحیح راستہ ہے اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں ہے اور اس تخریب کاری و فساد انگیزی سے تو بہ تائب ہو جائیں کیونکہ جو توبہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور اسے معاف کر دیتا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

”جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا انہیں پھانسی چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے۔ یہ ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی ہے اور انکے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تمہارے ان پر قدرت پانے سے پہلے ہی توبہ کر لی تو جان لو کہ بیشک اللہ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے“۔ (المائدہ: ۳۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو ان گمراہ کن فتنوں سے اپنی پناہ بخشے۔

رنگی کو نارنگی:

تعجب بالائے تعجب ہے کہ ان لوگوں کو جن دانس نے شیطانوں نے کس طرح رام کر لیا اور انہیں یہ باور کروا دیا کہ کہ وہ فساد و بگاڑ کو اصلاح و درستگی، شر کو خیر و بھلائی اور باطل کو حق سمجھ رہے ہیں اور ان شیطانوں نے انہیں اہل جہنم والے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ اللہ کی پناہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ﴾

”جسے اللہ فتنہ میں مبتلا (گمراہ) کرنا چاہے تو اس کے آپ کچھ بھی اللہ سے (ہدایت کا) اختیار نہیں رکھتے“۔ (المائدہ: ۴۱)

اللہ سے ڈرتے رہیں اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے رہیں۔ اس کی اطاعت ہی میں سب سے زیادہ درستگی و قوت ہے اور اسلام کے مضبوط آہنی کنڈے کو مضبوط کے ساتھ تھامے رہیں۔

بدعات و محرمات کے نقصانات:

اللہ والو! یہ گمراہ کن بدعات بھی مسلمان کو دینی اعتبار سے اس طرح ضرر و نقصان پہنچاتی ہیں جس طرح کہ اسکے دین کیلئے گمراہی و شہوت رانی

اورخواہشاتِ نفس کی غلامی نقصان دہ اور ضرر رساں ہوتی ہے۔ان سب کے نتیجے میں اس کے دل پرحرام اشیاء کے دبیز پردے جم جاتے ہیں اور بالآخر اس سے نور ایمان بجھ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اشاد فرمایا ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُوا ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾

”پھر انکے بعد چند ناخلق ان کے جانشین ہوتے جنہوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا اسے) کھو دیا اور خواہشات نفس کے پیچھے لگ گئے ۔ سوعنقریب انہیں گمراہی (کی سزا) ملے گی“۔(مریم:۵۹)

شکوک وشبہات اور خواہشات وشہوات کے شیطانی دروازے:

حرام لذتیں دل کو اتنا ہی نقصان دیتی ہیں جتنا کہ جسم زہر۔لہٰذا اے مسلمان! شیطان کے دروازوں سے بچ کر رہیں جن سے وہ آپ تک پہنچتا ہے اور وہ دروازے شکوک وشبہات اور خواہشاتِ نفس وشہوات کے دروازے ہیں۔ان حرام شہوات رانیوں سے باز رہیں اور صبر وہمت کا مظاہرہ کریں اور شکوک وشبہات کو ترک کر کے یقین کی دولت کا پہلو تھامے رکھیں۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلۡنَا مِنۡهُمۡ أَئِمَّةً يَهۡدُونَ بِأَمۡرِنَا لَمَّا صَبَرُواۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾

”اوران میں سے ہم نے آئمہ (پیشوا) بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے“۔(السجدہ:۲۴)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَاصۡبِرۡۖ إِنَّ ٱلۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِينَ﴾

صبر کریں، بیشک (اچھا) انجام اہل تقویٰ کیلئے ہی ہے“۔(ھود:۴۹)

پیوستہ رہ شجر سے:

اے مسلمان! مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ گہری وابستگی قائم رکھیں اور ان کے امام وحاکم کے ساتھ پیوستہ رہیں کیونکہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے اور ریوڑ سے بچھڑی ہوئی بکری کو بھیڑیا کھا جاتا ہے اور انسان کو کھانے والا بھیڑیا شیطان ہے۔

عَنِ الۡعِرۡبَاضِ بۡنِ سَارِيَةَ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَوۡمًا بَعۡدَ صَلَاةِ الۡغَدَاةِ مَوۡعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتۡ مِنۡهَا الۡعُيُونُ وَوَجِلَتۡ مِنۡهَا الۡقُلُوبُ، فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوۡعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَمَاذَا تَعۡهَدُ إِلَيۡنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أُوصِيكُمۡ بِتَقۡوَى اللهِ، وَالسَّمۡعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنۡ عَبۡدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنۡ يَعِشۡ مِنۡكُمۡ يَرَى اخۡتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمۡ وَمُحۡدَثَاتِ الۡأُمُورِ؛ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ، فَمَنۡ أَدۡرَكَ ذَلِكَ مِنۡكُمۡ فَعَلَيۡهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الۡخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الۡمَهۡدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيۡهَا بِالنَّوَاجِذِ.

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ”ایک بار نبی اکرم ﷺ نے وعظ فرمایا جس دل دہل گئے اور آنکھیں بری پڑیں ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تو گویا کوئی الوداعی وعظ ہے ہمیں وصیت ونصیحت فرمائیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور (اپنے امیر کی) سمع واطاعت کرنے کی تلقین کرتا ہوں اگرچہ کسی حبشی غلام کو ہی تمہارے امیر کیوں نہ بنا دیا گیا ہو۔تم

میں سے جوشخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا۔(ایسے میں) تم پر میری سنت اور میرے رشدو ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو اختیار کرنا واجب ہے۔اس پر مضبوطی سے جم جاؤ اور صبر دارنت نئی ایجادات عملیہ سے بچنا کیونکہ یہ بدعت گمراہی ہے"۔[1]

(ابوداؤد وترمذی)

---

[1]) ترمذی:2676۔

مسجد اقصیٰ و بیتُ المقدس: فضائل، مقام و مرتبہ اور اسلامیانِ عالم کی ذمہ داری

امام وخطیب: شیخ عبدالباری الثبیتی
۶/۳/۱۴۲۶ھ/۱۴/۴/۲۰۰۵ء

مقامِ برکات:

قرآن کریم نے بکثرت آیات و مقامات پر بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کی صفت ''برکت'' بیان فرمائی جس کا معنیٰ ہے خیر و بھلائی میں ترقی واضافہ ہونا چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گئی جسکے ارد گرد ہم نے برکت فرمائی ہے''۔ (بنی اسرائیل:۱)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَنَجَّيْنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَٰلَمِينَ﴾

''اور اس (ابراہیم) اور لوط کو اس سرزمین کی طرف سے بچا نکالا جس میں ہم نے اہل عالم کیلئے برکت رکھی ہے''۔ (الانبیاء:۷۱)

تیسری مقام پر فرمایا: ﴿وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ﴾

'' اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے انہیں زمین (شام) کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارثکر دیا''۔ (الاعراف:۱۳۷)

حضرت سلیمان علیہ السلام) کے قصہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ عَاصِفَةً تَجْرِي بِأَمْرِهِ إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عَالِمِينَ﴾

''اور ہم نے تیز ہوا سلیمان کے تابع (فرمان) کر دی تھی جو ان کے حکم سے اس ملک (شام) میں چلتی تھی جس میں نے ہم نے برکت فرئی تھی''۔ (الانبیاء:۸۱)

یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اس ہجرت کے واقعہ کا بیان ہے جو انہوں نے پہلی مرتبہ بیت المقدس اور ملک شام کی طرف فرمائی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے کہلوایا: ﴿يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ﴾

''اے میری قوم! تم ارض مقدس (ملک شام) میں داخل ہو جاؤ جسے اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے''۔ (المائدہ:۲۱)

جب قرآن کریم نے قوم سبا کی بافراغت وخوشحال زندگی کا تذکرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ﴾

”اور ہم نے ان کے اور (شام) کی ان بستیوں کے درمیان، جن میں ہم نے برکت فرمائی تھی (ایک دوسرے سے متصل) دیہات بنائے تھے جو سامنے نظر آئے تھے“۔ (سباء:۱۸)

ان مبارک دیہات سے مراد بیت المقدس کے گرد و نواح کے دیہات اور بستیاں ہیں جیسا کہ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔

میٹھے پانی والی خیز و شاداب زمین:

اللہ تعالیٰ نے ایک زمین کی یہ صفت بیان فرمائی کہ وہ اونچی اور زرخیز و شاداب ہے اور وہ نباتات سے سبزہ زار بنی ہوئی بہترین زمین ہے جس کا پانی چشموں سے جاری ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ﴾

”اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ) اور ان کی ماں کو (اپنی) نشانی بنا دیا تھا اور انہیں ایک اونچی پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں (نتھرا ہوا) پانی جاری تھا، پناہ دی“۔ (المؤمنون:۵۰)

امام ضحاک اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس جگہ سے مراد بیت المقدس ہے اور ابن کثیرؒ نے اسے ہی ظاہر و واضح ترین (راجح) قول قرار دیا ہے“۔

ایک جگہ ارشاد الٰہی ہے: سب سے بڑا ظالم؟: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا﴾

”اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جو لوگوں کو اللہ کی مسجدوں میں ذکر کرنے سے روکے اور انہیں برباد کرنے کی کوشش کرے“۔ (البقرہ: ۱۱۴)

بکثرت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یہاں مساجد سے مراد بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ ہے۔

تباہی کا دوسرا دور:

﴿إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا﴾

”پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا (تو ہم نے اپنے بندے بھیجے)“۔ تاکہ وہ تمہارے چہروں گوڑ دیں اور جس طرح وہ پہلی مرتبہ اس مسجد بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں۔ (بنی اسرائیل:۷)

اس بات پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ ان آیت میں مذکور مسجد سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔

روئے زمین کی دوسری مسجد:

روئے زمین بنائی جانے والی مساجد سے مسجد اقصیٰ دوسرے نمبر پر بنائی گئی ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَيُّ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ. قُلْتُ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: الْمَسْجِدُ الْأَقْصَى. قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: أَرْبَعُونَ سَنَةً، وَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلَاةُ فَصَلِّ، فَهُوَ مَسْجِدٌ.

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! روئے زمین سب سے پہلے کونسی مسجد بنائی گئی تھی؟ اس پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد حرام (مکہ مکرمہ)'' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کونسی! نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسجد اقصیٰ'' میں نے استفسار کیا:''ان دونوں کی تعمیر کے مابین کتنا وقفہ وعرصہ تھا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:''چالیس سال'' پھر آپ کو جہاں نماز کا وقت آ لے وہیں نماز پڑھ اس میں فضیلت ہے۔[1] (بخاری ومسلم)

کانا دجال اور مسجدیں:

بیت المقدس کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ کانا دجال اس میں بھی داخل نہیں ہوگا چنانچہ جنادہ بن ربی امیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک انصاری شخص پاس آئے ۔انکی خدمت حاضر ہوئے تو ان سے عرض کیا:''ہمیں وہ حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے نبی اکرم ﷺ سے سنی ہے''۔اس کے بعد تو ضاہی حدیث ہے جسمیں ہی یہ بھی ہے: علامَتُهُ يَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ أَرْبَعِينَ صباحًا يَبْلُغُ سُلْطَانُهُ كُلَّ مَنْهَلٍ لَا يَأْتِي أَرْبَعَةَ مَسَاجِدَ الكعبَةَ ومسجدَ الرسولِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم والمسجدَ الأقصى والطورَ۔

''اس (دجال) کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ زمین میں چالیس دنوں تک رہے گا۔اس کی سلطنت وغلبہ ہر جگہ پر ہو جائے گا سوائے اس کے کہ وہ چار مسجدوں میں داخل نہیں ہو سکے گا: (۱) مسجد کعبہ (مسجد حرام مکہ مکرمہ) (۲) مسجد نبوی (مدینہ منورہ) (۳) مسجد اقصیٰ (بیت المقدس فلسطین) (۴) مسجد طور۔[2] (مسند احمد۔اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں)

مسجد اقصیٰ میں نماز کی فضیلت اور مقام حشر ونشر:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ سے مروی ہے کہ: تذاكرنا ونحنُ عندَ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم أيُّما أفضلُ مسجدُ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم أوْ بيتُ المقدسِ فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم صلاةٌ في مسجدي هذا أفضلُ من أربعِ صلواتٍ فيه ولَنِعمَ المُصلَّى هو وليُوشِكَنَّ أن يكونَ قوسُهُ من الأرضِ حيثُ يَرَى منه بيتَ المقدسِ خيرًا له منَ الدنيا جميعًا

ہم نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اس بات کا تذکرہ کیا کہ مسجد نبوی افضل ہے یا بیت المقدس مسجد اقصیٰ؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھنا اس مسجد (اقصیٰ) میں چار نمازیں پڑھنے سے بھی افضل ہے اگرچہ وہاں نماز پڑھنے والا بھی بہت ہی اچھا نمازی ہے اور قریب ہے کہ کسی آدمی کی اپنے گھوڑے کو باندھنے کی اسی کے برابر زمین ہوگی جہاں سے بیت المقدس نظر آتا ہوگا تو

[1] صحیح مسلم:520۔
[2] مجمع الزوائد:7/346۔

وہ (قطعہ ٔ راضی) اس کے لئے ساری دنیا سے بہتر ہوگا"۔ یا پھر فرمایا: "وہ اس کیلئے دنیا اور اس کی تمام دولتوں سے برتر ہوگی"۔[1] (مستدرک حاکم وصححہ وفقہ الذھبی)

اور مقام حشر ونشر:

مسند احمد وسنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں نبی اکرم ﷺ کی آزاد کردہ کنیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا:

يَا نَبِيَّ اللهِ، أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَقَالَ: أَرْضُ الْمَنْشَرِ، وَالْمَحْشَرِ، ائْتُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاةً فِيهِ كَأَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ

اے اللہ کے نبی ہمیں بیت المقدس کے بارے فتوی دیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حشر ونشر کی جگہ سے وہاں جاؤ اور اس جگہ (مسجد اقصیٰ میں) نماز ادا کرو۔ اس میں نماز ادا کرنا دوسری تمام مساجد میں نماز سے ایک ہزار گنا زیادہ افضل ہے"۔[2] (ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)

تین مساجد کی طرف رخت سفر باندھنا اور ان میں مضبوط رابطہ وتعلق:

نیکی کی نیت سے مسجد اقصیٰ کی طرف رخت سفر باندھنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اشاد فرمایا: لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى۔

"تین مساجد کے سوا کسی جگہ کی طرف ثواب کی نیت سے رخت سفر باندھنا جائز نہیں ہے۔

(۱) میری یہ مسجد نبوی (مدینہ منورہ) (۲) مسجد حرام (مکہ مکرمہ) (۳) مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔[3] (صحیح بخاری ومسلم)

نبی اکرم ﷺ نے ان تینوں مساجد کے مابین گہری اور مضبوط رابطہ وتعلق کو واضع فرمادیا ہے کہ حصول ثواب وعبادت کی نیت سے صرف انہی تینوں مساجد کی طرف رخت سفر باندھنا جائز ہے کیونکہ یہ سبھی اسلام اور مسلمانوں کی مساجد ہیں ان مسلمانوں کے ملک چاہے الگ الگ ہی کیوں نہ ہوں ان کے رنگ مختلف ہی کیونہ ہوں اور ان کے زمانے بھی ایک دوسرے سے دور دور ہی کیوں نہ ہوں کوئی مسلمان جہاں کہیں سے جب بھی ان مساجد میں سے کسی بھی مسجد کی طرف رخت سفر باندھنا چاہے تو اسکے لئے یہ جائز اور اس کا حق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان تین مساجد کے علاوہ کسی بھی دورے مقام کی طرف عبادت کی نیت سے سفر کرنے سے منع فرمایا ہے وہ جگہ مسجد ہو یا کچھ اور (مزار دربار وغیرہ) اور ان تین مساجد کے سفر (جواز) کو حصر وحد بندی کی شکل میں بیان فرمایا ہے کہ صرف انہی تین کی طرف جائز ہے۔

پانچ نمازوں کا ثواب ۵۰۰:

رخت سفر باندھنے والی یہ حدیث اس اہتمام کا پتہ دیتی ہے جو نبی اکرم ﷺ نے مسجد اقصیٰ کے بارے میں فرمایا تھا اور اس مسجد کی قیمت وبر

---

[1] مجمع الزوائد: 10-4۔
[2] مجمع الزوائد: 10-4۔
[3] صحیح بخاری: 1189۔

کت کو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں مسجدوں حرمین شریفین کی قیمت و برکت کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے‘اس حدیث میں اس بات کی دلیل بھی موجود ہے کہ تینوں مساجد فضیلت و برکت میں ایک دوسرے کے قریب قریب ہی ہیں اور ارجرو ثواب کے معاملہ میں بھی ملتی جلتی ہیں ۔مسند بزار میں ایک حدیث ہے جسے‘امام طبرانی و ابن خذیمہ نے حسن درجہ کی قرار دیا ہے اس میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الصلاۃُ فی المسجدِ الحرامِ بمائۃِ ألفِ صلاۃٍ والصلاۃُ فی مسجدی بألفِ صلاۃٍ والصلاۃُ فی بیتِ المقدسِ بخمسمائۃِ صلاۃٍ

”مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب عام مساجد سے ایک لاکھ گنا زیادہ ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی) میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نماز کے برابر ہے اور بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) میں ایک نماز کا ثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے“۔[1] (صحیح ابن خزیمہ‘مسند بزار ہ معجم طبرانی)۔

گناہوں کا کفّارہ وتطہیر:

نماز کی نیت سے مسجد اقصیٰ میں آنا گناہوں کو مٹاتا اور خطاؤں کو دھوتا ہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَمَّا فَرَغَ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ مِنْ بِنَاءِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ سَأَلَ اللهَ ثَلَاثًا : حُكْمًا يُصَادِفُ حُكْمَهُ، وَمُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ، وَأَلَّا يَأْتِيَ هَذَا الْمَسْجِدَ أَحَدٌ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ فِيهِ إِلَّا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَمَّا اثْنَتَانِ فَقَدْ أُعْطِيَهُمَا ، وَأَرْجُو أَنْ يَكُونَ قَدْ أُعْطِيَ الثَّالِثَةَ ۔

”جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام میں بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ سے تین چیزیں مانگیں فیصلہ جو کہ اس کے فیصلے کی طرح (منصفانہ و برحق) ہو۔انکے بعد کسی کو ان جیسی حکومت و بادشاہی نہ ملے اور جو شخص اس مسجد صرف نماز ادا کرنے کی نیت سے آئے وہ گناہوں یوں پاک ہو جائے جسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ان میں سے دو چیزیں تو انہیں عطا کی گئیں اور مجھے امید ہے کہ انہیں تیسری بھی دے دی گئی ہوگی“۔[2] (نسائی‘ابن ماجہ‘مسند احمد)

فتح بیت المقدس کی بشارت:

نبی اکرم ﷺ نے بیت المقدس کی فتح کی بشارت دی اور اس بشارت کی تائید حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ مروی اس حدیث میں بھی ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ: مَوْتِي ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ۔

”قیامت سے پہلے چھ چیزوں کو (بطور علامات) گن لینا: (۱) میری موت‘اور پھر فتح بیت المقدس“۔[3] (صحیح بخاری)

[1] مجمع الزوائد:10-4۔
[2] ابن ماجہ:1408۔
[3] صحیح بخاری:3176۔

بیت مقدس خلافت اسلامیہ کا پایہ تخت:

آخری زمانہ میں بیت المقدس خلافت اسلامیہ کا پایہ تخت ہوگا چنانچہ حضرت عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا: إِذَا رَأَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتْ أَرْضَ الْمُقَدَّسَةِ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ، وَالْأُمُورُ الْعِظَامُ، وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِي هَذِهِ مِنْ رَأْسِكَ ۔
اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت اسلامیہ نے بیت المقدس کو اپنا پایہ تخت بنالیا ہے تو زلزلے، غم و پریشانیاں اور بڑے بڑے امور کا وقوع بہت ہی قریب آجائیں گے۔ اس دن قیامت لوگوں کے اس سے بھی زیادہ قریب ہوگی جتنا کہ میرا ہاتھ تیرے سر کے قریب ہے''۔[1]
(ابوداؤد۔ مسند احمد)

ہر مسلمان کا مسئلہ اور ہر کسی کا جواب:

بیت المقدس کا مسئلہ تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے جیسا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی نص سے ثابت ہے اس سرزمین میں ہر مسلمان کا حق وحصہ ہے اور اس کے مقابل میں اس پر ہر ایک واجب بھی عائد ہوتا ہے اور وہ واجب ہے بہرصورت اس کی مدد و نصرت کرنا۔ حجت و دلیل قیامت تک ہر وقت حق اور اہل حق کیلئے قائم رہے گی اور قیامت تک ظلم اور ظالموں کے برخلاف قائم و باقی رہے گی۔

منصبِ امامت انبیاء و رسل اور میثاق انبیاء:

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کیلئے تمام انبیاء کرام کو بالعموم اور انبیاء بنی اسرائیل کو بالخصوص جمع فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کریں اور اللہ کے ساتھ کئے عہد کو وفاء کرنا کی تجدید کریں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اسارہ کرتے ہو فرمایا ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ﴾
''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت و دانائی عطا کروں اور پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد و نصرت کرنی ہوگی اور (یہ عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا؟ (مجھے ضامن ٹھہرایا؟) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں''۔ (آل عمران:۸۱)

قبلۂ اول:

مسجد اقصیٰ کو مسجد حرام کے ساتھ جب ایمان اور اللہ عبادت کیلئے قبلہ ہونے میں باہم ملا دیا گیا ہے اور وہ ہے مسئلہ توحید میں جس کا کہ ایک حصہ نماز میں بھی پایا جاتا ہے چنانچہ مسجد اقصیٰ پہلے انبیاء کا قبلہ تھا۔ ہر نبی نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ اس کا دین اسلام ہے اگر چہ ان کے

---

[1] ابوداؤد:2535۔

مابین شریعتیں الگ الگ تھیں اور ہمارے نبی ﷺ اپنے سے پہلے انبیاء کی سنن شرائع پر ہی تھے جیسا کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور نبی ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی تو آپ انہی کی ہدایت کی پیروی کریں''۔ (آل عمران: ۹۰)

نبی ﷺ کے ان کے پیروی کرنے کی ہی ایک شکل یہ تھی کہ آپ ﷺ اللہ کی عطا کردہ شریعت کی رو سے اپنی نمازوں میں بیت المقدس طرف منہ کیا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ہی نمازیں پڑھتے رہے' آپ ﷺ کعبہ شریف کو اپنے سامنے دیکھتے اور یہ تمنا فرمایا کرتے کہ اس کی طرف منہ کر کے اور اسے قبلہ وکعبہ بنا کر نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے لیکن ابھی تک اللہ کی طرف سے یہ شریعت وتقرری نہیں ہوئی تھی لہٰذا اس کی آپ کو اجازت نہ تھی یہاں تک کہ اللہ نے بالآخر یہ آیت نازل فرمادی:

تحویل قبلہ:

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾

اے نبی ﷺ! ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں ۔ سو ہم آپ کو اسی قبلے کی طرف منہ کرنے حکم دینگے جسے آپ پسند کرتے ہیں تو اپنا منہ مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لیا کرو''۔ (البقرہ: ۱۴۴)

پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے اور پھر بیت اللہ شریف کی طرف منہ نے کا حکم دینے میں شائد مسلمانوں کو اس بات پر متنبہ ومتوجہ کرنا مقصود تھا کہ ان پر بیت المقدس کے سلسلہ میں کیا واجبات و ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ اسے ونیت وشرک کی غلاظتوں' اور برائیوں نافرمانیوں کی گندگیوں سے محفوظ رکھنا۔

دل وجان مسلم میں ہمیشہ تازہ:

یہ مسئلہ مسلمانوں کے ذہنوں میں اس وقت تک باقی ومضبوط رہے گا جب تک کہ ان میں موجود قرآن کریم کو بھلا نہ دیا جائے اور مسئلہ تب تک رہے گا جب تک کہ مسلمانوں کے دل ایمان کے ساتھ آباد وشاداب رہیں گے اور یہ باتیں اللہ کی اس کتاب میں موجود رہیں گی جسکے سامنے یا پیچھے سے باطل داخل نہیں ہوسکتا بلکہ وہ حکمتوں والے اور حمد وثنا کے مستحق رب تعالیٰ کی طرف نازل شدہ ہے۔

فتح بیت المقدس:

اللہ تعالیٰ اسلام کے آغاز (عہد فاروقی) میں مسلمانوں ہاتھ بیت المقدس فتح کروایا انہوں نے اس میں نماز قائم کی' نیکی کا حکم دیا' برائی سے روکا اور اللہ تعالیٰ کا دین زمین پر ثبات وستقرار پایا اور آج تک بھی اللہ کے فضل سے وہ تروارہے اگرچہ اس میں سرکشی و بعاوت درآئی ہے اور لیکن اس غلبہ ہے یہ اللہ کے فضل سے ایک دن زائل ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا﴾

''پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا یو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کردیئے۔ وہ شہروں میں پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا''۔ (بنی اسرائیل:۵)

سدا کیلئے قائم و دائم:

یہ بیت المقدس باقی وموجود ہے اور قائم ودائم رہے گا اگر چہ مسلمانوں پر کتنے ہی مصائب نہ آئیں اور وہ کیسی کیسی مشکلات سے ہی دو چار کیوں نہ ہوں یہ دین کا قلعہ اور ایمان کا ٹھکانا قیامت تک قائم رہے گا جیسا کہ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے جسمیں ہے: لا تزالُ طائفةٌ مِن أُمَّتي على الدِّينِ ظاهرينَ لعَدوِّهم قاهرينَ، لا يَضُرُّهم مَن خالَفَهم، إلَّا ما أصابَهم مِن لَأْواءَ حتى يأتيَهم أمرُ اللهِ وهم كذلك، قالوا: يا رسولَ اللهِ، وأين هم؟ قال: ببَيتِ المَقدِسِ وأكنافِ بَيتِ المَقدِسِ۔

''میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم اور دشمن پر غالب رہے گی جو شخص ان کے خلاف ہو گا وہ ان کا کچھ نہیں نگاڑ سکے گا البتہ انہیں کچھ مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ سلسلہ تب تک قائم رہے جب تک کہ اللہ کا حکم (روز قیامت) نہ آجائے۔ تب تک وہ اسی طرح رہیں گے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ مسلمان کہاں ہوں گے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیت المقدس اور اس کے اطراف وکناف میں''۔[1] (مسند احمد)

معراج مصطفیٰ، امامت انبیاء اور تصدیق صدیق:

قرآن کریم نے بیت المقدس کے مقام ومرتبہ کو بیان کیا ہے چنانچہ اس نے واضع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے (نبی ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک راتوں رات سیر کروائی۔ نبی اکرم ﷺ مسجد اقصیٰ کے سفر میں گزرے اور پھر آپ بیت المقدس میں پہنچے تو دیکھا کہ انبیاء ورسل علیہ السلام کے جھومٹ ہیں حضرت ابراھیم خلیل، حضرت موسیٰ اور عیسی السلام بھی موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ کو آسمان کی معراج کروائی گئی اور وہاں آپ ﷺ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا۔ جب نبی اکرم ﷺ اپنے اسب مبارک سفر سے واپس لوٹے اور اپنی قوم کو اس کی اطلاع کی تو ان میں کسی نے تو آپ ﷺ کی تصدیق کی اور کسی نے جھٹلا دیا اور ان میں سے بعض حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جا کر ان سے کہا کہ تمہارا نبی یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے راتوں رات اللہ نے بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کروائی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جھٹ یہ جواب دیا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ بات نبی ﷺ نے کہی ہے تو آپ نے سچ ہی فرمایا ہے''۔ انہوں نے کہا: تم اس بات میں انہیں سچا مانتے ہو؟

حضرت صدیق نے فرمایا: ''میں تو آپ کو اس سے بھی دور کی لاور نا قامل فہم قسم کی) باتوں میں بھی سچا مانتا ہوں، میں تو آسمان کی خبروں میں بھی آپ کو سچا یقین کرتا ہوں۔

---

[1] مسند احمد: 22320۔

مشرکین کی کٹ حجتی اور مسجد اقصیٰ کا پیش کیا جانا:

مشرکین مکہ نے نبی ﷺ کے ساتھ کٹ حجتی وسرکشی کی اور بیت المقدس کے بارے انہوں نے کئی سوال کئے۔ان میں سے کئی لوگوں نے بیت المقدس کو دیکھا ہوا تھا اور ان یہ گمان تھا کہ وہ سوال کر کے نبی ﷺ کو زک پہنچا ئیں گے اور پریشان کریں گے۔لیکن نبی ﷺ کی تائید کرنے والا تو خود آپ کا رب تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پورے بیت المقدس کا مکمل نقشہ نبی ﷺ کے سامنے پیش کر دیا اور نبی اکرم ﷺ اس کی نشانیاں انہیں بتائے گئے۔نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: وهل تستطيعُ أن تنعتَ لنا المسجدَ وفي القومِ من قد سافرَ إلى ذلك البلدِ ورأى المسجدَ فقال رسولُ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ : فذهبتُ أنعتُ فما زلتُ أنعتُ حتى التبس عليَّ بعضُ النعتِ قال : فجِيءَ بالمسجدِ وأنا أنظرُ حتى وضع دون دارِ عقالٍ أو عقيلٍ فنعتُّهُ وأنا أنظرُ إليهِ قال : وكان مع هذا نعتٌ لم أحفظْهُ قال : فقال القومُ : أما النعتُ فواللهِ لقد أصاب۔

''میں انہیں بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی علامت ونشانیاں بتایا جارہا تھا اور یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ بعض نشانیوں کے سلسلہ میں مجھے التباس وشک سا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ پوری مسجد (کا مکمل نقشہ) اٹھا کر میرے سامنے لے آیا جاور میں اس کو دیکھ (کر جواب دے) رہا تھا حتیٰ کہ مسجد اقصیٰ کو گویا عقیل کے گھر کے پاس رکھ دیا گیا۔اب مشرکین مکہ کہنے لگے کہ جہاں تک علامات ونشانیوں کا تعلق ہے اللہ کی قسم ان کے بیان میں یہ شخص بالکل صحیح وسچا ہے''۔[1] (مسند احمد)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ جیسے جیسے مسجد اقصیٰ کے اوصاف وعلامات بیان کرتے جاتے وہ یہ کہتے جاتے کہ آپ نے سچ فرمایا ہے میں اس بات کی شہادت وگواہی دیتا ہوں کہ آپ کے رسول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ خَرَجْتُ، فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ وَإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ، فَقَالَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ۔

''پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور میں نے اس میں دو رکعتیں نماز ادا کی پھر وہاں سے باہر نکلا تو میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک پیالہ شراب کا اور دوسرا پیالہ دودھ کا لائے اور میں نے ان میں سے دودھ کو اختیار فرمایا۔یہ دیکھ کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:''آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے''۔[2] (مسلم)

جبکہ حضرت ابو امامہ سے مروی معجم طبرانی کی روایت میں ہے: ثمَّ أُقيمَتِ الصَّلاةُ فتدافعوا حتَّى قدَّموا مُحمَّدًا صلَّى اللهُ عليه وسلَّم فصلَّى إماما بالأنبياء۔

''پھر نماز کی امامت ہوگئی اور سب نے ایک دوسرے کو آگے کی طرف (جماعت کروانے کیلئے) دھکیلا یہاں تک کہ بالآخر میں نے نبی اکرم ﷺ کو آگے کر دیا۔تب نبی اکرم ﷺ نے تمام انبیاء کرام کی مسجد اقصیٰ میں امامت کرواتے ہوئے نماز پڑھائی''۔[3] (معجم طبرانی)

---

[1] مسند أحمد: 4/293
[2] صحیح مسلم: 162۔
[3] المعجم الأوسط: 4/165۔

خاتم الرسالات اور خاتم الانبیاء ﷺ:

اس طرح نبی اکرم ﷺ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کے امام ہوئے اور اس مقام مقدس پر آپ کا تمام انبیاء ورسل کو امامت کروانا آسمانی رسالتوں کے خاتمے کا کھلا اعلان تھا اور اس بات کی دلیل تھا کہ نبی ﷺ کی رسالت ونبوت پہلی تمام نبوتوں اور رسالتوں کا خاتمہ کرنے والی ہے اور نبی اکرم ﷺ خاتم الانبیاء ورسل ہیں۔

امانت قدسی:

اسراء ومعراج کا عظیم واقعہ روئے زمین کے تمام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ یہ قدسی شریف تمہارے پاس امانت ہے اور اس میں کوتاہی دین میں کوتاہی ہے اور اگر مسلمانوں نے اس امانت کے سلسلہ میں کوتاہی برتی ' اس کی مدد ونصرت میں کمزوری دکھلائی اور اسے وریس آزاد نہ کروایا تو اللہ ان سے پوچھے گا باز پرس کرے گا۔

دفاع بیت المقدس:

مسجد اقصیٰ ایک مبارک مسجد ہے لیکن عام سی مساجد کی طرح کوئی ایسی ویسی مسجد نہیں بلکہ اس مسجد کا ایک خاص مقام ومرتبہ ہے اور اس کی بعض امتیازی خصوصیات ہیں جو اسے بلند وبالا قدر وقیمت عطا کرتی ہیں اور وہ امتیازات اسے روئے زمین کے تمام مسلمانوں کی مشترکہ مسجد بناتے ہیں۔ جی ہاں! ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کی قدر وقیمت کو سمجھے اور اس سے اپنا جب وایمان کا ربطہ وتعلق پیدا کرے' اس کی طہارت و پاکیزی کا دفاع کرے' اس کی عظمت وکرامت کی مدافعت کیلئے کھڑا ہو اور اس کی عزت ونصرت کیلئے ہر قیمتی سے قیمتی چیز بھی قربان کرنے کیلئے اور ہر چھوٹی بڑی قربانی کیلئے ہر وقت تیار رہے۔

فضائل ومقام امانت اور اس کی انواع واقسام

امام وخطیب: شیخ عبدالعزیز آل الشیخ
۱۳/ ۳/ ۱۴۲۶ھ، ۲۲/ ۴/ ۲۰۰۵ء

مقام اِمانت قرآن میں:

امانتداری انبیاء ورسل کے اخلاقیات میں سے ایک خلق اور اہل ایمان کے فضائل واعمال صالحہ میں سے ایک فضیلت وعمل صالح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑی عظمت سے نوازا ہے اور اس کی شان وشوکت کو بہت بلند کیا ہے اور اس کی قدر ومنزلت کو بہت بالا کیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا﴾

"تم نے اپنی امانت (شریعت) کو آسمانوں پر، زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھالیا وہ بڑا ہی ظالم وجاہل ہے"۔ (الاحزاب: ۷۲)

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ﴾

"جو اپنی امانتوں اور عہد معاہدے کی حفاظت کرنے والے ہیں"۔ (المؤمنون: ۸)

اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کرنے، اس کی رعایت ونگرانی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اسے ادا کرنے اور اس کا حق پورا کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾

"جسے کوئی امانت دی گی ہو اسے چاہئے کہ وہ اسے (بعینہ) ادا کردے"۔ (البقرہ: ۲۸۳)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾

"اللہ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو ادا کردو"۔ (النسآء: ۵۸)

ایک مقام پر ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت اور نہ اپنی مانتوں خیانت کرو اور تم (ان باتوں جانتے ہو"۔ (الانفال: ۲۷)

حدیثِ رسول ﷺ میں:

امانت کے سلسلہ میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أَدِّ الْأَمَانَةَ إِلَى مَنِ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ.

جس نے تمہیں کوئی امانت سونپی اسے اس کے حوالے کردو اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو"۔[1] (ابوداؤد ترمذی۔ اور اس کی سند صحیح ہے)

---

[1] ترمذی: 1264۔

مشرکین مکہ کا ایک وفد جب ہرقل روم کے دربار میں پہنچا تو اس نے وفد کے رکن ابوسفیان سے پوچھا: فَمَاذَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ قَالَ: يَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالصَّدَقَةِ وَالْعَفَافِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ قَالَ: وَهَذِهِ صِفَةُ النَّبِيِّ

"میں نے تم سے پوچھا ہے کہ وہ (نبی) تمہیں کن کاموں کا حکم دیتا ہے؟ اور تم نے اس گمان کا اظہار کیا ہے کہ وہ نماز قائم کرنے، صدق وسچائی، عفت و پاکدامنی، وفاءِ عہد اور اداءِ امانت کا حکم دیتا ہے۔ اور ہرقل نے کہا: "یہ ایک نبی ہی کی صفات ہیں"۔[1] (متفق علیہ)

ضیاعِ امانت، گناہِ عظیم:

مسلمانو! امانت کو ضایع کرنا بہت ہی بڑا گناہ ہے اور اس کے ایک بہت ہی بڑا جرم ہونے کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت میں خیانت کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

"اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ ہی اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو"۔

(الانفال:۲۷)

منافق کی نشانیاں:

نبی اکرم ﷺ نے خیانت کو منافقین کی نشانی بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

"منافق کی تین علامتیں ہیں: (۱) وہ جب بھی بولے جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے۔ (۳) جب اسے امانت دی جائے تو اس میں خیانت کر جائے"۔[2] (متفق علیہ)

مفہوم امانت کی وسعتیں:

مسلمانو! امانت اس بات کو بھی شامل ہے امانتدار شخص ہر اس چیز سے اپنے آپ کو بچائے جس میں اس کا کوئی حق نہیں اس طرح امانت میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ قرضوں کی شکل میں اللہ کی مخلوق اِنسانی کے ہوں یا خود اللہ تعالیٰ کے۔ ایسے امانت کے ضمن میں ہی یہ بھی آتا ہے کہ اس چیز کے مکمل تحفّظ کا اہتمام کرے جو کہ اس کے ہیں امانت کے طور پر رکھی گئی ہے وہ کوئی چیز ہو، نقدی مال ہو، قرمتیں ہوں یا خاص بھی ہوں اہل علم نے لکھا ہے کہ امانت کے میدان بہت زیادہ ہیں جن میں سے ہی وہ فرائض وحقوق بھی ہیں جنکی رعایت ونگرانی اور اہتمام کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور ان میں سے کسی کا تعلق دین سے ہو یا جانوں سے، عقول سے ہو یا اموال سے یا پھر اس کا تعلق عزت و آبرو سے ہو۔

---

[1] صحیح بخاری:2941۔
[2] صحیح مسلم:59۔

نصیحت ومشورہ ایک امانت:

برادرانِ ایمان! وہ امانت جس کی رعایت واہتمام اور جسکی حقیقی طور پر ادائیگی کرنا واجبات ہے وہ اس شخص کونصیحت وخیر خواہی کرنا ہے جو اس کا مطالبہ کرے اور جو شخص کو مشورہ طلب کرے تو اسے بے لاگ ہو کر اور خود غرض سے بالا ہو کر صحیح مشورہ دے نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ

''جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانتدار ہے''۔[1] (ترمذی بسند حسن)

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وَمَنْ أَشَارَ عَلَى أَخِيهِ بِأَمْرٍ ، يَعْلَمُ أَنَّ الرُّشْدَ فِي غَيْرِهِ فَقَدْ خَانَهُ۔

''جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے مشورہ کیا اور اس نے اسے غلط مشورہ دے دیا تو اس نے خیانت کی''۔[2] (ابوداؤد، مسند احمد۔ بسند حسن)

عہدہ ومنصب ایک امانت:

وہ عام امانتیں جن کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیئے وہ ہر طرح کے سرکاری وغیر سرکاری عہدے ملازمتیں اور مختلف شکل وصورت کی ذمہ داریاں اور فرائض منصبی ہیں۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي ؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ ، وَإِنَّهَا أَمَانَةٌ ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا .

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے کسی علاقے کا گورنر بنا دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے میرے کندھ پر ہاتھ مارا اور پھر فرمایا: ''اے ابوذر! تم کمزور آدمی ہو اور یہ ایک امانت ہے اور (اس کی صحیح طور پر عدم ادائیگی) قیامت کے دن ذلت ورسوائی کا سبب بن جاتی ہے سوائے اس کے جس نے حق کے ساتھ اسے حاصل کیا اور پھر اس کی وجہ سے عائد ہونے والے تمام فرائض ادا کیئے''۔[3] (صحیح مسلم)

صحیح مسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيهِ اللهُ رَعِيَّةً يَمُوتُ يَوْمَ يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔

'جس بندے کو اللہ کچھ لوگوں (رعایا) کی نگرانی سونپ دے اور وہ اس حال میں مرجائے کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ دھوکہ کر رہا تھا۔ اس پر جنت حرام ہے''۔[4] (صحیح مسلم)

---

[1] ترمذی: 2822۔

[2] ابوداؤد: 3657۔

[3] صحیح مسلم: 1825۔

[4] صحیح مسلم: 142۔

اموال عامہ بھی امانت:

برادرانِ اسلام! انسان کو جن چیزوں کا امانتدار بنایا جاسکتا ہے ان میں سے ایک عظیم ترین چیز وہ اموال عامہ (مشترکہ سرکاری اموال) ہیں جو کہ تمام مسلمانوں کے مابین مشترک ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے اموال کی نگرانی وحفاظت کرتے اور انہیں ضایع نہ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان کی حفاظت بھی اس طرح کرنا واجب ہے جس طرح کہ انسان اپنے ذاتی مال کی حفاظت کرتا ہے بلکہ ایسے اموال کی حفاظت تو ذاتی مال سے بھی زیادہ کرنی چاہیے۔ ارشاد نبوی: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكَتَمَنَا مِخْيَطًا فَمَا فَوْقَهُ، كَانَ غُلُولًا يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''ہم نے جسے کسی کام کی ذمہ داری سونپی اور اس نے سوئی کے برابر بھی کوئی چیز چھپالی تو یہ خیانت ہے اور قیامت کے دن وہ بھی لائے گا''۔ اس حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں: مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَلْيَجِئْ بِقَلِيلِهِ وَكَثِيرِهِ

''جسے ہم نے کوئی کام سونپا اسے بلاکم وکاست اور بلا کمی بیشی پورا ادا کرنا چاہیئے''۔[1] (صحیح مسلم)

مسلمانوں کے اموال میں امانتداری اختیار کرنے والے شخص کی نبی اکرم ﷺ نے تعریف کی ہے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

الْخَازِنُ الْأَمِينُ، الَّذِي يُؤَدِّي مَا أُمِرَ بِهِ طَيِّبَةً نَفْسُهُ، أَحَدُ الْمُتَصَدِّقِينَ

''امانتدار خازن جو کہ خوشدلی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرتا ہے وہ صدقہ کرنے والے لوگوں میں سے ایک ہے''۔[2] (متفق علیہ)

ذمہ داری اور امانت:

مسلمانو! یہ بھی ایک عظیم امانت ہے کہ مسلمانوں کے امور میں سے کوئی کام کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے جس میں اللہ کا خوف کھانے کی صفت معلوم ومتوقع ہو اور اس میں علمی وعملی صلاحیت کی شرائط پائی جائیں اور اس کے کندھوں پر ڈالی گئی ذمہ داری وامانت کو ادا کرنے میں امانتدار ہو قوی ہیکل جنّ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ (38) قَالَ عِفْرِيتٌ مِنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ مِنْ مَقَامِكَ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ﴾

اس (سلیمانؑ) نے کہا:

''اے درباروالو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر ہمارے پاس آئیں، ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے؟ جنّات میں سے ایک قوی ہیکل جنّ نے کہا: قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اسے آپ کے پاس لا حاضر کرتا ہوں۔ اور میں (اسے اٹھانے کی) طاقت رکھتا ہوں (اور) امانتدار بھی ہوں''۔ (النمل: ۳۸-۳۹)

امانتِ موسیٰ علیہ السلام:

ایک دوسرے مقام پر حضرت شعیب علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ

[1] صحیح مسلم: 1833۔
[2] صحیح بخاری: 2260۔

﴿اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

’’ان دونوں لڑکیوں (بناتِ شعیب) میں سے ایک نے کہا: اے میرے ابا جان! انہیں اجیر (نوکر) رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ جو قوی و توانا اور امانتدار ہو‘‘۔ (القصص:۲۶)

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ﴾

’’کہا انہوں (یوسف) نے کہ مجھے اس ملک کے خزانوں پر (خازن) مقرر کر دیں کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور (اس کام سے) واقف بھی ہوں‘‘۔ (یوسف:۵۵)

امین الامت:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے: لَأَبْعَثَنَّ مَعَكُمْ رَجُلًا أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ، فَاسْتَشْرَفَ لَهُ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: قُمْ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ، فَلَمَّا قَامَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَذَا أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ۔

نبی اکرم ﷺ نے اہل نجران کی طرف پیغام بھیجا کہ میں تمہارے پاس ایسے آدمی کو ضرور بھیجنے والا ہوں جو کہ واقعی و حقیقی امین ہوگا۔ نبی ﷺ کے صحابہ نے اب دیکھ بھال اور جانچ شروع کی۔ نبی ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا‘‘۔[۱] (متفق علیہ)

بگڑا معاشرہ قیامت اور ضیاعِ امانت:

برے وقت اور بگڑے ہوئے معاشرے اور ضمیر کی خباثتوں کی واضع نشانیاں ہی کہ امانت کو ضایع کر دیا جائے گا۔ اس کی حفاظت و نگرانت میں کوتاہی برتی جائے گی، ذمہ داری نبھانے کے معاملے میں لاپرواہی کی جائے گی اور اپنے ذاتی مفادات کو ہی غرض و غایت اور مقصود و مطلوب بنالیا جائے گا ذاتی مفادات کیلئے مفادات عامہ نظرانداز کر دیا جائے گا۔ اس کی مذمت کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يبغضُ الفحشَ والتَّفحُّشَ والَّذي نَفسُ محمَّدٍ بيدِهِ لا تقومُ السَّاعةُ حتَّى يُخوَّنَ الأمينُ ويؤتَمنَ الخائنُ حتَّى يَظهرَ الفُحشُ والتَّفحُّشُ وقطيعةُ الأرحامِ وسوءُ الجوارِ

’’اللہ تعالیٰ فحش بات (عادی فحش گو) اور فحش و برا کام کرنے والے (یا خواہ مخواہ فحش گوئی کرنے والے) شخص سے سخت نفرت و کرتا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ امین کو خائن سمجھا جانے لگے گا اور خائن کو امانتدار (امین) بنادیا جائے گا فحش گوئی اور فحاشی و بے حیائی عام ہو جائے گی، قطع رحمی کا دور دورہ ہوگا اور بری ہمسائیگی بہت بڑھ جائے گی‘‘۔[۲] (مسند احمد۔ اور اس کی سند صحیح ہے)

صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: فَإِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ. قَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا

[۱] صحیح بخاری:4380۔
[۲] مسند احمد:11/ 90۔

وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔

''جب امانت ضایع ہوجائے تو پھر قیامت کا انتظار کروکسی صحابی نے پوچھا: امانت ضایع ہونے کیا مراد ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''جب کسی کام کی باگ ڈورنا اہل لوگوں کے سپرد کردی جائے گی تو پھر قیامت کا انتظار کرنا''۔[۱] (صحیح بخاری)

اختیارات کا جائز استعمال:

اے وہ شخص! جس نے مسلمانوں کے اموریں سے کسی کام کی ذمہ داری اپنے سرلی ہے وہ منصب وملازمت ہے کوئی دوسرا یا ڈیوٹی یا پھر قیادت وغیرہ کی ذمہ داریاں ہیں انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ آپ کو اللہ نے نگرانی وذمہ داری سونپی ہے اور مسلمانوں کے ولی امرا(حاکم) نے تمہاری کوئی ڈیوٹی لگائی ہے تو آپ پر واجب ہے ان معاملات ومناصب میں اللہ سے ڈرتے رہیں اور اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھائیں ایسے انداز سے خدمات سرانجام دیں کہ اللہ بھی راضی ہو اور مسلمانوں کا حاکم وعوام بھی راضی ہوں۔ان مناصب وعہدوں کو ناجائز استعمال کرکے اپنے ذاتی مفادات اور شخصی مصالح ومنافع کا ذریعہ نہ بنالیں۔اوران ذمہ داریوں کے امداف ومقاصد کے حصول میں سستی برتنے سے بھی خبردار رہیں۔حاکم نے تمہیں یہ امانت سونپی ہے۔اس کے بعد مسلمانوں نے تمہیں امین بنایا ہے تاکہ آپ مفادات عامہ کیلئے بھر پور جدوجہد کریں اور ہراس چھوٹے بڑے معاملہ بھر پور توجہ دیں جس میں کسی بھی مسلمان کا کوفائدہ ہے۔مسلمانوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کی سعی کریں، ان کے لئے ان کے معاملات کو آسان کریں۔انہیں مشکل میں مبتلا کرنے اور مشقت وپریشانی سے بچائیں،انکے لئے آسانیاں کریں،تنگیوں کا باعث نہ بنیں انہیں خوشخبریاں دیں انہیں متنفر نہ کریں۔لوگوں اور افراد معاشرہ کے مابین اخوت ومحبت کے فروغ میں مددگار ثابت ہوں۔لوگوں کو ملکی نظام وملک اور حاکم کے ساتھ محبت کی تعلیم دیں اور خود ان کے آئینہ ثابت ہوں۔

بہت بڑی خیانت:

سب سے بڑی خیانتوں میں سے یہ ہے کہ آپ لوگ دوسروں کو پریشان کرنے،نقصان پہچانے،حکام کی اطاعت سے سرتابی کرنے اوران کی محبت کی بجائے انکے دلوں میں انکے خلاف نفرت کے بیج بونے میں شیطان کے معاون نہ بنیں کیونکہ ضرورت مند اندھا ہوتا ہے اور اسے اپنی ضرورت کے سوا کچھ سمجھائی نہیں دیتا۔نبی ﷺ کا ارشاد ہے:لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ،يُرْفَعُ لَهُ بِقَدْرِ غَدْرِهِ،أَلَا وَلَا غَادِرَ أَعْظَمُ غَدْرًا مِنْ أَمِيرِ عَامَّةٍ

'' قیامت کے دن ہر غادر وخائن کیلئے جھنڈا ہوگا اور اسے اس کی خیانت وغداری کے بقدر ہی بلند کیا جائے گا۔خبر دار رہو،عوام کے امیر وحاکم کی غداری سے بڑھ کر کوئی غداری نہیں ہے''۔[۲] (متفق علیہ)

علماء نے لکھا ہے کہ سب سے بڑا غدار وہ ہے کہ جو حاکم کا غدار ہے یہ اسلئے ہے کہ امیر وحاکم تمام عوام کا ولی امیر ہوتا ہے اور اس کے ساتھ غداری کا

[۱] صحیح بخاری:59۔
[۲] صحیح مسلم:1738۔

نقصان بکثرت عوام کو پہنچتا ہے۔

ایک عظیم امانت:

اے مسلم امہ! یہ بھی ایک عظیم امانت ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس دین اسلام کے محاسن و امتیازات اور عظیم خوبیوں سے لوگوں کو متعارف کروائے اور اس کی بڑی بڑی فضیلتوں سے لوگوں کو روشناس کروائے اور اپنے علم و عمل اور مطہر کردار سے لوگوں کو سمجھائے کہ یہ دین اسلام تمام نبی نوع بشر کیلئے خیر و بھلائی اور امن و سلامتی کا دین اور یہ ساری دنیا کیلئے صلاح و بہتری کا ضامن ہے اور یہ اپنے جلو میں دنیا و آخرت کی فوز فلاح، کامیابی و کامرانی، امن و سلامتی اور سعادت و خوشحالی لئے ہوئے ہے۔

نوجوان نسل: بہت بڑی امانت:

نوجوانان اسلام بھی ایک بہت بڑی امانت ہیں۔ اے علماء و مفکرین اسلام! اے دعاۃ و مبلغین، اے ذرآئع ابلاغ والو! اے ماہرین تعلیم و تربیت! نوجوانوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہا کریں۔ ان کی ایسے امور کی طرف راہنمائی پر توجہ دیں جس میں کہ انکی اور انکے مما لک کی بھلائی ہے، جن میں ان کے اور ان کی قوم و ملت کے مفادات پہنچاں ہیں۔ انہیں اہداف و مقاصد اسلام سکھلائیں، صحیح عقیدہ کی تعلیم دیں، اخلاق حسنہ کا درس دیں، افکار مستقیمہ سکھلائیں۔ انہیں منحرف آراء و نظریات کے خطرات بتلائیں جن میں سے ہی غلو و تشدّد ہے، دیگر منحرف افکار ہیں۔ تکفیری نظریہ ہے لوگوں کو بدعتی ماننے اور انہیں فاسق و فاجر سمجھنے کی جلد بازی ہے جبکہ ان امور پر انکے پاس نہ کوئی قرآن دلیل ہے نہ سنت رسول سے ہی کوئی ثبوت ہے اور نہ علماء امت کا فہم صحیح انکا معاون ہے۔

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ۔

"تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور شخص سے اسکے زیر نگران لوگوں کے بارے میں باز پرس و جوابدہی ہوگی"۔[1]

نوجوانوں کو ہر طرح کے گناہوں سے خبردار کریں انہیں ہر شکل کی برائی سے روکیں۔ ذرایع ابلاغ (میڈیا) کے کارپردازوں پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ ایک عظیم خطرے سے دوچار ہیں کیونکہ بکثرت ٹی وی سٹیلائیٹ اٹیشنوں سے ایسے پروگرام نشر ہو رہے ہیں جو کہ اپنے اندر بڑا سم قاتل اڑتا ہوا شرئیے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ نوجوان لڑکوں اور دوشیزاؤں کو بگاڑنے اور ان کا اخلاق خراب کرنے میں لگے ہوئے ہے حتیٰ کہ اب انہوں نے لڑکوں لڑکیوں کو ایک جگہ اکٹھے کرنا شروع کردیا ہے تا کہ ان کی برین واشنگ کی جائے انہیں فحش گانے اور بداخلاقی سکھلائی جائے۔ ان چینلوں کے مالکوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور وہاں جوابدہی ہوگی اور انہیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ دنیا تو محض ایک پل ہے۔ اصل جائے قرار تو آخرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

"جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی و بے حیائی پھیلے انہیں دنیا و آخرت میں المناک عذاب ہوگا اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو"۔ (النور:۱۹)

---

[1] صحیح بخاری:893۔

جادو، اسکے اسباب اور شرعی دعاء وعلاج

امام وخطیب: شیخ عبدالمحسن القاسم

۲۰/۳/۱۴۲۶ھ،۲۹/۴/۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں کیونکہ تقویٰ (اللہ سے ڈرنا) ہی نجات پانے والوں کا راستہ ہے اور اس راہ سے اعراض و روگردانی کرنا مایوس و ناکام لوگوں کی راہ ہے۔

اپنا دین بیچنے والے:

ہدایت اللہ کریم کا تحفہ و انعام ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز سے اسے بچا کر رکھنے کا حکم فرمایا ہے جو اس کی صفائی کو گندا کرنے اور اس کے نور کو مٹانے کا باعث بنتی ہے۔ لوگوں میں سے ہی بعض ایسے بھی ہیں جنہوں تقدیر الٰہی سے عدم رضامندی کا مظاہرہ کر کے اپنے دین کو سستا اور اس کی ناقدری کی ہے اور انہوں نے جادوگروں اور تعبدہ بازوں سے غیبی امور کے بارے میں سوالات کر کے اپنے دین کو ان کے ہاتھوں سستے داموں بیچ ہی دیا ہے۔ وہ ان سے جادو کا مطالبہ کرتے ہیں یا پھر اپنے موہومہ و مزعومہ ارادوں خواہشات کی تکمیل ان سے چاہتے ہیں جو کہ اپنے دین کو بیچ دینے کے مترادف ہے۔ اس جادو کی آگ میں نہ صرف افراد بلکہ معاشروں کے معاشر جھلس رہے ہیں۔

جادو کی ہلاکت آفرینیاں:

یہ جادو دین میں ہلاکت لانے والے کئی امور کا جامع ہے مثلاً جنوں اور شیطانوں سے مدد طلب کرنا، غیر اللہ سے دل کا ڈرنا، اللہ پر توکل چھوڑ بیٹھنا اور لوگوں کے مفادات و ذرائع معاش کو تباہ کرنے کے درپے ہونا وغیرہ یہ جادو معاشرے کی جڑیں کاٹنے اور اس کی بنیادیں گرانے والا آلہ ہے اور یہ خاندانوں میں جھگڑے فساد ات پیدا کرنے کا سبب بھی ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ. قِيلَ: يَارَسُولَ اللهِ، وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: الشِّرْكُ بِاللهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ۔

”سات مہلک چیزوں سے اجتناب کرو“۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”(۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو (۳) اس شخص کو قتل کرنا جس جان کو ناحق مارنا اللہ نے حرام کر رکھا ہے (۴) سودخوری کرنا (۵) یتیم کا مال کھا جانا (۶) جنگ کے دن (میدان سے) پیٹھ پھیر بھاگ نکلنا (۷) اور بھولی بھالی پاکدامن و بے قصور مومن عورتوں پر تہمت و بہتان لگانا“۔[1] (متفق علیہ)

جادوگر اور شیطان:

شیطان جادوگر کو بھڑکاتا ہے تا کہ وہ جادو کرے اور اللہ کے بندوں کو اذیت و تکلیف پہنچائے چنانچہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد

[1] صحیح مسلم:89۔

فرمایا ہے:﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ﴾

”وہ ان سے وہ جادو سیکھتے ہیں جس کے ذریعے وہ میاں بیوی کے مابین تفریق وعلیحدگی پیدا کر دیتے ہیں“۔(البقرۃ:۱۰۲)

اس طرح اشاد الٰہی ہے:﴿وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ﴾

”وہ ایسی چیز (جادو) سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان ہی پہنچاتا ہے انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا“۔(البقرہ:۱۰۲)

جادو اذنِ الٰہی کے تابع:

ہر جادو مسحور پر اثر انداز نہیں ہوتا کتنے ہی جادوگر ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے کسی پر جادو کا بھرپور وار کیا مگر اس پر انکے جادو کا اثر نہ ہوا ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

”وہ کسی کو اس (جادو) کے ذریعے نقصان نہیں دے سکتے سوائے اللہ کے حکم کے“۔(البقرہ:۱۰۲)

جبکہ نفع ونقصان تو سارے کا سارا صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ (حدیثِ معاذ رضی اللہ میں ہے کہ) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللَّهُ عَلَيْكَ

”یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی تمہیں نقصان پہنچانے کیلئے اکٹھی ہو جائے تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے“۔[1](سنن ترمذی)

جادوگر کی خصلتیں:

جادوگر تمام لوگوں زیادہ خبیث النفس طبعی طور پر بڑا فساد انگیز اور سب سے زیادہ تاریک دل والا ہوتا ہے۔وہ نہ صرف یہ کہ شیطان کے قریب ترین ہوتا ہے بلکہ وہ شیطان کا پجاری ،خیر وبھلائی سے راہ فرار اختیار کرنے والا ،معاشرے سے بلاوجہ انتقام لینے والا اور انتہائی بدترین خصلتوں کا حامل ہوتا ہے اور وہ اپنے پاس آنے والوں کو جعلی وخود ساختہ خبریں دے دے کر کزب بیانی ودروغ گوئی کرتا رہتا ہے ۔نبی ﷺ کا ارشاد ہے:يُلْقِيهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ

(شیطان) اس جادوگر یا کاہن کی زبان پر وہ جھوٹ چڑھا دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ مزید سو جھوٹ ملا کر بکتا چلا جاتا ہے۔[2](متفق علیہ)

جادوگر کا کفر کرنا:

جادوگر کا سحر وجادو اس وقت تک تکمیل نہیں پاتا جب تک کے وہ عظمت والے اللہ کے ساتھ کفر نہ کرے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ

”جس نے جادو کیا اس نے اس نے شرک کیا“۔[3](سنن نسائی)

---

[1] ترمذی:2516۔

[2] صحیح بخاری:4800۔

[3] نسائی:4090۔

فتح المجید شرح کتاب التوحید میں شارح نے لکھا ہے: ''یہ حدیث اس بات کی نص صریح ہے کہ دو گر مشرک ہو جاتا ہے کیونکہ شرک کئے بغیر جادو گر کا جادو کارگر ہی نہیں''۔

جادو گر کی مال سے محبت:

جادو گر مال سے انتہائی محبت کرتا ہے اور اسے کمانے کیلئے سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ وفریب دیتا ہے۔ جب فرعون نے جادو گروں سے مطالبہ کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کریں تو انہوں نے بھی اس سے مال یا مطالبہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انکے اس واقعہ کی خبر دیتے ہوفرمایا ہے: ﴿وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ﴾

''جادو گر فرعون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم غلبہ پا گئے پھر ہمیں صلہ (مال) عطا کیا جائے۔ اس (فرعون) نے کہا: ہاں (اس کے علاوہ) تم مقربوں میں داخل کر لئے جاؤ گے''۔ (الاعرف: ۱۱۳)

جادو گر کا لوگوں سے شرک کروانا:

جادو دوسرے کے ساتھ مکر بازی فریب دہی کرتا اور انہیں شرک کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے پاس آنے والوں کو غیر اللہ کے نام جانور ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے اور انہیں تعویذ لٹکانے کا بھی حکم دیتا ہے اور وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہوتا اور دوسروں کو کرتا ہے کہ اس سے انہیں نفع پہنچے گا اور ضرر ونقصان دور ہو گا جبکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: من تعلَّقَ تميمةً فقد أشرَكَ۔

جس نے تعویذ لٹکایا (باندھا) اس نے شرک کیا''۔ (مسند احمد)

جادو گر لوگوں کو یہ دھوکہ دیتا اور انہیں اس وہم میں مبتلا کرتا ہے کہ وہ اپنے پاس آنے والوں کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ کن امراض و بیماری میں مبتلا ہیں تا کہ انکا دل اس سے جڑ جائے اور اپنے پاس آنے والوں کو یہ دھوکہ بھی دیتا ہے کہ وہ اس کے امراض واسقام کو دور کرنے والے آیات قرانی پر مشتمل طلسم بھی جانتا ہے۔

میاں بیوی میں جھگڑے اور اولاد کا انحراف:

جادو گر کا نقصان پورے معاشرے پر مرتب ہوتا ہے اور اس کے افعال ظلمت در ظلمت اور اندھیروں پر اندھیرے ہوتے ہیں۔ وہ معاشرے کے کتنے ہی افراد کو شرک میں پھنسا چکے ہیں اور ان پر مصائب ومشکلات گھر آئی ہیں کئی سعادت منداور ہنستے کھلتے خاندان تر بتر ہو کر رہ گئے ہیں جادو گر نے دو پیار کرنے والے میاں بیوی جھگڑا وتفرقہ پیدا کر دیا ہے اور اس کے نتیجہ میں بے قصور بچے زندگی کی تلخیوں کو چکھنے پر مجبور ہو چکے ہیں اور ان کے ماں باپ کے جھگڑوں کی بناء پر وہ بچے انحراف وکجروی میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

مال کھانا:

یہ جادو گر لوگوں کو غموں اور پریشانیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ کتنے ہی صحتمند وتندرست لوگ ہیں کہ جنکی بیماری کا باعث یہ جادو گر بن گئے ہیں۔

کتنے ہی فقیر و نادار لوگ ہیں کہ جو جادوگروں کے ہاتھوں جھنی عافیت کی باز یار کیلئے قرضوں کے نیچے دب گئے ہیں اور اپنے علم غیب کے دعوے اور اپنی مزعومہ دوا کے عوض میں جادوگر کتنے ہی لوگوں کی کتنی بڑائی بڑی رقمیں حرام ہڑپ کر گئے ہیں۔

مبتلاء شرک وکفر کرنا:

کتنے لوگ ایسے ہیں کہ انہیں ان جادوگروں نے دین سے نکال باہر کیا ہے کیونکہ وہ ان کی دی ہوئی غیبی خبر کی تصدیق کر دیتے ہیں حالانکہ غیب کو اللہ سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَن أتى عرَّافًا أو كاهنًا فصدَّقه بما يقول، فقد كَفَرَ بما أُنْزِلَ على محمَّدٍ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم.

'جو کسی عرّاف وجادوگر یا کاہن کو ٹیوے باز کے پاس آیا اور اس نے اس سے کوئی بات پوچھی اور اس کے جو دب کو سچا سمجھا اور تصدیق کی اس نے نبی محمد ﷺ پر نازل شدہ (دین و شریعت کے) ساتھ کفر کا ارتکاب کیا۔' (الکبائر)[1]

جادوگر کی سزائے موت:

جادوگروں کے مسلمانوں پر خطرات بہت ہی بڑھ چکے ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ انکی گردنیں ان کے دھڑوں سے (سر تن سے) جدا کر دیئے جائیں تاکہ معاشرہ ان کے شرور و برائیوں سے محفوظ رہ سکے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مختلف علاقوں میں اپنے بھیجے ہوئے کارندوں کو یہ حکمنامہ بھیجا تھا: کَتَبَ عُمَرُ أن اقتُلوا كلَّ ساحرٍ وساحرةٍ، فقتَلْنا ثلاثَ سواحِرَ.

''ہر جادوگر مرد اور جادوگر عورت کو قتل کر دو''۔[2]

جبکہ آخرت میں ان کی سزا دخول جہنم ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ﴾

''اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (جادو وغیرہ) کا خریدار ہوا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے''۔ (البقرہ:۱۰۲)

نواقضِ اسلام:

جادوگر کے اس واضح نقصان کے باوجود جو کہ معاشرے اور دین کو لاحق ہوتا ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی لوگ ہیں جو کہ اپنا دین بگاڑ کر رکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ یکے بعد دیگرے کئی کئی مرتبہ جادوگروں کے پاس جاتے رہتے ہی مسلمانو! جس نے کسی جادوگر کا دروازہ کھٹکھٹایا تاکہ وہ اس کے لئے کسی کو جادو کر دے تو اس نے دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دیا اور نور ایمان عوض دل کی تاریکی خرید لی۔ اور جو شخص کر فعل پر رضا مندی کا اظہار کرتا اور اسے پسند کرتا ہے وہ خود بھی اس فاعل جیسا ہی گنا نگار ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کے دس نواقض'' میں مذکور ہے:

''جس نے یہ (جادو) کیا یا اس پر رضا مند ہوا، اس نے کفر کیا۔ اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ﴾

''اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (جادو وغیرہ) کا خریدار ہوا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے۔ (البقرہ:۱۰۲)

---

[1] الذھبی فی الکبائر:329۔

[2] شرح السنۃ:10/239۔

حسد و جادو کا وبال:

جو شخص جادوگر کے پاس جاتا ہے وہ اپنے رب کو ناراض اور اس کی مخلوق پر ظلم کرتا ہے وہ دوسروں پر اللہ کی نعمتوں کو دیکھ دیکھ کر اتنا کڑھتا ہے اور اس حد تک حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جادو کے ذریعے وہ انہیں اس سے زائل کروانا چاہتا ہے اور کسی کے لئے جادو کروانے والے کا وبال خود اسی کے سر آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾

اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے"۔ (الفاطر: ۴۳)

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: "یعنی ان کے مکر (وجادو) کا وبال خود انہی کے اپنے سر پر ہی ہوتا ہے کسی دوسرے پر نہیں۔ امام محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں: تین کام ایسے ہیں کہ جو بھی کرے اسے اس وقت تک نجات نہیں ملتی جب تک کہ خود اس پر اس کا مکر نازل نہ ہو، یا اس پر ظلم وگناہ واقع نہ ہو اور اس کے ساتھ بدعہدی کر کے اسے ادھیڑ کر نہ رکھ دیا جائے۔ اور اس بات کی تصدیق خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ لہٰذا اے مخاطب! کسی سے جادو کروا کر جادوگروں جیسے گرے پڑے لوگوں کے ساتھ ہی آپ بھی دین سے نہ نکل جائیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ یہ دنیا بہت ہی چھوٹی عمر والی ہے اور عنقریب تمہیں اندھری قبر میں زمین (رینٹ) کا سرہانہ بنانا ہوگا۔ اپنے سابقہ گناہ سے توبہ کا اعلان کردیں اور دوسروں کے ساتھ نیکی واحسان کر کے اپنے دل کو حسد کے میل سے دھو ڈالیں نہ یہ کہ انہیں جادو کرواتے پھریں اور جس کسی کو جادو کروا رکھا ہے اس سے جادو کی گرہ کھلوادیں قبل اس کے کہ عظمتوں والے رب کی طرف تمہاری پکڑ ہو جائے۔

سحر زدہ مظلوم:

مسلمانو! سحر زدہ (مسحور) مظلوم ہوتا ہے عین ممکن ہے کہ کسی کے حسد و جادو کی وجہ سے اس سے جو نعمت چھن گئی ہو اللہ تعالیٰ اسے اس بھی بڑی نعمت سے نواز دے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کی کامیابی کی صورت میں اسے رفعت وبلندی عطا کرے اور اس کے گناہوں کو مٹائے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ۔

"اللہ جسے خیر و بھلائی پہنچانا چاہے اسے (دنیا میں ہی) کسی مشکل و مصیبت مبتلا کر دیتا ہے"۔[1] (صحیح بخاری)

اے سحر زدہ شخص! اس مصیبت سحر پر غمزدہ نہ ہوں اللہ اپنے مومن بندے کو آزمائش میں ڈال کر جانچتا ہے تاکہ وہ اسے اپنا تقرب بنائے اور مصیبت پر ناراض نہ ہوں اور نہ ہی اللہ کی طرف لکھی اس تکلیف پر جزع وفزع یا واویلا کریں کیونکہ عین ممکن ہے کہ یہ مصیبت وجادو آپ کیلئے سعادت مندی وخوشحالی کا سبب بن جائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَن تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

"عجیب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور عجیب نہیں کہ چیز تمہیں اچھی لگے مگر وہ تمہارے حق میں بری ہو"۔

(البقرہ: ۲۱۶)

---

[1] صحیح بخاری:5645۔

مظلوم بد دعاء:

مظلوم (ومسحور) کی بد دعاء عنداللہ مقبول ہوتی ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ۔

"تین دعائیں تو بلاشک وشبہ مقبول ہوتی ہیں: (۱) مظلوم کی بد دعاء (۲) مسافر کی دعاء (۳) اور والد کی بد دعاء اپنے بیٹے کے خلاف"۔[1] (سنن ترمذی)

اگر آپ صبر وشکیب سے کام لیں گے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رہیں گے تو حسن انجام آپ کا مقدر ہوگا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

"اور آخر بھلا (حسن انجام) تو ڈرنے والوں (اہل تقویٰ) کا ہی ہے"۔ (الاعراف:۱۲۸)

دعاء ذوالنون علیہ السلام:

عَنْ سَعْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذْ دَعَا وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ، فَإِنَّهُ لَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِي شَيْءٍ قَطُّ إِلَّا اسْتَجَابَ اللهُ لَهُ"

آپ ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام والی دعاء بکثرت کرتے رہا کریں اور انکی وہ دعاء یہ آیت کریمہ ہے: ﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

"تیرے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں، تو پاک ہے (اور) بیشک میں ظالموں قصوروار لوگوں میں سے ہوں"۔ (الانبیاء:۸۷)

"نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص بھی یہ دعاء مانگے گا اللہ اس کی دعاء قبول کرے گا"۔[2] (سنن ترمذی)

"علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: "یہ ایک مجرّب نسخہ ہے کہ جو شخص بھ سات مرتبہ یہ دعاء (آیت کریمہ) پڑھے اللہ اس کی مصیبت ومشکل دور فرما دیتا ہے"۔

مصیبت سے بچاؤ کی دعاء:

اس کے علاوہ ان کلمات کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھا کریں: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا

"ہم سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت سے بچانا اور مجھے اس سے بہتر معاوضہ عطا کرنا"۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِلَّا أَخْلَفَ اللهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا

---

[1] ترمذی: 3448۔

[2] ترمذی: 3505۔

’جس نے یہ دعاء کی اسے اللہ اس مصیبت سے بچا لیتا ہے اور اس (مفقود چیز) سے بہتر عطا فرماتا ہے“۔[1] (صحیح مسلم)

توبہ واستغفار:

اسی طرح اللہ سے استغفار (بخشش طلبی) بھی بکثرت کرتے رہا کریں۔اس کی بدولت آپ کے تمام غم دور کر دیئے جائیں گے اور آپ کی تمام مشکلات حل کر دی جائیں گی۔

اے سحر زدہ شخص! اگر آپ اپنے رب کی طرف پیش قدمی کریں جبکہ آپ مظلوم بھی ہوں تو یہ اس سے بدرجہا بہتر ہے آپ اس کی طرف آئیں جبکہ آپ ظالم ہوں اللہ کی طرف لوٹ کر اسے ہی اپنا ملجا وماویٰ بنالیں اور بکثرت توبہ واستغفار کیا کریں اور دعائیں مانگتے رہیں۔اللہ کر طرف سے کشائش ونجات بہت ہی قریب ہے اور اللہ کی رحمتوں سے کبھی مایوس نہ ہوں۔

توبہ نصوح:

جس نے جادوگروں اور کاہنوں کے پاس جا کر اپنے نفس پر ظلم کیا اور اس نے اپنے نفس کے بہکاوے میں آکر دوسروں کو نقصان پہنچایا تو اسے چاہئے کہ دین کو بگاڑنے والے ان افعال سے فوراً ارک جائے اور اس جرم عظیم سے توبہ نصوح کر کے اللہ کی طرف رجوع کرلے اور توبہ تائب ہونے والے لوگوں کی راہ اختیار کرلے اور ان جادوگروں اور شعبدہ بازوں کی راہوں سے بچ جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ﴾

”اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا“۔(طٰہٰ:۶۹)

قرب الٰہی آفات سے دوری:

جو شخص اللہ کے قریب ہوتا ہے وہ آفات ومصائب سے بہت دور رہتا ہے۔اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتے رہنا جادو کے واقع ہونے سے روکنے کا سبب ہے اور نماز فجر باجماعت ادا کرنا شرور ومصائب سے بچنے کا قلعہ ہے اور سورۃ البقرہ بہت ہی برکتوں والی سورت ہے۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اقْرَؤُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ، وَلَا تَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ. بِالْبَطَلَةُ السَّحَرَةُ

”سورۃ البقرہ پڑھا کرو، اس کا اخذ کرنا باعث برکت ہے اور اس کا ترک کرنا حسرت وندامت کا سبب ہے اور باطل پرست (جادوگر) اس کی استطاعت نہیں رکھتے“۔[2] (صحیح مسلم)

معوذتین:

قرآن کریم کی آخری دو سورتیں معوذتین (قل أعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) کا پڑھنا بھی جادو کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: فَمَا تَعَوَّذَ مُتَعَوِّذٌ بِمِثْلِهِمَا ۔

---

[1] صحیح مسلم:918۔

[2] صحیح مسلم:804۔

''ان دونوں سورتوں (معوذتین) کے ساتھ اللہ کی پناہ حاصل کیا کرو ان جیسی دوسری کوئی چیز کسی پناہ مانگنے والے کو حاصل نہیں''۔[1]

(ابوداؤد)

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کو ان دو سورتوں کے ذریعے اللہ پناہ حاصل کرنے کی ضرورت سانس لینے، کھانے پینے اور لباس پہننے کی ضرورت سے بھی زیادہ ہے''۔

اواخر البقرہ اور عجوہ:

،چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ قَرَأَ هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ

جس سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیں وہ اسے سرور آفات سے رات بھر بچائے رکھنے کیلئے کافی ہو جاتی ہیں۔[2]

ایسے ہی صبح کے وقت عجوہ نامی کھجور کے سات دانے کھانا جادو ہونے سے روکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً لَمْ يَضُرَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

''جس نے صبح کے وقت سات دانے عجوہ کھجور کے کھالئے اسے اس دن کو جادو اور زہر اثر نہیں کرتا''۔[3] (متفق علیہ)

گانا و موسیقی اور جادو:

گناہوں اور ہر طرح کی موسیقی سے بچیں یہ شیاطین کو گھروں میں کھینچ لانے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ جب کسی بندے کا پیٹ ذکر الٰہی سے خالی ہو اور وہ اپنے رب کی عبادت بہت کم کرتا ہو اور وہ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرے تو اس پر جادوگر کا وار بہت جلد حل جاتا ہے۔ لہٰذا بکثرت قرآن پڑھا کریں اور اپنے اوقات کو ذکر الٰہی سے معمور اور اللہ کی عبادت سے مصروف رکھا کریں۔ قرآن ہر قسم کی تمام بیماریوں کی شفاء ہے اور ذکر الٰہی بندے کو تمام اذیت دینے والی چیزوں سے بچاتا ہے سینہ و دل کو کھولتا ہے اور اطمینان قلب (دل کے سکون) کا باعث بنتا ہے ۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾

''خبردار! اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون و اطمینان ملتا ہے''۔ (الرعد:۲۸)

---

[1] ابوداؤد:1463۔
[2] صحیح مسلم:808۔
[3] صحیح مسلم:2047۔

اجنبیت وغربت اسلام اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امام وخطیب: شیخ صلاح البدیر
۲۷/۳/۱۴۲۶ھ، ۶/۵/۲۰۰۵ء

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ کا تقویٰ ہی بہترین کمائی اور اس کی اطاعت ہی بہترین نسبت وتعلق ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کا ساتھ اختیار کرو"۔ (التوبہ:۱۱۹)

آخر زمانہ:

مسلمانو! آخر زمانہ میں دھوکہ وفریب بہت بڑھ جائے گا اور باطل و باغی طاقتیں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور اہل تقویٰ واہل ایمان کیلئے غربت واجنبیت سخت ہو جائے گی اور وہ غربت واجنبیت دین سے ہوگی ملک ووطن سے نہیں۔ ہر چیز کی ایک واضع علامت ہوتی ہے اور ذلت ورسوائی کی علامت نافرمانیوں اور مخالفتوں کا ارتکاب ہے۔

اجنبیت وغربتِ اسلام:

اسلام سے اجنبیت حاصل ہونے کے اسباب میں سے ہی اسلام کو اپنانے میں نقص وکمی، اسکے احکام واوامر کا نقض وخلاف ورزی، اسے ترک کرنا، پست پست ڈال دینا اس کے اوامر کی توہین کرنا، اس کی مدد ونصرت میں لاپرواہی برتنا، اس سلسلہ میں چشم پوشی اختیار کرنا، اسلام کی حرمتوں کو پامال کرنا۔ انکی اہانت کرنا، بکثرت کبیرہ گناہوں میں ملوث ہونا اور فسق وفجور کی حد تک ان میں کوتاہی برتنا، اخلاقی گراوٹ وانحطاط اور معاشرتی منسا دو بگاڑ پیدا کرنا، شریعت کی ہیبت ووقار کو مٹانا، دین کے نظام کو توڑنا، افعال قبیحہ کا کھلے عام ارتکاب کرنا، ان افعال کا ارتقاب کرنا جو اسلام میں جائز ہی نہیں ہیں۔ اسی طرح اہل باطل کا غلبہ پا جانا، فاسق وفاجر لوگوں کا ظہور وتسلّط، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کا مٹ جانا حتیٰ کہ صرف یہ نام کی حد تک باقی رہ جائے گا۔ گمراہ کن افکار ونظریات، فاسد قسم کے اغراض ومقاصد، شاذ اقوال مفتیوں کی لسر زشوں اور ساہل پسند لوگوں کی دی ہوئی رخصتوں کو اپنا لینا۔ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلے میں ان اشیاء کو اختیار کر لینا، تاویلات واصلاح وانقلاب کے نام سے اجماعی مسائل کی خلاف ورزی کرنا۔ نئی روشنی روشن خیال اور ترقی پسندی (اعتدال پسندی) کے نعروں سے مسلمات شریعت سے اختلاف کرنا۔ یہ عجیب اور دین سے خالی فلسفے ہیں جنہیں منافقین کے دماغوں نے گھڑ لیا ہے اور اہل باطل نے انہیں متعارف کروا دیا ہے۔ یہ ابلیس کی فوجیں ہیں، عفت و پاکدامنی اور حجاب و پردہ کے دشمن ہیں، اسلام کے بدخواہ، فسق وفجور فحاشی واباحیت اور سرکشی وگمراہی کے داعی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحیح ہی فرمایا تھا: بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا، وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ

"اسلام غربت واجنبیت میں شروع ہوا تھا اور بالآخر پھر غریب واجنبی (تنہا) بنکر رہ جائے گا، اور غرباء (اہل دین) کیلئے طوبیٰ (خوشخبری جنت) ہے"۔[1] (صحیح مسلم)

---

[1] صحیح مسلم:145۔

اے فتنوں کے اس دور میں بھی اللہ کی کتاب قرآن کریم سے گہرا تعلق رکھنے والو! آپ کیلئے جنت کی خوشخبری ہے۔اے نبی اکرم ﷺ کی سنت کو اس مصائب ومشکلات کے دور میں اپنانے والو! آپ کیلئے نوید بہشت ہے۔

غربتِ اسلام کی علامات:

مسلمانو! دین کی غربت واجنبیت اور تنہائی کا ڈھانچہ یہ ہے کہ مسلمان ممالک میں گناہوں اور نافرمانیوں کا کھلے عام ارتکاب کیا جاتا ہے اور ان نافرمانوں اور متکبر فاسق وفاجرلوگوں سے چشم پوشی کی جارہی ہے بلکہ ان کی چاپلوسی، ان کے لئے مداہنت اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جارہاہے اور عقیدہ وشریعت اور دین کے مقابلے میں انکا دفاع کیا جاتا ہے۔

امام ابن بطال کہتے ہیں :في الجهر بالمعصية استخفاف بحق الله ورسوله صلى الله عليه وسلم وبصالحي المؤمنين، وفيه ضرب من العناد لهم.

'گناہ کو کھلے عام کرنے میں اللہ ورسول ﷺ اور مومن لوگوں کے حقوق سے استخفاف وتوہین کا پہلو نکلتا ہے اور اس میں انکے لئے ایک گونہ عناد بھی پایا جاتا ہے۔'[1]

ایک عیب:

مسلمانو! کھلے طور پر گناہوں کا ارتکاب کرنا اور یہ واضع منکر وبرائی کو اپنا اہل اسلام کے لئے ایک عیب ہے اور یہ ان کی دین اسلام سے محبت کی کمی کی دلیل بھی ہے اسی طرح یہ ان کے اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے اور شریعت الٰہیہ وسنت مصطفویہ کی سربلندی کیلئے جدوجہد میں نقص وکوتاہی کا بھی ثبوت ہے۔ یہ ان کے ضعف ایمان قلت توکل کا پتہ دیتا ہے۔توکل اس ذات پر جو اس کائنات کی تمام حرکات وسکنات کا بلاشرکت غیرے مالک ہے، ہر چیز اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ جب کسی چیز کو کہتا ہے ہوجا تو وہ فوراً رونما ہوجاتی ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:

ارشاد الٰہی ہے :﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾

مومن مرد اور مومن عورتیں، ایک دوسرے کے ولی ودوست ہوتے ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ور برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے اور اللہ ورسول کی اطاعت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔اللہ غالب وحکمت والا ہے۔(التوبہ:۷۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے'' کے فریضہ کو ان لوگوں کی پہلی صفت اور سب سے بڑی نشانی ''صفت قرار دیا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ۔

---

[1] ((إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری)) القسطلاني (9/ 49)

”جو شخص کسی برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (قوتِ بازو) سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ اسے زبان سے باز کرے (اس کے خلاف آواز اٹھائے) اور اگر وہ اس کی بھی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم) اسے دل سے ہی روکے (برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین درجہ ہے“۔[۱] (صحیح مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ، ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ، يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ، وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔

’مجھ سے پہلے جس کسی بھی نبی کو اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کی طرف مبعوث فرمایا، اسے اس امت سے کچھ حواری اور صحابی وساتھی بھی مہیا فرمائے وہ ان کی سنت کو اختیار کرتے تھے اور ان کے احکام واوامر کو بجالاتے تھے اور پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہو گئے کہ جو کچھ وہ کہتے تھے خود نہیں کرتے تھے اور کرتے وہ تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جو کوئی ان سے اپنے ہاتھ (قوتِ بازو) سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو کوئی ان کے خلاف زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو کوئی ان کے خلاف دلی نفرت کے اظہار سے جہاد کرے گا وہ بھی مومن ہی ہے اور اس کے بعد والے کسی شخص میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے“۔[۲] (صحیح مسلم)

خاموشی گناہ میں شرکت:

مسلمانو! کسی بڑائی کے ظاہر ہونے کے باوجود اس پر خاموشی رہنا جبکہ اس پر نکیر کرنا ممکن ہو اس کے باوجود اس کی مذمت ونکیر نہ کرنا بھی اس گناہ میں شریک ہونے جیسا ہی ہے اور وہ شخص بھی اس فعل کے گناہ سے بچ نہ پائے گا اور نہ ہی اس کے انجام سے نجات پاسکے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾

”اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں لوگوں پر واقع نہیں ہوگا جو کہ تم میں سے گناہگار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے“۔ (الانفال:۲۵)

اجتماعی فتنہ وعذاب:

یہ فتنہ ایسی چیز ہے کہ صرف اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے اور کھلے عام ظلم ڈھانے والے شخص کی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ وہ اس کی حدود کو پھلانگ کر صالح وطالح (نیک وبد) سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور اس کا سبب وہ فاسد گروہ ہوتا ہے جس کا قلع قمع نہ کیا گیا ہو اور وہ کھلے عام کئے جانے والے گناہ ہیں جنہیں روکا نہ گیا ہو اسی طرح اس عمومی فتنے کا سبب وہ تجاوزات بھی بنتے ہیں جو کہ شریعت کے خلاف کئے جاتے ہیں اور انہیں منع نہیں کیا ہوتا۔

---

[۱] صحیح مسلم:49۔
[۲] صحیح مسلم:50۔

ایک سوال اور اسکا جواب:

اگر کوئی یہ کہے کہ گناہ گار و ظالم کو تو اسکے کیئے کی سزا کے طور پر فتنے میں مبتلا کیا جائے لیکن ظلم نہ کرنے والے کا کیا کیا گناہ ہے کہ اس بھی اس فتنے کا لقمہ بنا دیا جائے گا؟ اس ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ اس نے ان شرّ پسندوں کی موافقت کی یا پھر اسلئے کہ انہوں نے اس برے فعل کی مذمت ونکر کرنے کی بجائے اس پر سکوت و خاموشی سادھ لی، اسی کے نتیجے میں وہ بھی صاحب جبروت ذاتِ جبار کی عقوبت و سزا کے مستحق ہو گئے۔

وجوبِ نکیر و مذمت اور عدم نکیر کا انجام:

جب لوگ کھلے عام گناہوں کا ارتکاب کرنے لگیں اور بلا روک ٹوک وہ ان میں اپنے ہاتھ انگتے جائیں تو انہیں دیکھنے والے ہر شخص پر ان کی مذمت ونکیر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر سارے لوگ ہی کسی برائی پر خاموشی اختیار کر لیں گے تو سارے کے سارے ہی نافرمان شمار ہونگے یہ لوگ اپنی رضامندی و خاموشی پر اور وہ اپنے فعل و کرتوت پر۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ فِي قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي ، يَقْدِرُونَ عَلَى أَنْ يُغَيِّرُوا عَلَيْهِ فَلَا يُغَيِّرُوا إِلَّا أَصَابَهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَمُوتُوا.

"کوئی شخص جو کسی ایسی قوم میں ہو جہاں گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہو اور وہ ان گناہوں کو روک سکتا ہو مگر وہ نہ روکے تو ان کے مرنے سے پہلے اللہ ان سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا"۔[1] (ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَأْخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ أَوْشَكَ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللهُ بِعِقَابٍ مِنْهُ.

"لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب (ظالم اور خاموس تماشائیوں) پہ عذاب نازل کر دے"۔[2] (ابوداؤد، ترمذی ونسائی)

اس حدیث میں بڑی سختی آئی ہے اور انتہائی دھمکی کے انداز کو اختیار کیا گیا ہے اور سخت وعید سنائی گئی ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ اپنی بخشش و مغفرت، لطف و کرم اور رحمتوں کو ہمارے شامل حال رکھے اور ہم میں سے ہر بھٹکے ہوئے شخص کو راہ ہدایت عطا فرمایا ئے۔

بلاء فتنہ سے حفاظت:

امام قرطبی لکھتے ہیں: كُلُّ بَلْدَةٍ يَكُونُ فِيهَا أَرْبَعَةٌ فَأَهْلُهَا مَعْصُومُونَ مِنَ الْبَلَاءِ: إِمَامٌ عَادِلٌ لَا يَظْلِمُ، وَعَالِمٌ عَلَى سَبِيلِ الْهُدَى، وَمَشَايِخُ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحَرِّضُونَ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ وَالْقُرْآنِ، وَنِسَاؤُهُمْ مَسْتُورَاتٌ لَا يَتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى.

---

[1]) ابوداؤد: 4339۔

[2]) ترمذی: 2168۔

”کہا گیا ہے کہ ہر وہ ملک جہاں چار چیزیں ہوں وہاں کے لوگ ہر طرح کی بلاء وفتنہ سے محفوظ رہتے ہیں: (۱) عادل ومنصف مزاج حاکم جو شخص پر ظلم نہ کرے۔ (۲) عالم دین جو کہ ہدایت کی راہ پر قائم ہو۔ (۳) مشائخ جو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہ انہیں قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے اور اس پر آمادہ کرتے رہیں (۴) ان کی عورتیں باپردہ ہوں، زمانہ جاہلیت کی سی بے پردگی اختیار نہ کریں۔[1]

مسلمانو! بلاء وفتنہ سے صرف وہی لوگ بچیں گے جو برائی کی راہ روکنے والے اور اصلاح کرنے والے ہیں اور وہ لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں جو خاموش تماشائی (گونگے شیطان) بنے رہتے اور مداہنت سے کام لیتے ہیں، جو کھلے عام جرئم کا ارتقاب کرتے اور نافرمانیوں کی راہ لیتے ہیں اور جو اپنے جرائم پیشہ ہونے میں ماہر ہو چکے ہیں اور ہمیشہ اللہ کے نظام واحکام کو توڑتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنْجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾

”جب انہوں نے ان باتوں کو فراموش کر دیا جنکی انہیں ہدایت کی گئی تھی تو جو لوگ برائی سے منع کرتے تھے انہیں ہم نے نجات دی اور جو ظلم (وگناہ) کرتے تھے انہیں برے عذاب میں پکڑ لیا کہ وہ نافرمانی کئے جاتے تھے“۔ (الاعراف: ۱۶۵)

اس آیت کریمہ میں سخت زجروتوبیخ کی گئی ہے اور ان کی سی حالت میں مبتلا ہونے سے روکا گیا ہے تاکہ انہی جیسی سزا سے دوچار نہ کر دیئے جائیں۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ (116) وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ﴾

”جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ان میں ایسے ہوشمند کیوں نہ ہوئے جو زمین وملک میں فساد وخرابی سے روکتے۔ ہاں (ایسے) تھوڑے سے (تھے) جنہیں ہم نے ان میں سے خلاصی بخشی اور جو ظالم تھے وہ انہی ناتوں کے پیچھے لگے رہے جن میں عیش وآرام تھا اور وہ گناہوں میں ڈوبے رہے اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باشندے نیکوکار ہوں، وہ انہیں از راہ ظلم تباہ کر دے“۔ (ھود: ۱۱۶۔ ۱۱۷)

ان میں سے تھوڑے سے وہ لوگ عذاب سے نجات پا سکے جو کہ فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے روکتے تھے۔

بخشش سے دور لوگ:

اے کھلے عام گناہوں کا ارتقاب کرنے والو! تم پر ناکامی ومایوسی اور خسارہ ونقصان نازل ہو چکا ہے کیونکہ تم سے معافی وبخشش دور کر دی گئی ہے اور تم مصائب ومشکلات کے گڑھے میں گر چکے ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: كُلُّ أُمَّتِي مُعَافًى إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ، وَإِنَّ مِنَ الْمَجَانَةِ أَنْ يَعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ عَمَلًا ثُمَّ يُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَهُ اللهُ، فَيَقُولَ: يَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَةَ كَذَا وَكَذَا، وَقَدْ بَاتَ يَسْتُرُهُ رَبُّهُ، وَيُصْبِحُ يَكْشِفُ سِتْرَ اللهِ عَنْهُ۔

[1] تفسیر قرطبی: 4/ 49۔

''میری امت کے تمام لوگوں کو معافی وبخشش مل جائے گی سوائے ان لوگوں کے جو کھلے عام گناہوں کا ارتقاب کرتے ہیں اور کھلے عام کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی شخص رات کی تاریکی میں گناہ کرے اور پھر صبح ہو جبکہ اللہ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال رکھا ہو مگر وہ خود لوگوں کو کہتا پھرے: اے فلاح! میں نے رات یہ اور یہ کیا ہے۔ اس نے رات گزار لی اور اس کے رب نے اس کا پردہ رکھ لیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو خود اس نے اللہ کے ڈالے ہوئے پردہ کو اٹھا دیا''۔[1] (صحیح بخاری)

رضا بر گناہ، شرکت گناہ:

مسلمانو! حدود اللہ کو کھلے عام توڑنے والوں پر نکیر ومذمت کریں اور جو شخص علانیہ گناہوں میں ملوث ہوتا ہے اسے وعظ و نصیحت کریں اس کے ساتھ کھانا پینا، بیٹھنا اٹھنا۔ اس معاملہ میں کسی برتنا اور اس کے سامنے کمزور پڑ نا چھوڑ دیں۔ اپنی تمام تر کوشش اور جدو جہد کر گزریں تا کہ کہیں شر و بلائیں اتنی کثرت میں نہ ہو جائیں کہ ان کی راہ روکنا ممکن نہ اپنے حضرت عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا وَقَالَ مَرَّةً: أَنْكَرَهَا كَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَا ، وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا .

''زمین (دنیا) میں جب کسی گناہ و خطا کا ارتقاب کیا جائے تو جو شخص اسے دیکھے اور اس سے نفرت کرے تو وہ ایسے ہوگا جیسے اس نے دیکھا ہی نہیں اور جس نے اسے گناہ کرتے تو نہیں دیکھا مگر اس کے اس گناہ پر رضامند ہے تو اس شخص جیسا ہے جس نے گناہ کرتے وقت اسے دیکھا (پاس موجود) ہے''۔[2] (سنن ابو داوَد)

امام ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں: ''جس نے کسی گناہ و خطا کو واقع ہوتے دیکھا مگر دل سے اسے برا سمجھا تو وہ شخص ایسے ہی ہوگا جسے اس نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ جبکہ وہ ہاتھ اور زبان سے اسے روکنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اور وہ شخص جو مقام گناہ پر موجود نہیں مگر وہ اس پر رضامند ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ وقوع گناہ کے مقام پر موجود ہو اور اس پر نکیر کرنے کی طاقت رکھتا ہو مگر نکیر و مذمت نہ کرے کیونکہ خطاؤ گناہوں پر رضامندی بدترین محرّمات کہ حرام امور میں سے ہے''۔

گناہگاروں کا ہمنشین:

مسلمانو! ویل و ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو نافرمانیاں اور گناہ کرنے والوں کا ہمنشین بنے یا ان گناہوں کے ظہور پر خوش ہو یا انکے باطل پر راضی ہو یا انکے افعال کو خراج تحسین پیش کرتے یا ان کا تعاون ومدد کرے یا ان کے فسق و فجور کا اعلان کرے یا ان کے ٹولے کی کثرت کا سبب بنے۔ جو شخص کسی قوم کی کثرت کا سبب بنے وہ انہی میں سے شمار ہوتا ہے اور جو شخص کسی قوم کے کسی فعل پر رضامندی کا اظہار کرے وہ اس فعل کا ارتقاب کرنے میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ گناہ پر رضامندی گناہ ہے اور کفر پر رضامندی کفر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

---

[1] صحیح بخاری: 6069۔

[2] ابو داوَد: 4345۔

غَيْرِهٖٓ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ﴾

''اور اللہ نے تم (مومنوں) پر اپنی کتاب میں (یہ حکم) نازل فرمایا ہے کہ جب تم (کہیں) سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکا ہو رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جارہا ہے تو جب تک وہ لوگ دوسری باتیں (نہ) کرنے لگیں انکے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی ان جیسے ہی ہو جاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں، سب کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔(النساء:140)

ویل و ہلاکت:

ویل و ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو اپنے آپ کو اللہ کے غضب و غصے کا شکار بنائے اور اس کی ناراضگی وعذاب کا نشانہ بنالے۔ اس کے لئے ویل و بربادی ہے اس دن کی جب وہ اپنے اس قبیح فعل کی نحوست وانجام بد کو پائے گا اور اپنے مکر وگناہ کا نتیجہ بھگتے گا اور اس کے برے افعال کا انجام ونتیجہ نقصان ہی کی صورت میں نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو نقصان اٹھانے والوں کی راہ سے بچا کر رکھے اور ہم سب کو ہدایت پانے اور دوسروں کیلئے ذریعۂ ہدایت بننے والے بنائے اور ہمیں حضرت محمد ﷺ کی سنت کی اتباع و پیروی کرنے والا بنادے۔

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اسے اپنے تمام افعال اور حرکات وسکنات دیکھنے والا نگران مانو، اس کی اطاعت ونافرمانبرداری کرو اس کی نافرمانی سے باز رہو۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اس کے تم مسلمان ہی ہو''۔(آل عمران:۱۰۲)

نکیر کرنے والوں سے نفیر:

مسلمانو! اس زمانے پر تعجب ہے کہ اس میں جو شخص برائی پر نکیر کرے اس کے پاس بیٹھنے والے ہمنشین بہت ہی کم رہ جاتے ہیں اور اس سے دور بھاگنے والوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور جو شخص مداہنیت سے کام لینے لگے، اس سے ملنے جلنے والوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور اس کے دشمن کم ہی رہ جاتے ہیں۔ جو شخص گناہوں پر نکیر و فدیت شروع کردے وہ لوگوں کے دلوں پر بھاری لگنے لگتا ہے، اس پر چھوٹی تہمتیں اور الزامات لگائے جاتے ہیں اور اسے اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں اور اس کا انتہائی بدترین انداز سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اسکی لرزشیں معاف نہیں کی جاتیں اس کے اوصاف حمیدہ کا ذکر تک نہیں کیا جاتا اور اس کی خیر و بھلائیوں اور خدمات پر اس کا شکریہ تک نہیں ادا کیا جاتا۔

صبر و شکیب اور ثبات و استقامت:

آخرت کے طلب گار کو چاہئے کہ وہ مصلحین کی لڑی میں شامل ہو جائے اور اللہ کی خاطر گھٹیا لوگوں کی طرف سے اسے جو اذیتیں پہنچیں، اور جاہل ونادان اور متکبر لوگوں کی طرف سے جو اس پر زیادتیاں ہوں ان سب پر صبر و شکیت سے کام لے۔ امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''ہر وہ شخص جو اقامت حق کیلئے کھڑا ہوتا ہے، نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے تو اسے ضرور ہی اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں اور اس کا صبر کے سوا کوئی علاج نہیں ہے کہ وہ اللہ کی خاطر صبر و ہمت سے کام لے، اسی سے مدد مانگے اور اسی کی طرف رجوع کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَأْمُرْ

بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾

”نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور (اس راہ میں) جو مصیبت و اذیت پہنچے اس پر صبر کرو بیشک یہ بہت ہی عزم و ہمت کے کام ہیں“۔

(لقمان:۱۷)

مسلمانو! سننے کا پھل اتباع و پیروی اور فرمانبرداری کرنے میں ہے لہٰذا آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جو بات کو توجہ سے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے اور اس میں سے ہر اچھی بات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حسن خاتمہ یا خاتمہ بالخیر اسکے حصول کے اسباب وذرائع

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی

۵ / ۴ / ۱۴۲۶ھ، ۱۳ / ۵ / ۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا اس سے ڈرنے حق ہے اور ہمیشہ اس کی مغفرت وبخشش اور اس کی رضاء وخوشنودی کی طرف کیلئے رہا کرو، وہ شخص فوز وفلاح اور سعادت وخوشی پا گیا جو اپنے مولا کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور وہ شخص ناکام ونامراد اور خائب وضاسر ہوگیا جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور اپنی آخرت سے منہ موڑلیا۔

بے نیاز ذاتِ باری:

اللہ والو! آپ کا رب آپ سب سے غنی وبے نیاز ہے، اسے اطاعت گزار لوگوں کی اطاعت ونافرمانبرداری کوئی فائدہ پہنچاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: يَا عِبَادِي إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي، وَلَنْ تَبْلُغُوا نَفْعِي فَتَنْفَعُونِي

''اے میرے بندو! تم اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکو اور نہ ہی تم اس درجہ کو پاسکتے ہو کہ تم مجھے کوئی نفع دے سکو''۔[1] (صحیح مسلم عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

اسی طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

''اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ان کی وجہ سے (اے نبی!) غمگین نہ ہونا۔ یہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں انہیں کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار ہے''۔ (آل عمران:۱۷۶)

فضل اعمال قلب:

اعمال صالحہ دنیا وآخرت کی تمام خیر وبھلائیوں کا سبب اور اعمال میں سے افضل واعلیٰ اعمال دلوں کے اعمال ہیں جیسے ایمان وتوکّل، خوف، رجاء وامید، رغبت وڈر، اللہ کی محبوب چیزوں سے محبت اور اللہ کی نفرت والی چیزوں سے نفرت اور ہر نفع لانے اور ہر نقصان دور کرنے کیلئے صرف ایک ہی ذات الٰہی سے دلی تعلق قائم رکھنا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

''اور اگر اللہ تمہیں کوئی سختی ونقصان پہنچائے تو خود اسی کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر نعمت وراحت خیر وبھلائی عطا کرے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (الانعام:۱۷)

[1] صحیح مسلم: 2577۔

اعضاءِ جسم کے اعمال:

اعضاءِ جسم کے اعمال صالحہ دلوں کے اعمال صالحہ کے تابع ہوتے ہیں جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى۔

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کیلئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی''۔[1] (صحیح بخاری ومسلم عن عمر رضی اللہ عنہ)

برے اعمال دنیا وآخرت میں ہر قسم کے شرّ و برائی کا باعث ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾

''اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارا اپنے ہی ہاتھوں کی کمائی (افعال) کا نتیجہ ہوتی ہے اور اللہ بکثرت (گناہوں) کو تو معاف ہی کر دیتا ہے''۔(الشوریٰ:۳۰)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾

''خشکی وتری (بحر وبرّ) میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد و بگاڑ پھیل گیا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض افعال کا مزہ چکھائے، عجیب نہیں کہ وہ باز آجائیں''۔(الروم:۴۱)

خیر کا حکم، شرّ کی ممانعت:

بندے کو اطاعت وفرمانبرداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے حرام وممنوع امور سے باز رہنے کا حکم ہے اور یہ تمام اوقات میں ہی عام ہے تاہم عمر کے آخری حصہ میں اور موت سے پہلے کی آخری گھڑیوں میں تو اعمال صالحہ کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ اس طرح گناہوں سے باز رہنے کا حکم بھی آخری عمر اور آخری گھڑیوں میں بالخصوص ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ

''اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے''۔[2] (صحیح بخاری عن سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ)

حسن خاتمہ:

جسے اللہ تعالیٰ عمر کے آخری حصہ اور موت کے قریب کی آخری گھڑیوں میں اعمال صالحہ کی توفیق سے نواز دے اس کے لئے اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ (خاتمہ بالخیر) لکھ دیتا ہے اور جسے اللہ نے ذلیل وخوار اور بے یارومددگار چھوڑ نا ہو اس کی موت کے قریب اس کا خاتمہ کسی شرّ و برائی اور گناہ پر ہوجاتا ہے اور اس پر اللہ ناراض ہوجاتا ہے اور اسے خاتمہ بالخیر سے محروم کرکے اسکا خاتمہ باشر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

---

[1] صحیح بخاری:1۔
[2] صحیح بخاری:6607۔

حصول خاتمہ بالخیر کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حسن خاتمہ پانے کی ترغیب اور خاتمہ بالخیر کے حصول کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا اس سے ڈرنے حق ہے اور تمہیں ہر گز موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم صرف مسلمان ہی ہو"۔ (آل عمران: ۱۰۲)

حسن خاتمہ کی کوشش میں مصروف رہنا صالحین کا مقصود و مطلوب ہے اللہ کے اہل تقویٰ بندوں کا ہدف ونصب العین اور اللہ سے ڈرنے والے ابرار کی امیدوں کا مرکز ہے ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

"ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت وتاکید کی (فرمایا:) اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے دین کو منتخب کرلیا ہے تمہیں ہر گز موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہی ہو"۔ (البقرہ: ۱۳۲)

اولی الالباب کی تعریف اور اہل عقل و دانش کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اس طرح دعائیں کرتے رہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ﴾

اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں ابرار صالحین کے موت عطا فرما۔ (آل عمران: ۱۹۳)

توبہ تائب ہونے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ یوں دعائیں کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾

"اے ہمارے رب! ہم پر صبر واستقامت کے دھانے کھول دے اور ہمیں مسلمان ہی مارنا"۔ (الاعراف: ۱۲۶)

مصرّف القلوب:

عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُوْلُ: أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ قُلُوْبَ بَنِي آدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ إِصْبَعَيْنِ مِنْ أَصَابِعِ الرَّحْمَنِ، كَقَلْبٍ وَاحِدٍ يُصَرِّفُهُ حَيْثُ يَشَاءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ۔

حضرت عبداللہ عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "تمام بنی آدم کے دل اللہ عزوجل کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان یوں ہیں جسے کہ ایک ہی دل ہو اور وہ اسے جدھر چاہے پھیرتا ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے یہ دعاء فرمائی: اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ

"اے ہمارے اللہ! اے دلوں کو پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف ہی پھیرے رکھنا"۔[1] (صحیح مسلم)

---

[1] صحیح مسلم: 2654۔

عظیم سعادت:

جسے اللہ حسن خاتمہ کی توفیق سے نواز دے وہ اپنی سعادت حاصل کر لیتا ہے اس کے بعد اسے کسی قسم شقاوت و تنگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور اس توفیق کے حاصل ہو جانے کے بعد اسے کسی قسم کے کرب و بلا سے دو چار نہیں ہونا پڑتا۔ اور جس کا خاتمہ بالخیر نہ ہوا بلکہ اس کا انجام شرّ و برائی پر ہوا وہ دنیا و آخرت گنوا بیٹھا۔ صالحین اس بات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں کہ خاتمہ سے پہلے ان سے اعمال صالحہ کا صدور ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کی توفیق کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ نیک اعمال سرانجام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھتے اور اس سے اچھی امید ہی وابستہ کئے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں پر بدظن رہتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

”بیشک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت و جہاد کیا۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں اور اللہ بہت ہی بخشنے اور رحم کرنے والا ہے“۔ (البقرۃ:۲۱۸)

خلوص نیت اور عمل صالح:

جس نے اپنی نیت میں اللہ کے ساتھ سچ کا معاملہ قائم رکھا۔ نبی اکرم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا رہا اور اس نے آپ ﷺ کے صحابہ کے عمل و طریقہ کو اختیار کیا تو ایسے شخص کے بارے میں سنت و قانون الٰہی یہی ہے کہ اسکا خاتمہ بالخیر ہوگا اور اس کے آخری اعمال خیر و بھلائی پر مشتمل ہونگے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾

”ہم اچھا عمل کرنے والے کسی شخص کا اجر و ثواب ضایع نہیں کرتے“۔ (الکھف:۳۰)

دوسری جگہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾

”اور اللہ ایسا نہیں کہ وہ تمہارے ایمان کو یونہی ضایع کردے“۔ (البقرۃ:۱۴۳)

ایک تیسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾

”جو شخص نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اسے نہ ظلم کا خوف ہوگا نہ نقصان کا“۔ (طٰہٰ:۱۱۲)

حسن خاتمہ کے اسباب و ذرائع:

(۱) حسن خاتمہ کے اسباب و ذرایع میں سے ہی اخلاص للہ اور نیک نیتی ہے کیونکہ نیت کا صحیح ہونا مقبول اعمال کی بنیادی شرط ہے (جیسا کہ حدیث گزری ہے)

(۲) باجماعت نمازِ پنجگانہ:

حسن خاتمہ کے اسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ نماز پنجگانہ باجماعت ادا کی جائیں چنانچہ حدیث میں ارشاد نبوی ہے: مَنْ صَلَّى الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

جس نے دوٹھنڈی نمازیں (باجماعت و پابندی سے) ادا کیں، وہ جنت میں داخل ہوگیا۔[1] (صحیح بخاری و مسلم عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ) اور دوٹھنڈی نمازوں سے مراد نماز فجر وعصر ہیں اور ان دو کے علاوہ دیگر نمازوں کی پابندی و جماعت سے ادائیگی تو بالاولیٰ ضروری ہے۔

(۳) ایمان و اصلاح:

حسن خاتمہ کی توفیق پانے کے اسباب و ذرائع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ بندہ ایمان و اصلاح کا مالک ہو چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا نُرۡسِلُ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَمَنۡ ءَامَنَ وَأَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ﴾

''پس جو ایمان لایا اور اس نے اپنی اصلاح کر لی اس پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ کوئی غم کھائے گا''۔ (الانعام:۴۸)

(۴) ہر حال میں تقویٰ:

حسن خاتمہ کیلئے اللہ سے توفیق حاصل کر لینے کے اسباب میں سے ہی یہ بھی ہے کہ پوشیدہ وظاہر ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہیں، اس کا تقویٰ اختیار کریں اس کے احکام کی بجا آوری کریں اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب و پرہیز کریں اور یہ سلسلہ ہمیشہ کیلئے قائم رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿تِلۡكَ ٱلدَّارُ ٱلۡأٓخِرَةُ نَجۡعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا فَسَادًا وَٱلۡعَٰقِبَةُ لِلۡمُتَّقِينَ﴾

''یہ آخرت کا گھر (جنت) ہم ان لوگوں کیلئے خاص کر دیں گے جو زمین میں ظلم اور فساد بگاڑ کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام (خیر) تو پرہیز گاروں ہی کا ہے''۔ (القصص:۸۳)

(۵) کبائر سے اجتناب:

حسن خاتمہ کی توفیق پالینے کے اسباب میں سے ہی یہ بھی ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچ کر رہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِن تَجۡتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُم مُّدۡخَلٗا كَرِيمٗا﴾

''اگر تم ان کبیرہ (بڑے بڑے) گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں روکا جاتا ہے تو ہم تمہاری برائیوں کو مٹا دیں گے اور تمہیں باعزت مقامات میں داخل کر دیں گے''۔ (النساء:۳۱)

(۶) سنتِ رسول پر عمل:

حسن خاتمہ کو پالینے کے اسباب و ذرائع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سنت، انصار و مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رحمہ اللہ کے طریقہ کو اپنایا جائے ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡأٓخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرٗا﴾

''تمہارے لئے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے، اس شخص کیلئے جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی

[1] صحیح بخاری:574۔

امید ہو اور وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو"۔(الاحزاب:۲۱)

دوسری جگہ فرمایا:﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے خلوص و نیکو کاری کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے خوس ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں ۔(اور ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی"۔(التوبہ:۱۰۰)

(۷) ظلم سے گریز:

حسن خاتمہ کی توفیق پانے کے ذرایع میں سے ہی یہ بھی ہے کہ لوگوں پر ظلم کرنے سے دور رہا جائے انکی جان و مال اور آبرو میں سے کسی پر فست درازی اور بغاوت و زیادتی نہ کی جا۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللهُ عَنْهُ ۔

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور اصل مہاجر وہ ہے جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو چھوڑ دے"۔[1] (بخاری ،ابو داؤد و نسائی، مسند احمد، دارمی، طیالسی، صحیح (الجامع:۶۷۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ فَإِنَّهَا لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ

"مظلوم کی بددعا سے بچو، کیونکہ اس کے اور اللہ کے مابین کوئی حجاب رکاوٹ نہیں ہوتی"۔[2] (صحیح بخاری و ترمذی)

اور ایک حدیث میں ہے: مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ ۔

"کوئی گناہ ایسا نہیں جس کی سزا دینے کیلئے اللہ جلدی کرے جتنی جلدی وہ ظلم و بغاوت اور قطع کی سزا دینے میں کرتا ہے"۔[3] (ترمذی)

(۸) مخلوق پر احسان و نیکی:

محسن خاتمہ کی توفیق کے حصول کا ایک ذریعہ وطریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ کی مخلوق احسان و نیکی کی جائے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾

"جو لوگ رات اور دن کو، پوشیدہ وعلانیہ اپنے اموال (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر و ثواب ہے،

---

[1]) صحیح بخاری:10۔

[2]) صحیح بخاری:3059۔ترمذی:625۔

[3]) ترمذی:2511۔

ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ کوئی غم کھائیں گے“۔(البقرہ:۲۷۴)

یہ سخاوت وفیاضی اور فراخ دلی بھی ہو اور یہ شخص مسلمان بھی ہو تو یہ حسن خاتمہ کی توفیق کے حصول کا ذریعہ ہے، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

صنائِعُ المعروفِ تَقِي مصارِعَ السوءِ

”نیکی کرنا (ذلت میں گرنے بری موت) سے بچاتا ہے“۔

(۹) بدعات سے فرار:

حسن خاتمہ کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی بدعات سے بچ کر رہے کیونکہ ان کا نقصان بہت ہی بڑا اور ان کا بگاڑ انتہائی خطرناک ہے۔ یہ بدعات ہی ہیں جو کہ دلوں کو بگاڑتی، دین کو برباد کرتی اور اسلام کو توڑ کر ریشہ ریشہ کر دیتی ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾

”جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کی، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا جو کہ انبیاء وصدیقین اور شہداء صالحین ہیں اور بہت ہی اچھے ہیں یہ رفقاء“۔(النسآء:۶۹)

یہ تمام لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یہ سب کے سب ہی ہر طرح کی تمام بدعات وخرافات سے سراسر بری ہیں۔

(۱۰) حسن خاتمہ کی دعائیں:

حسن خاتمہ کے حصول کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے لئے اس کی دعائیں کی جائیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾

”اور تمہارے رب نے کہا ہے: مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو سنتا (قبول کرتا) ہوں۔ بیشک وہ لوگ جو میری عبادت (دعا کرنے) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہونگے“۔(المومن:۶۰)

حدیث شریف میں ہے: لا يُغْنِي حذرٌ من قدرٍ، والدعاءُ ينفعُ مما نزل، ومما لم ينزل

”کسی کا پرہیز واحتیاط اسے تقدیر کے لکھے سے نہیں بچا سکتی اور دعاء نازل شدہ بلاؤں کو رفع کرنے اور نازل ہونے والی مصیبتوں کو روکنے کیلئے مفید ہے۔[1]

اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائی کیلئے حسن خاتمہ کی دعاء کرنا دعاء مقبول ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے: مَنْ دَعَا لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ

”اگر کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کیلئے اس کی عدم موجوگی میں دعاء مانگے تو فرشتہ اس پر آمین کہتا ہے اور ساتھ ہی یہ دعاء بھی کرتا ہے کہ

[1] میزان الاعتدال:2/78۔

تیرا بھی حسن خاتمہ ہو"۔[1] (صحیح مسلم)

(۱۱) برے خاتمہ کے اسباب سے بچنا:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے حسن خاتمہ کے اسباب و ذرائع کو اپنانے کی کوشش کریں اور ان تمام طریقوں کو اپنائے جائیں جن سے اس مطلوب کا حصول ممکن ہے تاکہ اللہ آپ کو اس کی توفیق بخش دے اور برے خاتمہ کے اسباب و ذرائع سے بچتے رہیں کیونکہ برا خاتمہ بہت ہی بڑی مصیبت ہے، اور یہ شکست و رنجت وہ ہے کہ جو کسی بھی طرح سے جوڑنا اور اس کی شیرازہ بندی کرنا ممکن نہیں اور ایک واضع نقصان و خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

سلف امت کا برے خاتمہ سے ڈرنا:

سلف صالحین امت برے خاتمہ سے بہت ہی ڈرا کرتے تھے:

(۱) امام بخاری نے اپنی صحیح میں خوف ابن ربی ملیکہؒ کا قول ذکر کیا ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں: "میں نے نبی ﷺ کے تیس 30 صحابہ کرام رضی اللہ کو پایا ہے، ان میں سے ہر شخص اپنے آپ پر نفاق کے وقوع سے ڈرنے الا تھا"۔

(۲) امام ابن رجب فرماتے ہیں: "امام سفیان ثوریؒ پہلے اور آخری اعمال کے بار میں بڑے ہی پریشان رہا کرتے تھے وہ روتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں ام الکتاب (کتاب تقدیر) میں اشقیاء و بدبختوں میں سے نہ لکھا ہوا ہوں وہ روکتے کہ میں ڈرتا ہوں کہ موت کے وقت کہیں مجھ سے میرا ایمان نہ چھین لیا جائے"۔

(۳) بعض سلف امت نے کہا ہے: "آنکھوں کو اتنا کسی دوسرے بات نے نہیں رلایا جتنا کتاب سابق تقدیر نے رلایا ہے"۔

(۴) یہ بھی کہا گیا ہے": ابرار صالحین کے دل اعمال خاتمہ کے ساتھ لٹکتے رہتے ہیں اور وہ یہ ہر وقت اس پریشانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ پتہ نہیں ہمارا خاتمہ کن اعمال پر ہوگا؟ اور مقربین کے دل سابقہ اعمال کے ساتھ لٹکتے رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سابق میں کیا عمل کئے ہیں۔

(۵) حضرت مالک بن دینار ساری رات قیام کیا کرتے اور کہتے: "اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ جنت اور جہنم میں کون کون جانے والے ہیں۔ مالک اندونوں میں سے کسی جگہ ہے"۔ غرض برے خاتمہ کے بارے میں سلف صالحین امت کے اقوال و کلام کی بڑی کثرت سے مذکور ہے۔

حسن خاتمہ کے بعض واقعات:

جو شخص موت کے وقت سکرات میں مبتلا لوگوں کے واقعات سنے اور ان میں سے بعض کو دیکھے تو اس کی رغبت حسن خاتمہ کے اسباب و ذرائع میں مزید بڑھ جاتی ہے تاکہ وہ انلوگوں میں سے ہو جائے جو کہ حسن خاتمہ کی توفیق پانے والے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم:2732۔

(۱)بعض لوگوں کو دیکھا گیا کہ وہ مرتے وقت عالم جانکنی میں یہ کہہ رہے تھے : آپ خوبصوت چہروں والوں خوش آمدید ہے جوکہ نہ تو انسان ہیں اور نہ ہی جن ۔

(۲)کئی لوگوں دیکھا گیا کہ وہ مرتے وقت اپنی زبان سے لا الہٰ الااللہ پڑھ رہے ہیں اور جسکی وجہ سے وہ جنت میں داخل ہوگیا''۔(جیسا کہ حدیث میں ثابت ہے)

(۳)بعض لوگوں کوسکرات الموت کے وقت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے پایا گیا۔

(۴)بعض اہل علم کو وفات کے قریب تقسیم وراثت کے مسائل اور بعض درکرکے علمی مسائل پر گفتگو کرتے پایا گیا۔

(۵)بعض قریب المرگ لوگوں نے کہا: میرے بارے میں کسی قسم کا کوئی خوف نہ کھانا کیونکہ مجھے ابھی ابھی جنت کی بشارت دی گئی ہے ۔

برے خاتمہ کے بعض نمونے:

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ آخری اعمال سابقہ اعمال کی میراث ہی ہوتے لہٰذا اللہ کے بندو! ان اہل توفیق لوگوں میں سے ہونے کی کوشش کریں جو خاتمہ بالخیر حاصل کرنے میں کام ہی پایا جاتے ہیں جو شخص ان کی راہ اختیار کرے گا اس کا حشر بھی انہی کے ساتھ ہوگا۔ان لوگوں کی راہ نہ چلو جوکہ ذلیل وخوار کے یارومددگار اور ہلاک ہونے والے ہیں جن کا خاتمہ بہت ہی برا ہوا۔اللہ اپنی پناہ میں رکھے ۔

(۱)عبدالعزیز بن ابورواد ؒ کہتے ہیں : میں ایک قریبی المراگ شخص کے پاس حاضر ہوا۔اسے لاالہ الاّ اللہ کی تلقین کی جارہی تھی مگر اس کی زبان سے جو آخری کلمات نکلے وہ یہ تھے کہ وہ اس کلمہ کا انکار وکفرتا ہے اور ساتھ ہی اسکی جان نکل گئی ۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ شراب کا عادی شخص تھا۔

(۲)ایک دوسرے شخص کوسکرات کے دقت کہا گیا کہ لا الہ الاّ الہ الاّ اللہ پڑھوتو وہ کہنے لگا: گیارہ کے بدلے میں دس یہ شخص سود خور تھا۔

(۳)ایک اور شخص سے کہا گیا کہ اللہ کا ذکر کروتو اس نے کہا: مجھے اس لڑکے کی رضا اللہ کی رضاء وخوشنودی سے بھی زیادہ وہ محبوب ہے ۔یہ شخص فحاشی واغلام بازی (لواطت)کی طرف مائل تھا۔

(۴)ایک آدمی سے کہا گیا کہ لا الہٰ الااللہ پڑھوتو وہ یہ کہنے لگ گیا:''اے اللہ!ایک دن ایک لڑکی یہ کہتی ہوئی آئی تھی کہ گرم حمام کا راستہ کہاں ہے؟''اس شخص نے ایک لڑکی سے دھوکہ کیا تھا وہ گرم حمام کا راستہ پوچھ رہی تھی اس شخص نے اسے اپنے گھر میں داخل کرلیا جوکہ اس حمام کی طرح کا ہی تھا اور اس کے ساتھ فحاشی کرنا چاہتا تھا۔اسطرح دھبکے سے اس نے اس کے ساتھ اپنا منہ کالا کیا۔

(۵)کسی سے کہا گیا کہ لاالہٰ الاّاللہ پڑھ لوتو وہ کہنے لگ گیا سگریٹ لاؤ''۔یہ سگریٹ نوشی کرنے والا شخص تھا۔

برے خاتمہ کے اسباب وذرائع:

برے خاتمہ کے بکثرت اسباب ووجوہات اور ذرائع ہیں جن میں سے ہی:

(1)فرائض کو ترک کرنا حرام اسیاء وامور کا ارتکاب کرنا۔

(2)نمازِ جمعہ اور جماعت کو ترک کرنا وغیرہ بھی ہیں ۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ انسان مرغالب آجاتے ہیں اور وہ اس کے دل پر چھا

جاتے ہیں اور اسے اس حال میں موت آجاتی ہے کہ وہ معصیت ونافرنی پر مصّر ہوتا ہے اور موت کے وقت شیطان اس پر مسلّط ہوجاتا ہے اور اس وقت وہ کمزوری ودہست اور حیرت وپریشانی میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کی زبان سے وہ کلمات نکلنا شروع ہوجاتا ہیں جن سے وہ محبت کرتا آرہا ہوتا ہے اور اس کی غالب حالت اسی طرح کی ہی ہوتی ہے اسطرح اس کا خاتمہ برا ہوجاتا ہے۔

(3) برے خاتمہ وانجام کے اسباب میں سے ہی ان بدعات کو اپنانا بھی ہے جن کا نبی اکرم ﷺ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ بدعت اس شخص کیلئے نحوست وشرّ ہے اور یہ عام کبیرہ گناہوں سے بھی وبڑا گناہ ہے۔ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَأَقُولُ: إِنَّهُمْ مِنِّي. فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ. فَأَقُولُ: سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِي۔

'کچھ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر قیامت کے دن آئیں گے، میں انہیں (انکی نشانیوں سے) پہچان لوں گا (کہ یہ لوگ میری امت کے افراد ہیں) فرشتے انہیں دھتکار دیں گے اور مجھے کہیں گے: آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کی تھیں تب پھر میں بھی کہوں گا: دفع دور ہوجائیں وہ لوگ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل کر رکھ دیا۔'[1] (صحیح بخاری)

(5) برے خاتمہ کے اسباب ووجوہات میں سے ہی جان ومال اور آبرو میں کسی پر ظلم وزیادتی کرنا بھی ہے اور کسی کی جان پر ظلم کرنا تو اللہ کے ساتھ شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾

''بیشک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے''۔ (الانعام:۲۱)

(۶) برے خاتمہ کے اسباب میں سے ہی نیکی واحسان کرنے کیلئے پیسہ خرچ نہ کرنا، دوسروں کو فائدہ نہ پہنچانا اور دعائیں نہ کرنا بھی ہے۔ وہ اپنے لئے خیر وبھلائی کی دعائیں بھی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾

''منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے میں سے ہی ہیں وہ برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے روکتے ہیں اور وہ اپنے ہاتھوں کو خرچ کرنے سے) بند کئے رکھتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے انہیں بھلا دیا''۔ (التوبہ:۶۷)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ﴾

''وہ مال میں بخل کرتے ہیں وہ لوگ (درحقیقت) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کردیئے''۔ (الاحزاب:۱۹)

(۷) برے خاتمہ کے اسباب میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اس دنیا کی چمک دمک، زیب وزینت اور اس کی جاذبِ نظر ودلفریب چیزوں میں کھوہ کر اسی کا ہوکر رہ جائے اور آخرت کے بارے لاپرواہ ہوجائے اور دنیا کی محبت کو آخرت کی محبت پر ترجیح دینے لگے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ (7)

[1] صحیح بخاری:6584۔

﴿أُولَئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

"بیشک وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور اس دنیا کی زندگی سے دل لگا بیٹھے ہیں اور اس کے ہو کر رہ گئے ہیں اور وہ لوگ جو کہ ہماری آیات ونشانیوں سے غافل ہیں، ان لوگوں کا ٹھکانہ انکے افعال کے نتیجے میں جہنم ہے"۔ (یونس: ۷،۸)

(۸) برے خاتمہ اور انجام بد کے اسباب میں سے ہی امراض القلوب مثلاً تکبّر، حسد، حقد وبغض نفرت، خود پسندی مسلمانوں کو حقیر سمجھنا، غداری و بدعہدی، خیانت، مکروفریب، دھوکہ دہی، ملاوٹ، اللہ کی محبت چیزوں سے نفرت رکھنا اور اللہ کی نگاہوں میں قابل نفرت اشیاء سے محبت رکھنا وغیرہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (87) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (88) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے اس دن مجھے رسوا نہ کرنا جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے، ہاں جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)"۔ (الشعراء: ۸۷۔۸۹)

(۹) خاتمہ بالشرّ اور انجام بد کے اسباب و وجوہات میں سے ہی وہ ظالمانہ وصیت بھی ہے جو کہ شرع حنیف کے مخالف ہو۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾

"اور اس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کے حضور لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کوئی نقصان نہ ہو گا"۔ (البقرہ: ۲۸۱)

فریبِ دنیا:

اللہ تعالیٰ تقویٰ یوں اختیار کرو کہ اسکی اطاعت وفرمانبرداری کو اپنے اوپر لازم کرلو اور اس کے حرام کردہ امور سے بچو۔ ایسا کرنے سے آپ اس کے عذاب سے بچ جائیں گے اور اس کی جنتوں کو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾

"اے ایمان والو! اپنے رب سے ڈرتے رہو اور اس دن سے بھی ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کو اور کوئی بیٹا اپنے باپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ کا وعدہ حق ہے تمہیں اس دنیا کی زندگی فریب میں مبتلا نہ کر دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی قسم کا فریب دے"۔ (لقمان: ۳۳)

کتاب تقدیر کا سبقت لیجانا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ. وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَتَّى مَا يَكُونُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا إِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ

فَيَدْخُلُ النَّارَ۔

”مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے ایک شخص مسلسل اہل جنت کے سے عمل کیے جاتا ہے اور اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو کتاب تقدیر سبقت لے جاتی ہے اور وہ ایسا عمل کرگزرتا ہے جو اسے جہنم والے عمل کررہا ہوتا ہے اور اسکے اور جہنم کے مابین صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے حتیٰ کہ کتاب تقدیر پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ کوئی اہل جنت والا عمل کرلیتا ہے جو کہ اسے جنت میں داخل کردیتا ہے“۔[1] (صحیح بخاری ومسلم)

اعمال صالحہ اور دعائیں:

اللہ والو! نیک اعمال سرانجام دیتے جاؤ اور حرام کردہ اشیاء وامور سے بچتے رہو اور خاتمہ بالخیر کے حصول کی کوشش کرتے رہو اور خاتمہ بالشرّ کے اسباب وذرائع سے بچتے رہو اور ہر اس کام میں کوشاہر ہو جو آپ کے رب کو راضی کرنے کا باعث ہو اور ہر شخص جس چیز (جنت یا جہنم) کیلئے پیدا کیا گیا ہے اس کے لئے اسے پانے والے اعمال کا سرانجام دینا آسان ہے حسن عمل کو اپناؤ اور اپنے رب سے حسن ظن رکھو۔ آدمی کوکوئی بھی برا کام نہیں کرنا چاہئے اور برا کام کرکے اچھے انجام کی اللہ سے تمنائیں وابستہ نہیں کرنی چاہیں۔

حدیث میں ہے :مَنْ كَانَ ذَلِكَ دُعَاءَهُ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهُ الْبَلَاءُ:اللهمَّ أحسنْ عاقبتَنَا فى الأمورِ كلِّها، وأجرْنَا من خِزْيِ الدنْيَا وعذابِ الآخرةِ۔

”جو شخص بکثرت یہ دعا کرے وہ کوئی بھی بلاء ومصیبت آنے سے پہلے فوت ہو جاتا ہے:اللهمَّ أحسنْ عاقبتَنَا فى الأمورِ كلِّها، وأجرْنَا من خِزْيِ الدنْيَا وعذابِ الآخرةِ۔

”اے اللہ تمام امور میں ہمارا انجام اچھا کردے اور ہمیں دنیا کی ذلت ورسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچالے“۔[2]

---

[1] صحیح بخاری:3332۔

[2] الجامع الصغیر لسیوطی:.1450

عظمتِ قرآن اور تعظیم قرآن کے انداز

امام وخطیب: شیخ عبدالباری الثبیتی

۱۲/ ۴/ ۱۴۲۶ھ، ۲۰/ ۵/ ۲۰۰۵ء

انحرافات وخرافات:

انسان نیت گھٹا ٹوپ ان حیروں میں جی رہی تھی ہر طرف شب تیرہ وتار نے ڈیرے ڈال رکھے تھے، ان کی عقول کو انحراف وخرافات نے کھلونا بنایا ہوا تھا یہاں تک کہ اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اس انسانیت کو قرآن کریم کے نزول سے شرفیاب کیا تا کہ وہ انہیں اس شب دیجور کے ظلمات سے نور عالمتاب میں نکال لے آئے اور انہیں طرح طرح کے اصنام واوثان اور بتوں کی بندگی و پوجا سے اٹھا کر اس کائنات کے اکیلے خالق ومالک کی عبادت و پرستش پر لگا دے۔

قرآن کا چیلنج:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک دائمی وسدابہار معجزہ بنا کر نازل فرمایا ہے اور عالم اہل بلاغت اس قرآن کریم کی فصاحت کے سامنے گھٹنے ٹیک گئے، ان کے حکماء ودانشور اس کے حکمانہ اسلوب کے سامنے جھک گئے اور ان کے علماء اس قرآن کریم کے اسرار ورموز پر حیرت زدہ رہ گئے۔ اس قرآن سے اختلاف ومعارضہ کرنے والوں کے دلائل وحجتیں منقطع ہوگئیں اور ان کی درماندگی وعجز واضح ہوگیا۔ کیوں نہ ہوتا جبکہ یہ قرآن اس حکیم وخبیر ذات والاصفات کا وہ کلام ہے جس کا مقابلہ کوئی کلام نہیں کرسکتا، نہ اس کا سا اسلوب بیان کسی کا ہوسکتا ہے۔ یہ انتہائی ایجاز پر مبنی جامع ومانع کلام ہے اور اس کی آیات میں وہ اعجاز پایا جاتا ہے کہ جس کے سامنے کوئی کلام نہیں ٹھہر سکتا۔ ذاکرین کیلئے اس کا ذکر وتلاوت بڑی آسان ہے اور اسے پڑھنے والوں کیلئے اس کا حفظ واتقان بڑا سہل ہے۔ یہ دلوں کیلئے بہار اور آنکھوں کیلئے نور وضیاء ہے۔ اللہ نے اسے نور بنایا ہے اور یہ نور وہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یہ سراسر حق ہے اور حق کی طرف ہی ہدایت کرتا ہے۔ یہ صراط مستقیم ہے جس پر چلنے دائمی جنتوں تک جا پہنچتے ہیں۔ دل اس سے نہیں اکتاتے اور نہ ہی اس کی تلاوت سے تھکتے ہیں اور نہ ہی مسلسل بڑھے جانے سے یہ کتاب پرانی ہوتی ہے۔

دستورِ حیات وراہِ نجات:

قرآن کریم مسلمانوں کی راہوں کا سنگ ہل ہے، اہل ایمان کی زندگی کا دستور ہے، یہ شریعت کا لج اور ملت کا ستون ہے۔ یہ حکمت کا سرچمہ اور رسالت ونبوی کی نشانی ہے، یہ کتاب الٰہی بصارت وبصیرت کا نور ہے۔ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر دوسرے کسی بھی طریقے سے نجات ممکن ہی نہیں ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر جو شخص ہدایت ونور اور دونوں جہانوں میں سعادت وخوشحالی کا خواہاں ہو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اسے اپنے شب وروز ساتھی وغمخوار بنالے اور اسے ہر دن رات اپنا ہمنشین بنائے رکھے۔ اس پر نظر بھی رکھے اور عمل بھی کرے یہ نہ ہو کہ نظروں سے تلاوت تو کرے مگر عمل سے تہی دست رہے۔ اگر وہ ایسا کرگزرا تو وہ اپنی مراد پالے گا۔ اپنا

مطلوب ومقصود حاصل کرلے گااور اپنے آپ کو وہ سبقت لے جانے والے پر اول دستہ میں سے پائے گا۔

صدر اسلام اور قرآن:

صدر اسلام میں پہلی نسل نے قرآن کے منہج کو اختیار کیا تو وہ بہترین امت قرار پائی جسے لوگوں کیلئے بپا کیا گیا ہے۔ان کے یہاں قرآن صفات وسطور میں مرقوم ومحفوظ نہیں تھا بلکہ یہ ان کے دلوں پہ نقش اور سینوں امانت دیو شدہ تھا ان کے اخلاق واعمال میں محفوظ تھا۔ان میں سے آدمی زمین پر چل رہا ہوتا اور اس کے عمل وکردار میں قرآنی اخلاق وآداب اور مبادیات وقواعد نمازیاں نظر آرہے ہوتے تھے۔

اغیار کا اعتراف وشہادت:

اپنے تو اپنے دشمنوں نے بھی قرآن کریم کی عظمتیں اور اس کے احکام ومعانی کی بلندیوں کا مشاہدہ کیا اور اس کی خوابیاں دیں۔ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد! (ﷺ) میرے سامنے قرآن پڑھئے نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾

''بیشک اللہ تمہیں عدل وانصاف اور نیکی واحسان کرنے اور رشتہ داروں کو (خرچ سے مدد) دینے کا حکم دیتا ہے اور فحاشی وبے حیائی منکرات ونامعقول کاموں اور بغاوت وسرکشی سے منع کرتا ہے (اور) تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو''۔(النحل:۹۰)

نبی اکرم ﷺ ابھی اس آیت کی تلاوت سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہ سخت جھگڑالو دشمن اس کلام کے الفاظ کی جلالت وعظمت، اس کے معانی کی قدسیت وطہارت کو دیکھتے ہوئے جو اس نے اس کے اسلوب ومضمون میں پائی اور اس کی قوت وتاثیر کی کشش کے پیش نظر اس نے مطالبہ کیا کہ اسی آیت کی دوبارہ تلاوت کریں۔نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کی دوبارہ تلاوت کی تو وہ شخص فوراً عظمتِ قرآن کا معترف ہوگیا اور کہہ اٹھا: ''اللہ کی قسم اس کلام میں حلاوت وشیرینی پاء کی جاتی ہے، یہ کلام بڑا ہی حسین وپر رونق وتازہ اور شاداب ہے۔اس کی مثال اس درخت کی سی ہے جس کا دامن پتوں سے پر سایہ دار ہوتا ہے اور اس کی چوٹی پھلوں سے لدی ہوئی ہوتی ہے اور یہ کسی نبی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا''۔

عظمتِ قرآن اور شہادتِ الٰہی ہے:

خود اللہ تعالیٰ اس قرآن کریم کی عظمت وجلالت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے اسے اگر پہاڑوں کی چوٹی پر نازل کیا جاتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے پھٹ جاتا اور ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ﴾

''اگر ہم قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے وہ دبا اور پھٹا جاتا''۔(الحشر:۲۱)

حلاوت ولذتِ قرآن:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ. فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةَ رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِي حَتَّى أُهَرِيقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَخَرَجَ يَتْبَعُ أَثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَقَالَ : مَنْ رَجُلٌ يَكْلَؤُنَا ؟ فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ ، فَقَالَ : كُونَا بِفَمِ الشِّعْبِ ، قَالَ : فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فَمِ الشِّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ ، وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي ، وَأَتَى الرَّجُلُ ، فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيئَةٌ لِلْقَوْمِ ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ ، فَنَزَعَهُ ، حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ، ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ ، فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذِرُوا بِهِ هَرَبَ ، فَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدِّمَاءِ قَالَ : سُبْحَانَ اللهِ أَلَا أَنْبَهْتَنِي أَوَّلَ مَا رَمَى ؟ قَالَ : كُنْتُ فِي سُورَةٍ أَقْرَؤُهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا ۔

نبی اکرم ﷺ کے غزوات میں سے ایک غزوہ کے دوران ایک شخص مہاجرین میں سے اور ایک شخص انصار میں سے پہرے داری کر رہا تھا۔مہاجر لیٹ گیا اور انصاری نماز پڑھنے لگ گیا۔دشمنوں کا ایک آدمی آیا، جب اس نے انصاری کو کھڑے دیکھا تو اسے تیر مارا جو اسے آلگا ۔اس انصاری نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا۔اس دشمن نے تین تیر مارے اور ااہوں نے تینوں نکال پھینکے اور رکوع کیا پھر سجدہ سے فارغ ہوئے اتنے میں ان کے مہاجر ساتھی کی توجہ ہوئی تو وہ دشمن بھاگ گیا۔جب مہاجر نے اپنے انصاری بھائی کو خون میں غلطان و پیچاں دیکھا تو ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: سبحان اللہ! جب اس آدمی نے پہلا تیر مارا تھا تو تم نے مجھے اس وقت شبہ کیوں نہ کر دیا؟ انہوں نے فرمایا :''میں قرآن کریم کی وہ سورت پڑھ رہا تھا کہ اسے درمیان میں قطع کرنا مجھے گوارا نہ ہوا''۔[1] (ابوداود)

قرآنِ کریم: کلامِ الٰہی:

کوئی بھی کلام اپنے قائل کی عظمت سے عزت وشرف پاتا ہے اور قرآن کریم عظمت وشرف والا کلام کیوں نہ ہو جبکہ یہ قرآن خود اللہ تعالیٰ کا کلام کریم ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ جو کہ ارض وسماء میں اکیلا صاحب جبروت وسلطنت ہے ۔ارشاد الٰہی ہے:﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾

''یہ(ہمارا حکم ہے)اور جو شخص ادب والی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں تعظیم کرے تو یہ(فعل)دلوں کے تقویٰ و پرہیز گاری میں سے ہے ''۔(الحج:۳۲)

جبکہ شعائر الٰہیہ اور عظمت والی چیزوں میں سے سرعنوان یہ قرآن کریم ہے جس کے آگے اور نہ ہی پیچھے سے باطل داخل نہیں ہوتا۔یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وقت بھی بہت عظمت والا تھا جبکہ یہ لوح محفوظ میں تھا جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾

''اور یہ بڑی کتاب (لوح محفوظ) میں ہمارے پاس (لکھی ہوئی اور) بڑی عظمت وحکمت والی ہے''۔(الزخرف:۴)

امام ابن کثیرؒ نے اس آیت کی تفسیر ومعنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:''اللہ تعالیٰ نے ملا اعلیٰ میں اس قرآن کریم کے شرف کو اسلئے بیان فرمایا ہے تاکہ اہل زمین بھی اس کے شرف وعظمت کا اعتراف کریں اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں''۔

---

[1] ابوداود:198۔

تعظیمِ قرآن: تعظیمِ رحمٰن اور تعظیم کے انداز وطریقے:

قرآن کریم کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرنے مترادف ہے چنانچہ امام نوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے قرآن کریم کی مطلق تعظیم کرنا، اسے ہر عیب ونقص سے پاک ماننا اور اس کا تحفظ کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے"۔

قاضی عیاض ؒ لکھتے ہیں: واعلم أن من استخف بالقرآن أو المصحف أو بشيء منه أو سبهما أو جحده أو حرفا منه أو آية أو كذب به أو بشيء منه أو كذب بشيء مما صرح به فيه من حكم أو خبر أو أثبت ما نفاه أو نفى ما أثبته على علم منه بذلك أو شك في شيء من ذلك فهو كافر عند أهل العلم بإجماع۔

"جو شخص قرآن کریم، مصحف مبارک یا اس کے کسی حصے کی (عملاً) توہین کرے وہ اجماع امت کی رو سے کافر ہے"۔[1]

(۱) تلاوت وعمل:

قرآن کریم کی تعظیم یہ ہے کہ اس کی بکثرت تلاوت کی جائے، اس میں وارد اخبار وواقعات کو سچا تسلیم کیا جائے، اسکے احکام پر عمل پیرا ہوں، اس میں وارد ممنوع امور سے احتساب وگریز کیا جائے اور اللہ کے مقرر کردہ احکام کے مطابق اس قرآن کریم کی تعظیم کی جائے۔اس کلام اللہ کی تعظیم صرف اسی طرح نہیں کہ اس کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرلی اور اسکے حروف کو قواعد تجوید کے ساتھ ان کے مخارج سے ادا کرلیا نہ اس کی تعظیم صرف یہ کہ اسے خوف آراستہ و پیراستہ کرکے خوبصورت حروف کے ساتھ، بہترین کاغذ پر اعلیٰ وعمدہ پرنٹیگ و باسرظنگ کروادی جائے ۔نہ اس کی تعظیم یہ ہے کہ اس کے طغرے بنوا کر انہیں گھروں کے درو دیوار پر آویز رن کر دیا جائے اور نہ ہی مردوں پر اس کی تلاوت کر دینا اس کی حقیقی تعظیم ہے بلکہ اس کی حقیقی تعظیم یہ ہے کہ اس کے حروف کو قائم کرنے کے ساتھ ہی اس کی مقرر کردہ حدود کی بھی پابندی کی جائے، اس کی عظمت وجلالت کا عمل اظہار کیا جائے اور اسکے طے کردہ منہاج پر چلا جائے ارشاد الٰہی ہے: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

"(یہ) کتاب جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں تاکہ اہل عقل نصیحت حاصل کریں"۔(صٓ: ۲۹)

(۲) حالتِ طہارت اختیار کرنا:

قرآن کریم کی تعظیم یہ بھی ہے کہ کوئی شخص جنابت و پلیدی کی حالت میں اس کی تلاوت نہ کرے اور مصحف کو صرف طہارت و پاکیزگی کی حالت میں ہی ہاتھ لگائے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ کو کہا تھا: أن لا يمسّ القرآن إلّا طاهرٌ،

"قرآن کو صرف پاک شخص ہی چھوئے"۔[2] (عون المعبود: 1/ 197)

---

[1] حقوق المصطفیٰ لقاضی العیاض: 2/ 304۔

[2] عون المعبود: 1/ 197۔

(۳) بلا علم کلام نہ کرنا:

یہ بھی قرآن کی تعظیم ہے کہ اس کے بارے میں بلا علم کوئی کلام نہ کیا جائے۔امام نوی ؒ لکھتے ہیں: ’’اس قرآن کی تفسیر علم کے بغیر کرنا اور جو شخص اسی اہلیت کا مالک نہ ہو اس کا اسکے مفاہم و معانی کے بارے میں رائے زنی کرنا حرام ہے۔اس بارے میں احادیث بکثرت ہیں اور اس پر علماء کا اجماع بھی ہو چکا ہے۔رہا معاملہ علماء کا تو ان کا اس کی تفسیر و تشریع بیان کرنا اچھا عمل ہے اور اس پر بھی اجماع منعقد ہو چکا ہے‘‘۔

(۴) ظن و رائے تفسیر نہ کرنا

ظن و گمان سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کرنا کو ترک کر دینا بھی تعظیم قرآن ہے۔(مسند احمد اور ترمذی میں جسے امام ترمذی حسن درجہ کی قرار دیا ہے،ایک روایت سعید جبیر کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حسن میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ، وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ : فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ۔

’’مرے بارے میں گفتگو کرنے (میری حدیث بیان کرنے) سے بچو سوائے اسکے کہ جو تمہیں (مجھ سے) معلوم ہو اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے اور جس نے اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر بیان کر وہ بھی اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے‘‘۔[1] (مسند احمد ترمذی)

(۵) بوقتِ تلاوت حضور قلب:

قرآن کریم کی تعظیم میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والا بوقت تلاوت اپنے دل کو تلاوت میں حاضر رکھے اور اسکے احکام و مفاہیم پر تفکر و تدبر کرے چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : يَخْرُجُ فِيكُمْ قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ ، وَصِيَامَكُمْ مَعَ صِيَامِهِمْ ، وَعَمَلَكُمْ مَعَ عَمَلِهِمْ ، وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ’’تم میں سے ہی ایک قوم ایسی رونما ہو گی جنکی نماز کے سامنے تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو کمتر محسوس کرو گے اور انکے عمل کے مقابلے میں تم اپنے عمل کو معمولی پاؤ گے۔وہ قرآن کریم کی تلاوت تو کریں گے لیکن قرآن ان کے گلوں سے آگے نہیں گزرے گا۔وہ دین سے یوں خارج ہو جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے‘‘۔[2] (صحیح بخاری)

---

[1] ترمذی:2951۔

[2] صحیح بخاری:5058۔

بوقتِ تلاوت مسواک:

قرآن کریم کی تعظیم کے ضمن میں ہی یہ بات بھی آتی ہے کہ اس کی تلاوت کیلئے مسواک اور کلی کے ذریعے منہ کو خوب پاک صاف کرلیا جائے چنانچہ صحیح بخاری میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي، أَوْ عَلَى النَّاسِ، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ۔

"اگر میں امت یا لوگوں پر اس بات کو مشکل و باعث حقیقت نہ سمجھتا تو میں انہیں حکم دے دیتا کہ وہ ہر نماز سے پہلے مسواک کیا کریں"۔[1]

امام بیہقی فرماتے ہیں: "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ یہ حکم نماز اور تلاوت قرآن کیلئے دیتے تھے اور خود ان دونوں کیلئے مسواک فرماتے تھے۔

(۷) گفتگو کیلئے تلاوت منقطع نہ کرنا:

تعظیم قرآن میں سے ہی یہ بھی ہے کہ محض لوگوں کی باتوں کی خاطر قرآن کریم کی تلاوت کو منقطع کرنے کو ناپسند کیا جائے۔ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ لوگوں کی گفتگو تلاوت قرآن کو متاثر کرے۔ صحیح بخاری میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ لَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تو اس سے فارغ ہو جانے تک کسی سے گفتگو نہ کیا کرتے تھے"۔[2] (صحیح بخاری)

(۸) ثقہ علماء سے قرآن سیکھنا:

یہ بات بھی تعظیم قرآن ہی شمار کی گئی ہے کہ قرآن کریم کا عالم ان علماء سے حاصل کیا جائے جو عدول وثقہ ہیں۔ جو انہوں نے اخذ کیا اور جو وہ آگے پہنچا رہے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے حضرت ابیؓ بن کعب رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ. قَالَ: آللهُ سَمَّانِي لَكَ؟ قَالَ: اللهُ سَمَّاكَ لِي، قَالَ: فَجَعَلَ أُبَيٌّ يَبْكِي۔

اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں"۔ انہوں نے عرض کیا: کیا اللہ نے آپ کے سامنے میرا نام لیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے میرے سامنے تمہارا نام لیا ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر فرط مسرّت سے) حضرت ابیؓ رضی اللہ عنہ رونے لگے گئے"۔[3] (صحیح مسلم)

(۹) اختلاف نہ کرنا:

یہ بھی تعظیم قرآن ہے کہ قرآن کریم میں اختلاف و کھینچا کھینچی نہ کرجائے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اقْرَءُوا الْقُرْآنَ مَا ائْتَلَفَتْ عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ، فَإِذَا اخْتَلَفْتُمْ فَقُومُوا عَنْهُ.

---

[1] صحیح بخاری: 887۔
[2] صحیح بخاری: 4526۔
[3] صحیح مسلم: 799۔

''اس وقت تک قرآن کی تلاوت کرو جب تک تمہارے دل اس سے الفت و اتفاق محسوس کریں اور جب باہم اختلاف ہونے لگے تو اس کی تلاوت بند کرکے اٹھ جاؤ''۔[۱] (صحیح بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: هَجَّرْتُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَالَ: فَسَمِعَ أَصْوَاتَ رَجُلَيْنِ اخْتَلَفَا فِي آيَةٍ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ الْغَضَبُ فَقَالَ: إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِاخْتِلَافِهِمْ فِي الْكِتَابِ۔

ایک دن میں دوپہر کے وقت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو کہ کسی آیت کے بارے میں باہم اختلاف کررہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے جبکہ آپ کے چہرہ انور پر غصے کے آثار نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگ اپنی کتاب میں اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہوگئے تھے''۔[۲] (صحیح مسلم)

(۱۰) مصحف کو بلادِ کفر میں نہ لیجانا:

قرآن کریم کی تعظیم کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مصحف کو ساتھ کر دشمنوں کے ملک کی طرف سفر نہ کیا جائے (تاکہ وہ کہیں اس کی اہانت وگستاخی نہ کریں) چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ۔

نبی اکرم ﷺ نے قرآن کو ساتھ لیکر دشمن ملک طرف سفر کرنے سے منع فرمایا''۔[۳] (بخاری ومسلم)

جبکہ صحیح مسلم میں ایوب کے طریق سے اور وہ حضرت نافع کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی اشاد نبوی ہے: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ۔

''قرآن (مصحف) کو ساتھ لیکر سفر نہ کرو، مجھے خدشہ ہے کہ دشمن کہیں اس کی توہین وگستاخی نہ کرگزرے''۔ ایوب کہتے ہیں: دشمن نے اسے پالیا اور پھر اس کے ذریعے تم سے جھگڑا کیا''۔[۴] (صحیح مسلم)

امام نوی لکھتے ہیں: ''مصحف کو ساتھ لیکر دشمن کے ملک کا سفر کرنے کی ممانعت اس خدشہ کی بناء پر ہے کہ اسے دشمن چھین نہ لے اور اس کی بے حرمتی نہ کرے اور اگر یہ سبب موجود نہ ہوتو پھر کوئی کراہت وممانعت نہیں ہے''۔

(۱۱) پیٹ کیلئے تلاوت نہ کرنا:

تعظیم قرآن کریم کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت کو پیٹ کیلئے ایدھن اکٹھا کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ امام ترمذی نے ایک حدیث بیان کی ہے اور اس کی سند کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے اس میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: أَنَّهُ مَرَّ عَلَى قَارِئٍ

---

[۱] صحیح بخاری: 5061۔
[۲] صحیح مسلم: 2666۔
[۳] صحیح بخاری: 2990۔
[۴] صحیح مسلم: 1869۔

يَقْرَأُ، ثُمَّ سَأَلَ فَاسْتَرْجَعَ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَسْأَلِ اللَّهَ بِهِ؛ فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ.

ان کا گزر ایک قصہ گو کے پاس سے ہوا جو قرآن کی تلاوت کر رہا تھا پھر اس نے لوگوں سے سوال کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عمران رضی اللہ نے یہ دیکھ کر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جو قرآن پڑھے اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے اس کے اجر ومعاوضہ کا سوال کرے۔ بعض قومیں ایسی رونما ہونگی جو قرآن کی تلاوت کریں گے اور اس کے معاوضہ کا لوگوں سے مطالبہ وسوال کرینگے''۔[1] (ترمذی وقال: حدیث حسن)

امام بخاری ومسلم نے حضرت علی رضی اللہ سے حدیث بیان کی ہے جسمیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: يَأْتِي فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ، حُدَثَاءُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَمْرُقُونَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، لَا يُجَاوِزُ إِيمَانُهُمْ حَنَاجِرَهُمْ، فَأَيْنَمَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ قَتْلَهُمْ أَجْرٌ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

''آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کم سن اور کم عقل وکم فہم ہونگے وہ اس کائنات کے بہترین انسان (نبی اکرم ﷺ) کی احادیث بھی بیان کرینگے۔ وہ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے ان کا ایمان انکے گلے سے آگے نہیں جاتا تم انہیں جہاں کہیں بھی ملو قتل کردو۔ انہیں قتل کرنے والے کو قیامت کے دن اجر وثواب ملے گا''۔[2] (بخاری ومسلم)

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ تمہارے زمانے میں ایک ایسی قوم رونما ہوگی جو بڑی کثرت سے عبادت کریں گے لیکن ان کی ساری عبادت محض ریاءکاری ودکھلاوے پر ہی مبنی ہوگی اور وہ دین سے اسی طرح دور ہونگے جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر دور ہوتا ہے اور تیرانداز اپنی کمان وقوس میں اس کا کوئی نشان تک باقی نہیں پاتا۔ ایسی قوم جو ایک فتنہ میں مبتلا ہو کر اندھی اور بہری ہو چکی ہوگی۔

ریاءکاری کے طور پر قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں کوئی اجر وثواب نہیں بلکہ یہ الٹا وبالِ جان بن جاتی ہے کیونکہ تلاوتِ قرآن تو اس پر ایمان لانے اور اللہ کی رضاء کیلئے اس پر عمل کرنے کیلئے ہوتی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾

''یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھلاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اسی بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے''۔ (بنی اسرائیل:۹)

(۱۲) قرآنی آیات والی کتب ورسائل اور جرائد ومجلات کا تحفظ:

قرآن کریم کی تعظیم کا ہی ایک انداز یہ بھی ہے کہ ان تمام کتب اور جرائد ومجلات کی حفاظت کی جائے جنکے ٹائیٹل پر یا ان کے اندر قرآنی آیات

[1]) ترمذی:2917۔
[2]) صحیح بخاری:5057۔

مذکور ہوں ۔لیکن افسوس کہ بعض مسلمان ایسی کتب ورسائل کے مطالعہ سے فارغ ہوجاتے ہیں تو انہیں وہ کوڑے کرکٹ میں پھینک دیتے ہیں وہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے آتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو انہیں کھانے کیلئے دسترخوان کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور کھانا کھا کر اسے لپیٹ کر نجاستوں اور گندگیوں میں پھینک دیتے ہیں جبکہ یہ فعل بلا شبہ اللہ کی کتاب عزیز اور اس کے کلام مبین کی توہین وگستاخی ہے ۔

(۱۳) قرآن کو غیر محترم جگہ پر نہ رکھنا:

تعظیم قرآن کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ اسے اٹھا کر رکھا جائے اسے زمین پر نہ رکھا جائے خصوصاً ایسی جگہ جو کہ محترم وصاف ستھری نہ ہو۔

اگر کسی نے ایسی غیر محترم جگہ پر قرآن کریم کو رکھ دیا تو یہ اس بات کا واضع ثبوت ہے کہ وہ شخص اس قرآن کریم کی کوئی پرواہ کرنے والا نہیں ہے ۔ہاں اگر کوئی شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے اور وہ مسجد میں ہے یا گھر میں اور دوران تلاوت سجدہ کرنا چاہتا ہے اور قرآن کریم کو اپنے سامنے رکھ دیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں قرآن کریم کی کوئی اہانت وگستاخی نہیں ہے ۔

(۱۴) قرآن کی طرف پاؤں اور پست نہ کرنا:

قرآن کریم کی تعظیم کا ہی ایک انداز یہ بھی ہے کہ اس کی طرف اپنے تحقیر آمیز انداز سے ہی اور نہ ہی اس کی طرف پُست کی جائے ۔

حقوق قِرآن اور بے حرمتی کرنے والوں کی شدید مذمت:

قرآن کریم کے ہر جو حقوق وواجبات پس ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسکے مقام ومرتبہ کا تحفظ کیا جائے اور جو کوئی بھی اس حملہ آرو ہو اور اس کا مذاق اڑائے اسکے اس فعل سکوت وخاموشی ہرگز اختیار نہ کی جائے مسلمانوں نے بڑے الم وکرب سے یہ خبر سنی کہ (کیوبا کے عقوبت خانے گوانٹاناموبے میں) قرآن کریم کی آیات کی بے حرمتی وگستاخی کی گئی ۔(امریکی کفار کا) یہ فعل انتہائی کامل مذمت اور تمام مسلمانوں کی ولآزاری کے ساتھ اللہ کی کتاب عزیز کی توہین وگستاخی ہے ۔اسی طرح یہ کرتوت مسلمانوں کے جذبات غضب وغصہ کو بھڑکانے کا سبب ہے ۔اور اس میں اخلاق اقدار کی خلاف ورزی، انتہاء پسندی کے جذبات کی چنگاری کو ہوا دینا اور نفرت کے جذبات کی تخم ریزی ہے ذمہ داروں پر واجب ہے کہ وہ اس بدترین فعل اور قبیح حرکت کی تحقیق کریں اور اس بدترین جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو قرار واقعی سزا دے کر انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جائے تاکہ دوسروں کیلئے عبرت ہو اور مسلمانوں سے معافی مانگی جائے ۔قرآن کریم کی توہین کا یہ فعل تمام جرائم میں سے شدید ترین فعل ہے ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اہتمام:

صحیح بخاری میں حضرت عمر فاردق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے : سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ. فَإِذَا هُوَ يَقْرَأُ عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ . فَتَصَبَّرْتُ حَتَّى سَلَّمَ ، فَلَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَقُلْتُ: مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ؟ قَالَ: أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَقُلْتُ: كَذَبْتَ ،

أَقْرَأَنِيهَا عَلَى غَيْرِ مَا قَرَأْت، فَانْطَلَقْتُ بِهِ أَقُودُهُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا، فَقَالَ: أَرْسِلْهُ، اقْرَأْ يَا هِشَامُ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُ الَّتِي أَقْرَأَنِي، فَقَالَ: كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ، إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ، فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ۔

''میں نے ہشام بن حکم بن حزام کو نبی ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن پڑھتے ہوئے سنا۔ میں نے ان کی تلاوت کو بغور سنا تو معلوم ہوا کہ وہ قرآن کوئی ایسی قراءتوں پر پڑھ رہے ہیں جو نبی ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائی تھیں۔ قریب تھا کہ میں نماز کے دوران ہی اس پر جھپٹ پڑوں لیکن میں نے صبر وہمت سے کام لیا حتٰی کہ انہوں نے سلام پھیرا تو میں انہیں چادر کے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور پوچھا: تمہیں یہ سورتیں کس نے پڑھائی ہیں جو میں نے تمہیں اس طرح پڑھتے سنی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: یہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہیں میں نے کہا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے تو نبی اکرم ﷺ نے تمہاری اس قرأت سے مختلف دوسرے طریقہ سے پڑھائی ہیں۔ میں انہیں گھسٹتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کیا: ''میں نے انہیں قرآن کریم کی ایک سورت کو ایسے پڑھتے سنا ہے جیسے آپ نے مجھے نہیں پڑھائی''۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو''۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''اے ہشام! تم قرآن پڑھو''۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے بھی اسی طرح قرأت کی جس طرح میں نے ان سے سنی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اسی طرح نازل کی گئی ہے''۔

پھر ارشاد فرمایا: ''اے عمر! اب تم پڑھو''۔ اب میں نے یہ سورت اسی طرح پڑھی جس طرح کہ نبی ﷺ نے مجھے پڑھائی تھی۔ نبی ﷺ ارشاد فرمایا: یہ سورت اس طرح بھی نازل کی گئی ہے۔ یہ قرآن سات قرأتوں پر نازل کیا گیا ہے، تمہارے لئے جیسے آسان ہو اسی طرح پڑھ لو''۔[1]
(صحیح بخاری)

---

[1] صحیح بخاری: 7550۔

اسلامی عدل ومساوات دور اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق و احترام

امام وخطیب: شیخ حسین بن عبدالعزیز آل الشیخ

۱۹/ ۴/ ۱۴۲۶ھ، ۲۷/ ۵/ ۲۰۰۵ء

اہل اسلام کی دعوت:

لوگو! بشریت نے روشن اصطلاحوں کے ساتھ جو کھلواڑ شروع کر رکھا ہے، صاف سیدھے مناہج وطرق اور حقائق سلیمہ کو توڑ موڑ اور انکی شکل بگاڑ کر جو پیش کرنا شروع کر رکھا ہے انسب امور کے پیش نظر اہل اسلام پوری انسانی دنیا کو اور تمام بنی بشر کو پکار رہے اور اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ آؤ اس دین اسلام کی حقیقت کو سمجھو، اس کے مضامین وقوانین میں بصیرت حاصل کرو، اس کے قواعد وضوابط اور کلیات میں وسعت مطالعہ حاصل کرو، اس کے جزئیات وفروع کا مکمل تعارف حاصل کرو تا کہ اسلام کے خلاف قائم کئے گئے غلط افصار کا میل دھل سکے اور ان نظر یات کی صفائی ہو جائے جو اسلام کی صاف ستھری شکل وصورت کو بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں اور یہ سب پورے عدل وانصاف کے ساتھ اور ٹو دی پوائنٹ ہو اور اس سلسلہ میں حصول معلومات اہل تقویٰ وورع علماء سے حاصل کی جائیں اور کسی قسم کی جانبداری اور خواہش پرستی کا نظارہ بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی علمی مسلک یا تطبیقی منہج وزمداز میں انحراف وبے راہ روی سے کام لیا جائے۔

حقائق میں توڑ پھوڑ:

اہل اسلام ساری دنیا کے انسانوں کو اس بات کی دعوت کیوں نہ دیں جبکہ وہ اپنے دین کے مسلّمہ امور اور اپنے عقیدے کے توابت وضوابط کے بارے میں بار بار اذیتیں پہنچائے جا رہے ہیں۔ اس پر بس نہیں بلکہ ان کے رب کی کتاب مقدس ان کے نبی ورسول ﷺ کی ذات گرامی پر حملے ہو رہے ہیں۔

ہاں! ان تمام امور کے پیش نظر مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی دعوت دیں کیونکہ وہ اسلامی حقائق کا چہرہ بگاڑا جاتے دیکھتے ہیں اور آج کے عالمی تق فت و کلچر کے دور میں اسلام کے صحیح فہم کے بارے میں غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں جو کبھی تو جہالت ولا علمی کے نتیجے میں ہوتی ہیں اور کبھی بلکہ اکثر اوقات یہ کارستانی جان بوجھ کر کی جاتی ہے۔

دعوتِ ہدایت:

مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ لوگوں کو پکاریں اور انہیں دعوت دیں اور یہ صرف حق ہی نہیں بلکہ ان پر واجب ہے کہ وہ ساری دنیا کو کھلے عام دعوت دیں تا کہ تمام لوگ بھی اس رحمت شامل اور سعادت کامل کی ہدایت میں شریک ہو سکیں جن کی ہدایت انہیں اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔

کتاب الٰہی اور نبی اسلام:

اے نبی بشر! پہلے اور بعد کی سب باتیں (اللہ کے اختیار میں ہیں جس نے اس کتاب مقدس کو ہدایت ورحمت بنا کر نازل فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد الہی ہے:﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾
یہ قرآن وہ راستہ دکھلاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے''۔(بنی اسرائیل:۹)

وہ اللہ جس نے حضرت محمد ﷺ کو ساری نوع انسانی کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا تا کہ وہ آپ کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں اور انہیں جہالت سے نکال کر علم کی دنیا میں لائیں تا کہ آپ ساری بشریت کیلئے مشترکہ کھلی رحمت،مطلق خیر و برکت اور شامل و کامل اصلاح ثابت ہوں ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾
''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔(الانبیاء:۱۰۷)

اسلام تمام انسانیت کیلئے سعادت کا پیغام:

اے بنی نوع انسان !اللہ کا وہ دین جو حضرت محمد ﷺ کو دے کر بھیجا گیا،بنی نوع انسان کیلئے ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے کامل و مکمل نظام حیات شامل فرمایا ہے کہ انتہائی جامع اور محکم و مضبوط ہے ۔دانشمندانہ و مضبوط مبادیات و اصول اور قول بنیادوں پر قائم ہے اور بنیادی و ثابت قواعد و ضوابط پر مشتمل ہے تا کہ تمام بشریت اس دنیوی زندگی میں بھی اسے اپنا کر سعادت و خوشی پائیں اور آخرت میں بھی نجات اور فوز و فلاح انکا مقدر ہو ۔یہ اسلام وہ دین ہے جس کی سب سے بڑی غرض و غایت اور اسکا بلند ترین ہدف یہی ہے کہ تمام صورتوں اور ہر طرح کی اشکال میں اصلاح کی جائے ۔

منبر رسول ﷺ سے پیغام عام:

ہم یہاں مختصر گفتگو کرنے کے مقام پر ہیں نہ کہ پوری شرح و بط سے بات کرنے کی پوزیشن میں یہاں تو صرف اجمالی طور پر یہی بات کی جاسکتی ہے نہ کہ تمام تر تفصیلات کے ساتھ،ہم اس مقام سے اس منبر رسول ﷺ سے جو کہ تمام بنی بشر کی طرف ہی رسول بنا کر بھیجے گئے تھے انکے اس منبر سے پوری انسانیت کے نام ایک پیغام دے رہے ہیں جو کئی مختصر امور پر مشتمل ہے،اس میں جاہل ولا علم شخص کیلئے شافی و کافی بیان موجود ہے اور اس پڑھے لکھے متکبر شخص کیلئے بھی مسکت جواب اور واضح ردّ پایا جاتا ہے جو دشمنی کی بنا پر محض الزام تراشی و بہتان طرازی کرتے ہوئے یہ گمان کر رہے ہے کہ اسلام معافی تلافی کی دعوت نہیں دیتا،اس طرح وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہے کہ اسلام کے احکام میں تشدّد و انتہاپسندی پائی جاتی ہے اور ان میں مزعومہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی شامل ہے ۔

مبادیات اصول اسلام:

ہمارا یہ پیغام اس اسلام کے شامل و کامل نظام کے تمام مبادیات و اصولوں کی وضاحت پر مبنی ہے جو کہ ان تمام اصلاحی اصولوں پر قائم ہے جن پر عمل پیرا ہو کر پوری بنی نوع بشر ہی سعادت و خوشی سے ہمکنار ہو سکتی ہے یہ اسلام کے اعلیٰ مبادیات اور عمل اصولوں میں سے چند ایک کے تعارف پر مشتمل پیغام ہے ۔یہ منصف مزاج شخص کو اس بات کا علم ہو جائے کہ اسلام کی عظمت کیا ہے اور انہیں پتہ چل سکے کہ انسانی حقوق کے جس چارٹر کا اعلان دور حاضر میں کیا گیا ہے اسلامی احکام و قوانین میں بنی نوع انسان کو صدیوں پہلے یہ تمام حقوق بلکہ ان سے بھی

زیادہ حقوق دیئے جا چکے ہیں اور اسلامی حقوق کا صدیوں پرانا چارٹر موجودہ انسانی حقوق کے اس چارٹر سے زیادہ وسیع گہرا اور شامل و کامل ہے اور اہل انصاف کو علم ہو سکے کہ دنیا کے دوسرے کسی نظام و قانون میں اس تفصیل و تبیین اور اظہار و وضاحت کے ساتھ ان اسلامی و انسانی حقوق اتنا واضح و تفصیلی دوسرے کا نہیں آیا جتنا واضح و صادق شکل و صورت میں اسلامی احکام و قوانین میں آیا ہے۔

اسلام کا حق حریت و آزادی:

اے بنی بشر! دین اسلام نے حریت و آزادی کا حق مقرر کیا ہے جو اسکے عام مدلول و مفہوم کے عین مطابق ہے ایسی آزادی جس میں انسانی نفوس کی خواہشات اور انکے میلان کو دیکھتے ہوئے کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ جو کوئی پابندی ہے۔ وہ نصوص الٰہیہ اور یہ ہدایات نبویہ کے ذریعے عائد کی گئی ہے۔ اور ان پابندیوں میں صرف دنیا و آخرت کی سعادت و خوشحالی کی حقیقی مصلحتوں کی ہی رعایت رکھی گئی ہے۔ ایسی حریت و آزادی جو کہ حق، عدل اور انصاف کے قواعد و ضوابط پر مبنی ہے۔ ایسی آزادی جو دوسروں کی آزادی پر دست درازی و زیادتی کرنے کیلئے ناجائز طور پر استعمال نہ کی جاسکے اور نہ ہی کوئی دوسرے تمام جہانوں میں سے کسی کو ضرر و نقصان پہنچا سکے۔ ایسی آزادی جس کی بنیاد صرف اس کائنات کے خالق کے سامنے خشوع خضوع اور جھکنے پر ہے اور اسکے سوا کسی کے سامنے جھکنے سے روکنے پر ہے۔

اسلام کی عطا کردہ حریت و آزادی عقیدہ توحید کے ساتھ مل کر پوری بنی نوع بشر کیلئے "اللہ وحدہ" جو کہ اکیلا ہی معبود برحق ہے اسکے سوا ہر کسی کے سامنے جھکنے سے مکمل آزادی مہیا کرتی ہے۔ وہ آزادی جو بنی بشر کے دلوں سے کسی بھی غیر اللہ کے ناحق خوف کا خاتمہ کرتی اور بندے کو اس سے بہت بلند کر دیتی ہے اور ان تمام طاغوتی طاقتوں کا قلع قمع کرتی ہے۔ جو دنیا میں شرکشی و جبروت اور بربریت مچاتے ہوئے ہیں اور بنی نوع بشر کے دلوں کو صرف ایک اللہ کے خوف اور صرف اسکے سامنے جھکنے کے جذبے سے لبریز کر دیتی ہے۔

عہد اسلام میں غیر مسلموں کا حق آزادی:

اسلام حقیقی حریت و آزادی کے اصولوں کی ضمانت دیتا ہے اور غیر مسلم لوگوں کو بھی آزادی کا حق دینے سے قطعاً غفلت نہیں برتتا حتیٰ کہ کسی پر کسی قسم کا جبر نہیں کہ وہ ضرور ہی دین اسلام کو قبول کرے بلکہ مسلمانوں پر صرف یہ واجب ہے کہ وہ لوگوں کو اس دین کی طرف دعوت دیں اور تمام انسانوں کیلئے اسکے محاسن و خوبیاں بیان کریں اور تمام لوگوں کے سامنے اسکی حقیقی شکل و صورت کو واضح کریں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں"۔ (یونس: ۹۹)

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: يقول لعجوز نصرانية: أسلمي أيتها العجوز تسلمي، إن الله بعث محمدا بالحق. قالت: أنا عجوز كبيرة والموت إلى قريب! فقال عمر: اللهم اشهد، وتلا

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی عورت (بڑھیا) سے کہا: "اے بڑھیا! مسلمان ہو جاؤ سلامتی پاؤ گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمادیا ہے"۔ اس بڑھیا نے کہا: میں بہت ہی بوڑھی ہو چکی ہوں اور اب تو موت بہت قریب آچکی

ہے۔(یعنی وہ اسلام لانے پر رضامند نہ ہوئی) تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہنا (کہ میں نے اس بڑھیا کو تیرے دین کی دعوت دے دی ہے۔) اور پھر انہوں نے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی جسمیں ارشادِ الٰہی ہے: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین قبول کرنے کے معاملہ میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے۔'' (البقرہ:۲۵۶)

تاریخ اسلام کے اوراق شاہد ہیں کہ یہود ونصاریٰ کو اسلامی مملکت میں اتنی آزادی رہی کہ اور تو اور خود غیر مسلم منصف مزاج لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود ونصاریٰ کو جو وسعت وآزادی رکھی ہے وہ بہت ہی عظیم ہے۔

اسلامی مساوات:

لوگو! دین اسلام تو آیا ہی اس لئے ہے تاکہ وہ انسانیت کی عزت وکرامت کو محفوظ رکھے اور ہر انسان عظیم مقام انسان کے حوالے سے دیکھے جو نبی نوع بشر کو حاصل ہے۔ انسان کے مقام ومرتبہ اور اس کی قدر ومنزلت کے سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾

'اور ہم نے بنی بشر کو عزت وتکریم سے نوازا اور انہیں بر و بحر میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔'' (بنی اسرائیل:۷۰)

اصل عزت کس کی؟

لہٰذا اسلام کی نظر میں حقوق کے لحاظ سے تمام انسان برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وفوقیت حاصل نہیں ہے اور اگر کسی کو کوئی عزت وشرف حاصل ہے تو وہ صرف توحید الٰہی اور اللہ کے تقویٰ بناء پر ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو اور اللہ کے نزدیک تم سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا زیادہ پرہیزگار ہے۔'' (الحجرات:۱۳)

غیروں کے معتقدات کا احترام:

اسی بناء پر اسلام نے اپنے ماننے والوں کو سختی کے ساتھ یہ حکم دیا کہ وہ دوسروں کے جذبات کا احترام کریں اور غیر مسلم لوگوں کے معتقدات کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے تاکہ وہ کہیں مسلمانوں کے مقدس مقامات واشیاء کے خلاف گستاخی و بدزبانی اور انکی بے حرمتی کرنے پر نہ اتر آئیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

'اور یہ مشرک جنہیں اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم لوگ انہیں برا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو دشمنی و بے ادبی سے بے سمجھے برا (نہ) کہہ بیٹھیں۔'' (الانعام:۱۰۸)

امام قرطبی نے لکھا ہے: فَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَسُبَّ صُلْبَانَهُمْ وَلَا دِيْنَهُمْ وَلَا كَنَائِسَهُمْ ، وَلَا يَتَعَرَّضُ إِلَى مَا يُؤَدِّي

إِلَى ذَٰلِكَ ؛ لِأَنَّهُ بِمَنْزِلَةِ الْبَعْثِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ۔

''کسی مسلمان کیلئے یہ روا نہیں کہ وہ عیسائیوں کے دین' انکی صلیبوں اور انکے کنائس وگرجوں (چرچوں) کو گالی دے اور بُرا بھلا کہے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے جو اس درجہ تک پہنچا دے کیونکہ انہیں بُرا بھلا کہنا ان کے پوجنے والوں کو گناہ (مقدسات اسلامیہ کے خلاف بدزبانی) کرنے پر آمادہ کرنے اور بھڑکانے کے مترادف ہے۔''[1]

دعوت اسلامی:

تاہم مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق انہیں ہدایت اسلام کی طرف دعوت دے چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے: ﴿اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾

(اے نبی!) لوگوں کو حکمت و دانائی اور نیک نصیحت سے اپنے رب کے راستے کی طرف بلائیں اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کریں''۔ (النحل: ۱۲۵)

احترامِ انسانیت:

معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ کی طرف ہی دیکھ لیں کہ آپ نے نبی بشر کے احترام واکرام کو نافذ کرنے والی مثال قائم فرمادی اور ارشاد فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْجِنَازَةَ فَقُومُوا حَتَّى تُخَلِّفَكُمْ

''جب تم کسی جنازہ کو (گزرتے) دیکھو اٹھ کھڑے ہوجاؤ یہاں تک کہ وہ تمہارے پاس سے آگے نکل جائے''۔[2] (نسائی)

مُرَّ عَلَىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةٍ فَقَامَ فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ يَهُودِيٌّ، فَقَالَ: أَلَيْسَتْ نَفْسًا۔

ایک دن آپ ﷺ کے پاس سے جنازہ گزرا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے۔ آپ سے عرض کیا کہ یہ یہودی کا جنازہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ (یہودی) ایک جیتی جاگتی انسانی جان نہ تھا؟''۔[3] (صحیحین وسنن اربعہ ومسند احمد)

دوسروں سے نیکی واحسان:

دین اسلام کے قوانین کی بنیاد اور اسکے احکام کی اساس نیکی واحسان کرنے اور اس کی طرف ہی دعوت دینے کے اصول پر رکھی گئی ہے یہاں تک کہ نہ صرف مسلمانوں بلکہ وہ غیر مسلم جو نہ تو مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار و جنگ ہیں، نہ زیادتی کرنے اور ظلم کا ارتکاب کرنے والے ہیں انکے ساتھ بھی نیکی واحسان اور حسن کلام کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾

''اور لوگوں سے نیک واچھی باتیں کہنا''۔ (البقرۃ: ۸۳)

---

[1] تفسیر قرطبی: 7/56۔

[2] نسائی: 1915۔

[3] نسائی: 1920۔

جبکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ اللهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
”اللہ تعالیٰ ہر چیز کے ساتھ احسان و نیکی کرنے کا حکم دے رکھا ہے“۔[1] (صحیح مسلم، سنن اربعہ، داری، بیہقی مصنف ابن ابی شیبہ طیالسی، ابن الجارود طحاوی صحیح الجامع ۱۷۹۵)

کفار کے ساتھ نیکی و بھلائی:

اس بنیادی قاعدہ واصول کو نافذ کرنے کی صورتوں میں سے ہی یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾
”جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے، ان کے ساتھ نیکی و بھلائی کا سلوک کرنے سے اللہ تمہیں منع نہیں کرتا، اللہ تو انصاف کرنے والوں کو درست رکھتا ہے“۔ (الممتحنہ: ۸)
اس آیت میں برّ سے مراد قولی و عملی احسان و نیکی ہے۔

امام قرطبی کہتے ہے: »هو الرفق بضعيفهم، وسد خلة فقيرهم، وإطعام جائعهم، وكساء عاريهم، ولين القول لهم، على سبيل التلطف لهم والرحمة، لا على سبيل الخوف والذلة، واحتمال أذيتهم في الجوار، مع القدرة على إزالته، لطفا بهم لا خوفا ولا طمعا، والدعاء لهم بالهداية وأن يجعلوا من أهل السعادة، ونصيحتهم في جميع أمورهم، في دينهم ودنياهم، وحفظ غيبتهم إذا تعرض أحد لأذيتهم«.
اس برّ و نیکی سے مراد غیر مسلموں کے ضعیف و ناتواں لوگوں کے ساتھ رفیق و نرمی برتنا انکے فقیر و نادار کی حاجت پوری کرنا، ان کے بھوکے کو کھانا کھلانا اور انکے ننگے کو کپڑا پہنانا ہے، اس کے ساتھ ہی یہاں برّ و نیکی سے مراد ان کے ساتھ لطیف و کرم کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرم گوئی کرنا اور اللہ کا خوف کھاتے ہوئے ان سے رحم و کرم اور مہربانی کا سلوک کرنا اور ان میں سے کسی کے پڑوسی ہونے کی شکل میں انکا پڑوس ہمسائیگی زائل کرنے پر قدرت ہونے کے باوجود ان کی اذیتوں کو برداشت کرنا اور ان تحمل و بردباری سے کام لینا اور یہ ان پر لطیف و مہربانی کرتے ہوئے ہے ان سے ڈرتے ہوئے نہیں اور ان سے کسی قسم کے طمع و لالچ کی بناء ہے۔
اس طرح اس جگہ برّ و نیکی سے مراد ان کے لئے ہدایت کی دعاء کرنا اور یہ تمنا کرنا بھی ہے وہ بھی (اسلام لا کر) اہل سعادت میں سے ہو جائیں ۔ایسے ہی یہاں ان کے ساتھ برّ و نیکی کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے عام دینی و دنیوی میں ان کے ساتھ نصیحت و خیر خواہی کا رویہ اپنایا جائے۔[2] (تفسیر قرطبی)

پڑوسی کے حقوق:

اور اگر کوئی شخص ان کی عدم موجودگی میں انکی املاک و آبرو پر دست درازی کرنا اور انہیں اذیت پہچانا چاہے تو ان کا تحفظ کیا جائے اور انکے

---

[1] صحیح مسلم: 1955۔
[2] تفسیر قرطبی۔

تمام مال واموال اہل وعیال، غیرت وآبرو تمام حقوق اور مفادات ومصالح کی حفاظت کی ذمہ داری ادا کی جائے، اگر ان پر کوئے ناحق ظلم وزیادتی کرنا چاہے تو اس کے خلاف ان کی مدد وتعاون کیا جائے اور ان کے تمام حقوق ان تک پہنچائے جائیں"۔

نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے غلام کو یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ ان کے یہودی ہمسائے کو قربانی کا گوشت پہنچاؤ اور بار بار نصیحت کرتے یہاں تک کہ ان کا غلام حیرت زدہ رہ گیا اور اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ۔

"حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے مسلسل پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت وتاکید کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یہ شک ہونے لگا کہ یہ کہیں پڑوسی کو وراثت میں حصہ داری نہ بنا دیں"۔[1] (صحیح بخاری)

منصب مزاج غیر مسلم لوگوں کے اعترافات:

انہی اسلامی تعلمات اور مسلمانوں کے ان پر عمل پیرا ہونے کو دیکھ کر ہی منصب مزاج غیر مسلم لوگوں میں بعض نے یہاں تک اعتراف کرلیا کہ: "اندلس کے شہر میں مسلمان نصاریٰ (عیسائیو) کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آئے تھے"۔ایک دوسرا غیر مسلم کہتا ہے:

"اسلام کو دینا میں پھیلانے میں اس کی سب سے زیادہ مدد خود اس کی ان تعلیمات نے کی ہے جن میں لوگوں کے ساتھ مکمل عدل وانصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے"۔

بے نظیر اخلاق تعلیمات:

لوگو! دین اسلام کے اصولوں اور کا مرکز ہی یہ ہے کہ تمام اخلاقی اصولوں کو ہر مرتبہ ہر بروئے کار لایا جائے جبکہ دنیا کی کسی دوسری تہذیب اور کسی نظام میں اس کی نظیر نہیں ملتی ۔اس بے نظیر وبے مثال اخلاقی تعلیم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: إِنَّمَا بعثتُ لأتمِّمَ مَكارِمَ الأخلاقِ

'میری بعثت ہی اچھے اخلاق کی تکمیل کی گئی ہے"۔[2]

اسلام دین رحمت:

اسلام دین رحمت ہے اور اس میں تمام صورتوں اور قسم کے رحم وکرم کی تعلیمات موجود ہیں ۔یہ دین اللہ کے بندوں کو ان کے مفادات مہیّا کرنے اور انہیں نفع بہم پہنچانے کی طرف دعوت دیتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ (ظلم وستم ڈھانے والے) مشرکین کے خلاف بد دعاء فرمائیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً

---

[1] صحیح بخاری:6015۔

[2] ابن رجب المصدر: لطائف المعارف:305

''میں لعنت ملامت (بد دعائیں) کرنے والا بنا کر نہیں بلکہ میں لوگوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔[1] (صحیح مسلم)

جی ہاں نبی رحمت وشفقت اور نبیٔ لطیف وکرم نے ارشاد فرمایا ہے: لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ.

''جو شخص دوسرے لوگوں پر ترس نہیں کھاتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا''۔[2] (متفق علیہ)

جانوروں (پرندوں) کیلئے رحمت:

یہ پوری کائنات اور بنی نوع بشر چراغ رخ زیبا لیکر بھی ڈھونڈتے پھریں تب بھی بنی اسلام نبیٔ رحمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ رحم دل اور شفیق ونرم خو انسان کسی کو نہیں پائیں گے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ، فَرَأَيْنَا حُمَّرَةً [4/540] مَعَهَا فَرْخَانِ، فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا، فَجَاءَتِ الْحُمَّرَةُ فَجَعَلَتْ تَعْرِشُ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا، رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا.

'ہم ایک سفر میں حضرت میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ اپنی حاجت کیلئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک چھوٹی سی چڑیا اور اس کے دو بچے دیکھے تو ہم نے اس چڑیا کے دونوں بچے اٹھا لیئے۔ وہ چڑیا ہمارے سر و پھڑ پھڑانے (اور غم سے نڈھال ہو کر زمین پر گرنے) لگی۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو (یہ منظر دیکھ کر آپ سمجھ گئے اور آپ سے اس کا غم دیکھا نہ گیا) چنانچہ فرمایا: ''اس چڑیا کو کسی نے دکھ پہنچایا ہے، اس کے بچے اس کے گھونسلے میں) لوٹا دو''۔[3] (سنن ابی داؤد)

چیونٹیوں کیلئے رحمت:

نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کا گھروندا جلا رکھا تھا تو یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: وَرَأَى قَرْيَةَ نَمْلٍ قَدْ حَرَّقْنَاهَا فَقَالَ: مَنْ حَرَّقَ هَذِهِ؟ قُلْنَا: نَحْنُ. قَالَ: إِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُعَذِّبَ بِالنَّارِ إِلَّا رَبُّ النَّارِ.

''یہ گھروندا کس نے جلایا ہے؟ کسی کے لائق نہیں کہ وہ کسی چیز کو آگ کے ساتھ عذاب وسزا دے سوائے اللہ تعالیٰ کے جو کہ آگ کا خالق ومالک ہے''۔[4] (سنن ابی داؤد)

اس قسم کی اخلاقی قواعد اور اس دین کی رحمت کو نافذ کرنے والی مثالیں بکثرت ہیں جنہیں نہ کوئی زبان گن سکتی ہے اور نہ ہی ایسے موقع ومناسبت پر ان کا مکمل احاطہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: 2599۔

[2] صحیح بخاری: 7376۔

[3] سنن ابی داؤد: 5268۔

[4] سنن ابی داؤد: 5268۔

اسلام دین عدل ومساوات:

اسلام وہ دین ہے جوکہ عدل وانصاف اورمساوات کے قواعد واصولوں کی تعلیم دیتا اوران پرعمل کرواتا ہے ایسے عدل وانصاف کو نافذ کرتاہے جس کا معیارومیزان نبی بشر کی خواہشات وجذبات کے تابع نہیں بلکہ ایسے عدل وانصاف کا داعی ہے جس کا کوئی پلڑا نہ جھکتا ہے نہ لڑکھڑاتا ہے بلکہ وہ سراسر وحی الٰہی پر مشتمل ہے جسے نبی اکرم ﷺ لائے تھے اوراسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے اور یہ قانون حق کے ثابت کرنے ،باطل کے ابطال کیلئے اور ہر چیز میں عدل وانصاف قائم کرنے کیلئے نازل ہوا ہے چاہے زمان ومکان میں کتنے ہی تغیرات وانقلابات کیوں نہ رونما ہوجائیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے:﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى﴾

’’اللہ تمہیں عدل وانصاف اور نیکی واحسان کرنے اورقرابت داروں کو مادی ومالی مدد) دینے کا حکم دیتا ہے‘‘۔(النحل:۹۰)

غیرمسلموں سے بھی عدل وانصاف:

دین اسلام کے اصول وقواعد اس کی فروع اورتعلیمات عدل وانصاف کے لازمی حکم پر مبنی ہیں حتیٰ کہ دشمنوں اوراسلام کی اصل کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے ساتھ بھی عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ارشاد الٰہی ہے :﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

’اے ایمان والو!اللہ کیلئے انصاف کی گواہی دینے کیلئے کھڑے ہوجایا کرواورلوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو ۔انصاف کیا کروکہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اوراللہ سے ڈرتے رہو،بیشک تمہارے تمام اعمال سے خوب خبردار ہے‘‘۔(المائدہ:۸)

اورنبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهَدًا أَوِ انْتَقَصَهُ ,أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ ,أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَجِيجُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

خبردار رہو! جس نے کسی معاہدہ یافتہ (غیرمسلم) پرظلم کیا،یااس کے حقوق میں کمی کی یااسے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دی یااس کی رضا مندی کے بغیر اس کی کوئی چیز ہتھیالی،قیامت کے دن اس کی طرف سے دعوی (جھگڑا) کرنے والا میں ہونگا‘‘۔[1](ابوداؤد)

غیرمسلم مؤرخین:

غیرمسلم مورخین میں سے ایک معروف مورخ کہتا ہے شریعت اسلامیہ نے لوگوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آنے کی دنیا میں عظیم مثالیں قائم کی ہیں جوکہ لوگوں کے دلوں میں روح کرم اورمعاضی تلافی ووسعت ظرفی کا جذبہ پیدا کرتی ہیں ۔اسی طرح وہ مثالیں ایسی اعلیٰ انسانی اقدار وپہچان اورعلامت ہیں کہ جنہیں نافذ کرنا ممکن ہے‘‘۔

ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے:’’مسلمان دوسروں کی نسبت بالکل الگ تھے کیونکہ ان کے عمل وکردار سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی

---

[1] سنن ابی داؤد:3052۔

رعایا میں شامل عیسیائیوں کے ساتھ بھی مکمل عدل وانصاف کا سلوک کیا"۔

غیر مسلموں کے حقوق:

لوگو! دین اسلام تو آیا ہی انسان پانچ ضروری چیزوں کے تحفظ کیلئے ہے: (۱) دین (۲) جانیں (۳) عقل (۴) اموال ونسل (۵) آبروئیں۔ اس طرح ان تمام اشیاء کا بھی تحفظ کرتا ہے جو کہ انہی کی متعلقہ ضروریات ہیں۔ اور یہ صرف مسلمانوں کیلئے بلکہ دین اسلام کی تعلیمات وہدایات معاہدین ومستامنین غیر مسلموں کے جان ومال اور آبروؤں کے تحفظ کی ضمانت بھی دیتا ہے چنانچہ ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ قَتَلَ مُعَاهَدًا لَمْ يَرِحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ، وَإِنَّ رِيحَهَا تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا۔

"جس نے کسی معاہدہ یافتہ (غیر مسلم) کو قتل کردیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت تک آرہی ہوگی"۔[1] (بخاری نسائی ابن ماجہ مسند احمد صحیح الجامع: ۶۴۵۷)

جب کہ مسند احمد میں ارشاد نبوی ہے: ألا لا تحلُّ أموالُ المعاهِدِينَ إلا بحقِّها۔

"خبردار رہو! اہل معاہدہ (غیر مسلموں) کے اموال کسی حق کے سوا لینا حلال نہیں ہے"۔

علماء احناف ومالکیہ نے تو اس بات پر صادر کیا ہے کہ معاہدہ یافتہ غیر مسلم کی غیبت کرنا بھی حرام ہے جیسا کہ الجامع الصغیر میں نبی اکرم ﷺ سے وارد ہوا ہے: من آذى ذِمِّيًّا فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله۔ (امام البانی نے کہا کہ: اس کی کوئی اصل نہیں ہے)

'جس نے کسی ذمی (غیر مسلم) کو اذیت پہنچائی، اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی"۔

جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے: من آذَى ذِمِّيًّا فأنا خَصمُه، ومن كنتُ خَصمَه خصمْتُه يومَ القيامةِ

جس نے کسی ذمی کو اذیت پہنچائی اس کا مدمقابل میں ہوں اور جس کا مدّمقابل میں ہوں، قیامت کے دن میں اسے ہرادونگا"۔[2] (الجامع الصغیر)

اسلام کا جنگی ضابطہء اخلاق:

اسلام تو عین معرکہ کے دوران بھی اپنے ماننے والوں کو ایسے تاکیدی احکام وہدایات دیتا جنہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہدایاتِ مصطفویہ ﷺ اخذ کرکے مختصر انداز سے نیان کیا ہے چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو وصیت وتاکید کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا

: يا أيها الناس، قفوا أوصيكم بعشر فاحفظوها عني: لا تخونوا ولا تغلوا، ولا تغدروا ولا تمثلوا، ولا تقتلوا طفلاً صغيراً، ولا شيخاً كبيراً ولا امرأة، ولا تعقروا نخلاً ولا تحرقوه، ولا تقطعوا شجرة مثمرة، ولا تذبحوا شاةً ولا بقرة ولا بعيراً إلا لمأكلة، وسوف تمرون بأقوام قد فرغوا أنفسهم في الصوامع؛ فدعوهم وما فرغوا أنفسهم له۔

---

[1] صحیح بخاری: 3166۔

[2] (موضوعات ابن الجوزی الصفحة أو الرقم: 633/2

’’میں تمہیں دس باتوں کی تاکید کرتا ہوں: کسی عورت بچے ۔عمر رشیدہ بوڑھے کو قتل نہ کرنا کسی پھلدار درخت کو نہ کاٹنا کسی آباد جگہ کو برباد نہ کرنا کسی بکری یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا سوائے اس کے مالک کے لئے (اور اسکی مرضی سے) کھجوروں کو غرقاب نہ کرنا اور نہ ہی انہیں آگ لگانا، مال غنیمت میں سے خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھلانا‘‘۔[1]

بیت المال سے غیر مسلموں کی کفالت:

اسلام وہ دین ہے جس نے اجتماعی خودکفالت کی اس وقت بنیادیں رکھیں جب کہ موجودہ دور والوں کو اس کی خبر بھی نہ تھی جس کی نظیر ومثال ملنا ممکن نہیں ۔لوگوں کو باہمی تعاون کی ترغیب دلا ئی ،زکوٰۃ کو فرض قرار دے دیا، کفاّروں کو فرض وواجب کر دیا،صدقات وخیرات کی ترغیب دلائی تا کہ حاجتمندوں کی ضرورتیں پوری ہوں اور مصائب ومشکلات میں پھنسے لوگوں کو خلاصی ملے ۔

اس اجتماعی خودکفالت اور باہمی تعاون کے نظام میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں بھی شامل کیا چنانچہ ابوعبید نے اپنی کتاب الاموال میں کبار تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب کی مراسیل میں روایت بیان کی ہے کہ: أَنَّ رسولَ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ على أهلِ بيتٍ من اليهودِ فهي تَجْرِي عليهِم۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک یہودی گھروالوں کو صدقہ دیا پھر انکے لئے مستقل صدقہ جاری کر دیا گیا۔[2]

اور قاضی ابو یوسف نے بھی اپنی کتاب الاموال میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے بیت المال کے خازن کو حکم دیا کہ وہ غیر مسلموں میں سے ایک نابینا بوڑھے کو حسب ضرورت تعاون دے دیا کریں ،اور کتاب الخیراج میں ہے کہ اہل حیرہ کے ساتھ معاہدہ صلح میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ بھی لکھا تھا: ’’میں نے ان کے یہ حق بھی دے دیا ہے کہ ان میں سے جو بوڑھا اور کام کاج سے عاری ہو جائے یا وہ کسی آفت و بیماری میں مبتلا ہو کر ناکارہ ہو جائے یا غنی ہو مگر بعد میں غریب ہو اور قرض خواہ لوگ اس پر صدقہ کرنے لگیں تو اس پر سے ضریہ (سرکاری اسلامی ٹیکس)ختم کر دیا جائے اور جب تک وہ دار الہجرت اور دار الاسلام (اسلام مملکت) میں رہے اسے اور اسکے اہل خانہ کو مسلمانوں کے بیت المال سے جس کفایت تعاون دیا جاتا رہے گا‘‘

اسلامی اصول رفق و آسانی:

اسلامی وہ دین ہے جس کی دعوت کی بنیاد خیر و بھلائی ،ہدایت وراہنمائی اور دنیا وآخرت کی اصلاح طرف دعوت دینے پر قائم ہے ۔رفیق ونرمی اسلام کا قاعدہ ہے اور یسر وآنی اس کا اصول ہے ۔اس کے عظیم قواعد میں سے ہی ایک قاعدہ یہ ہے: ’’حرج ومشقت اٹھالی گئی ہے‘‘۔

اس طرح ایک قاعدہ یہ ہے : ’’مشقّت آسانی کو لاتی ہے اور نبئ اسلام ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا ۔

---

[1] موطاامام مالک: 2/ 448۔

[2] تمام المنۃ: 389.

''لوگوں کیلئے آسانیکرو،تنگی پیدانہ کرو،لوگوں کو بشارتیں دو،انہیں متنفرنہ کرو''۔[1] (بخاری ومسلم نسائی مسند احمد۔صحیح الجامع:۸۰۸٦)

مفادات لانا اور مضرّات ہٹانا:

اس پر قائم ہوئے اور اس کی فرع وجزئیات اس سے نکلی ہیں کہ اصل مکین کو حاصل کیا جائے غرض یہ کہ شریعت آئی ہی اسلئے ہے کہ مصالح ومفادات کو لانے اور انہیں بڑھائے اور مفاسد ونقصانات کو دور ہٹائے اور انہیں کم کرے''۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾

''اور زمین کی اصلاح ہو چکنے کے بعد اسمیں فساد وبگاڑمت پیدا کرو''۔(الاعراف:۵٦)

ایذاءرسانی کی ممانعت:

اسلام وہ دین ہے جوکسی کو اذیت پہنچانے پر رضامند نہیں ہے اور نہ کسی ایسے شخص کو نقصان پہنچانے اجازت دیتا ہے جو نہ توزیادتی کرنے والا ہو اور نہ وہ ظالم ہو،چنانچہ ارشادنبوی ہے:لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ۔

''(سلام میں)کسی کو نقصان پہنچان نہیں ہے اور نہ ہی نقصان کے بدلے میں نقصان دیتا ہے''۔[2] (ابن ماجہ،مسند احمد۔الصحیحہ:۲۵۰ صحیح الجامع:۷۵۱۷)

حقوق کا بےلاگ تقرر:

اسلام وہ دین ہے جس نے ہر چیز کا حق انتہائی عمدہ ترتیب اور بہترین نظام کے تحت مقرر فرمایا ہے جیسا کہ فقہ الاسلامی کی کتب میں یہ نظریہ حقوق پوری شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے مثلا انفرادی وشخصی حقوق ہے لیکر اجتماعی وجماعتی حقوق تک والی وحکم کے حقوق سے لیکر عوام ورعایا کے حقوق تک اور مسلمانوں کے حقوق سے لیکر غیر مسلموں کے حق تک اور ان تمام حقوق کا التزام وپابندی سے عبادت الٰہی سمجھتے ہوئے کرتے ہیں جس میں نہ تو خواہشات نفس کا کوئی عمل دخل ہوتا ہے اور نہ ہی کسی مصلحت ومفاد کی بناء پر دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا التزام کیا جاتا ہے اور مسلمان ان حقوق کی ادائیگی کا التزام کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے قواعد وقوانین کا بھی خیال رکھتا ہے جن میں سے ہی یہ بھی ہے کہ''نہ ابتداءً کسی کو نقصان پہنچاؤ اور نہ ہی نقصان کے بدلے میں کسی کو نقصان پہنچاؤ''۔اور یہ سب اس اصل عظیم کے عین مطابق ہے جسے فقہ اسلامی آپنے حق کے استعمال میں نظریہ ممانعت ظلم''کہا جاتا ہے۔

اسلام میں عورت کا مقام:

لوگو!اسلام وہ دین ہے جس نے عورت کی شان بڑھا اور اس کی قدرومنزلت کو بہت ہی بلند وبالا کیا اور اس سے وہ ظلم وذلت کے تمام آثار مٹادیئے جنکے بوجھ تلے وہ صدیوں سے دبی چلی آرہی اور انہوں نے اس کی زندگی کو اجیرن بنا رکھا تھا اور اسلام نے بشری معاملات

---

[1] صحیح بخاری:6125۔

[2] ابن ماجہ:2341۔

میں نظریۂ حقوق وفرائض ،میں مرد واندونوں کو باہم مساویانہ درجہ دیا صرف چنداں امور میں دونوں کے مابین فرق رکھا جوکہ اندونوں کی خصوصیات جسمانی امتیازات اورنفسیاتی خصائص کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور معاشرے کے خاص وعام مفادات کا مطالبہ بھی تھا۔

مردوزن میں مساوات:

عورت اسلام کی نظر میں مرد کی شریک حیات وشریک سفر اور شریک عمل ہے وہ دونوں مشترکہ مقاصد کے حصول کیلئے دوسرے کا تعاون کرتے ہیں اور اس میں عورت بھی اپنا حصہ ڈالتی ہے ۔زندگی پہیہ آگے دھکیلنے کیلئے ،اللہ کی عبودیت قائم کرنے کیلئے اور روئے زمین پر مکمل اصلاح کا عمل جاری کرنے کیلئے ان دونوں کے اپنے اپنے فرائض واجبات اور اپنا اپنا کردار رول ہے جسے وہ اپنی اپنی تخلیقی ساخت مختلف خصائص اور اپنی اپنی طے شدہ ذمہ داری کے فرق کو پیش نظر رکھ کر ادا کرتے ہیں اور اس میں بھی ان دول کے خصائص ،اہلیتوں اور صلاحیتوں کے مطابق ہی معاملہ ہوتا ہے ۔مردوزن کے انہی مساویانہ حقوق واجبات کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:'﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

'اوران عورتوں کو مردوں پر ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جسے کہ ان پر فرائض عائد ہوتے ہیں ۔(البقرہ:۲۲۸)

اس آیت کے اگلے الفاظ میں ہے:(وللر جال علیهن درجه)''البتہ مردوں کو عورتوں پر درجہ وفضیلت حاصل اس طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ۔

'عورتیں مردوں کی سگی (ہم جنس) ہیں''۔[1](ابوداؤد،مسند احمد۔یہ صحیح حدیث ہے)

اس پر بس نہیں بلکہ ہر مرحلے میں عورت کے حقوق کی نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے چنانچہ خطبۂ حجتہ الوداع میں آپ نے فرمایا تھا :عورتوں کے معاملے اللہ سے ڈرتے رہو''۔

گلدستۂ اصول وقواعد:

اس دین اسلام اسلام کے مبایات واصول اور کلیات وقواعد میں سے یہ چند امور پر مشتمل ایک گلدستہ ہے جس کا یہ پھول ایک ثابت شدہ اصول ہے اور ہر اصول ہی پوری نوع انسانی کے ساتھ پوری مناسبت رکھتا ہے اور یہ اصول کسی زبان ومکان سے متعلقہ معیار اور نفع بخش مفادات ومصالح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے بلکہ یہ ایسے اصول ہیں کہ ان کو اپنانے والے انہیں دین اور اللہ وحدہٗ کی عبادت سمجھتے ہوئے اپنے او پر لازم سمجھے ہیں لہٰذا اے بنی نوع بشر دیکھو،غور وتامل کرو اور ہوش وعقل کے ناخن لو،اب ٹھہرو اور باہم ذرا یکدوسرے سے پوچھو کہ موجودہ دور کی چمک دمک والی اصطلاحات وانسانی حقوق ،حقوق نسواں''عالمی امن وسلامتی''۔''اصول شریت وآزادی''اور''جمہوریت'' میں وہ میزان کہاں ہے جوکہ اسلامی قواعد واصول میں پایا جاتا ہے؟

---

[1] ابوداؤد:236۔

موجودہ اصطلاحات میں دوغلا پن:

یہ بات ہر عقلمند، صاحب ادراک ودانش اور اہل تحقیق کے سامنے باطل عیاں ہے کہ دورحاضر کی ان جاذب نظر اصطلاحات میں سے اکثر میں دورخائن اور دوغلی پالیسی پائی جاتی ہے، یہ دوسرے معیاروں کی شکار ہیں جیسے جیسے مصلحتیں بدلتی ہیں ان میں بھی تغیرات آتے جاتے ہیں اور جوں جوں مفادات میں تبدیلی رونما ہوتی ہے توں توں ہی ان میں بھی تغیر وتبدل آتا رہتا ہے اور ان کا نفاذ بھی اپنی خواہشات نفس اور ذاتی رائے مرضی کے مطابق کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِنَّآ أَوْ إِيَّاكُمْ لَعَلَىٰ هُدًى أَوْ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ﴾

'اور ہم یا تم (یا تو) ہدایت وسیدھے راستے پر ہیں یا پھر صریح گمراہی میں مبتلا ہیں'۔ (سباء: ۲۴)

دعوتِ ہدایت ونظر ثانی:

آج جبکہ ہم پوری دنیا کو اسلام کی ہدایت اسکی نورفشانیوں اور اس کی صنیا باریوں کی طرف دعوت دیتے ہیں تاکہ اس کے حالات سدھر جائیں اور اسے سعادت وخوشحالی نصیب ہو عین اسی مقت ہم یہ یاد دہانیں بھی کروائے دیتے ہیں کہ آج دنیا کو اس بات کی شدضرورت ہے کہ وہ اپنے اولاد کی ترتیب پر نظر ثانی کرئے انہیں ازسرنو مرتب کرے اور صحیح میزان کو اختیار کرنے کا التزام کرے ورنہ یہ حقوق انسان اس وقت کیوں ہوا برد ہو جاتے ہیں اور ان کے بنائے اصول وقرار دادیں کیوں اوہام وخرافات اور پرانے قصے کہانیوں ل کاملینہ ہ بن کر رہ جاتے ہیں جب معاملہ مسلمانوں اور انکے کسی مسئلہ کا ہو اور مسلمانوں کے مسائل میں جمہوریت اور آزادی کے دعووں کا عملی نفاذ کیوں دوغلی پالیسی میں مبتلا ہو جاتا ہے؟

حقوق انسانی والے کہاں ہیں؟:

دنیا کے وہ عقلمند کہاں ہیں جو مسلمانوں کی اراضی اور ممالک پر غاصبانہ قبضہ جمانے اور انہیں انہی سیادت وقیادت سے محروم کر کے ان کے ممالک کو اپنی استواری کا لونی بنانے والوں کو گریبان سے لکیڑیں اور انکا ہاتھ روکیں، ان سے باز پرس کریں؟ وہ کہاں ہیں جو ان لوگوں کا محاسبہ کریں جو مسلمانوں کو چلینج کر رہے ہیں اور نکی سب سے زیادہ مقدس کتاب کی بے حرمتی کر کے انکے جزبات کو مجروح کر رہے اور انہیں غصہ ونفرت دلا رہے ہیں؟ محاسبہ کرنے والے کہاں ہیں جو ان لوگوں سے باز پرس کریں جو اس ساری زمین والوں کی طرف بھیجے گئے تمام جہانوں کے مالک رب کائنات کے رسول خیر البشر ﷺ ذات گرامی پر طرح طرح کے حملے کر رہے ہیں۔ انسانی حقوق کے وہ علمبردار و ٹھیکیدار کہاں ہیں آج دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کا قتل وخون ان کے مکانات کی تباہی و بربادی اور ان ھطکی جو نسل کشی کی جارہی ہے کیا یہ سب نہیں نظر نہیں آرہا؟ حریت وآزادی کے بقلم خود فلاسفر اور حقوق انسانی کے بیانگ دہل نعرے لگانے والے مفکرین کہاں ہیں؟ کیا انہیں یہ واضع موضوعات اور روشن حقئق دیکھنے سننے میں نہیں آرہے؟

تاریخ اسلام کی عظیم خواتین مسلمان کیلئے مشعل راہ

امام وخطیب: شیخ عبدالمحسن القاسم
۲۶/۴/۱۴۲۶ھ، ۳/۶/۲۰۰۵ء

عورت کی سعادت؟

عورت کی سعادت وخوش بختی اس میں ہے کہ وہ ان خواتین کی پیروی کرے جو افضل ترین زمانوں میں زندگی گزار کرگئی ہیں اور وہ ان عورتوں کے نقشِ قدم پر چلے جنہوں نے سب سے اعلٰی اور جلیل القدر گھر تربیت پائی تھی اور وہ گھر خاندان نبوت کا گھر اور دولت ِ مصطفی ﷺ ہے وہ عورتیں جنکی اللہ تعالٰی نے بہت شان بنائی اور ان قدر منزلت، بہت بلندی اور ان کی ثناء وتعریف میں آسمان سے قرآن نازل کیا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾

''اے نبی کی بیویو! اگر تم تقوٰی اختیار کرو تو تم عام سی عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔ (الاحزاب: ۳۲)

تذکارِ ازواجِ مطہرات:

(۱) اُم المومنین حضرت خدیجہ طاہرہؓ:

وہ خواتین نبی اکرم ﷺ کی بہت ہی بابرکت بیویاں اور بہت ہی عظمت وشان والی خواتین تھیں۔ ان میں سے پہلی خاتون وہ عقل و دانش کا پیکر، سراپائے حکمت و دانائی اور انتہائی دیندار و اعلٰی نسب، خاتون حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ تھیں جنہوں نے عمدہ اخلاق و اعلٰی کردار، انتہائی بہترین اوصاف اور کرم ومہمان نوازی کی تربیت پائی تھی۔ وہ انتہائی عفت مآب اور عصمت وشرف کی صفات سے متصف تھیں وہ خواتین مکہ میں طاہرہ کے معزز لقب کے ساتھ معروف تھیں اور خدیجہ طاہرہ کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ان سے شادی کی وہ آپ کی مثالی و بہترین زوجۂ محترمہ تھیں۔ انہوں نے اپنی جان ومال اور عقل و دانش کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا بھرپور تعاون کیا اور آپ کو خوب سہارا دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو جب بھی کوئی غم و دکھ پہنچتا تو آپ ﷺ انہی کا سہارا لیتے اور انہی کے سامنے اپنے دکھ درد بیان فرماتے تھے۔

نبی ﷺ کی ڈھارس بندھانے والی:

جب پہلی ہی وحی نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام جس عظیم پیکر کے ساتھ مشاہدہ فرمایا تھا اس سے آپ کا دل دہل گیا اور آپ ڈر سے کانپتے ہوئے حضرت خدیجہؓ کے پاس ہی آنکلے اور فرمایا: ''خدیجہ! مجھے کیا ہوا ہے؟ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہوگیا ہے۔'' حضرت خدیجہؓ نے انہیں بڑی ثابت قدمی اور مضبوط دلی کے ساتھ ہمت دلائی اور آپ ﷺ کی ڈھارس بندھاتے ہوئے انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! آپ کی جان کو کوئی خطرہ نہیں۔ اللہ آپ کو ہرگز بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا اور نہ ہی آپ کو رسوا کرے گا۔

سب سے پہلی مسلمان:

آفتاب اسلام سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ کے گھر میں ہی چمکا اور اس پوری امت کے مردوں عورتوں میں سے سب سے پہلے وہی قبول اسلام کی سعادت سے شرفیاب ہوئیں۔امام بن الا ثیرؒ لکھتے ہیں:''اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع و اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہؓ تمام مخلوق سے پہلے اسلام لائیں۔ان سے پہلے نہ کوئی مرد قبول اِسلام کی سعادت سے شرفیاب ہوا اور نہ ہی کوئی عورت اس سعادت سے بہرہ ور ہوئی۔

شوہر کیلئے چشم براہ:

نبی اکرم ﷺ کے دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں آپ پر بہت مصیبتیں آئیں اور نبی ﷺ کو لوگوں کی سخت ایذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔اس سخت دور میں ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ ایک شفقت ومحبت بھرا اور انتہائی عقلمندانہ رائے ومشورہ لئے نبی ﷺ کے استقبال کیلئے چمہ براہ رہتی تھیں۔آپ لوگوں سے ناگوار قسم کی کوئی بات سن کر اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما اپنی عقل ودانش بھری باتوں سے آپ کو حوصلہ دلائیں آپ کیلئے ثابت قدمی کا باعث بنتی اور آپ کی پریشانیوں میں کمی پیدا کرتیں،نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرمی ہے:قدْ آمنَتْ بِي إذْ كفَرَ بِي النَّاسُ وصدَّقَتْني إذْ كذَّبَني النَّاسُ وواسَتْني بمالِها إذْ حرَمَني النَّاسُ ورزَقَني اللهُ أولادَها وحرَّمَني أولادَ النِّساءِ۔

''وہ(خدیجہ)مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے میرا کفروانکار کیا،انہوں نے میرے ان حالت میں تصدیق کی جبکہ لوگوں نے میری تکذیب کی،انہوں نے اپنے بے پناہ مال ودولت سے اس وقت مدد وغمخواری کی جبکہ لوگوں نے مجھے اس سے محروم کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بطن سے اولاد عطا فرمائی جبکہ دوسری عورتوں سے کوئی اولاد نہ دی''۔[1] (مسند احمد)

وفاشعار بیوی اور شفیق ماں:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہما انتہائی عظیم عورت تھیں وہ اپنے شوہر نامدار کی انتہائی خدمت گزار اور وفاشعار تھیں اور اپنے بچوں کیلئے انتہائی شفیق ورحمدل ماں تھیں۔نبی اکرم ﷺ کی ساری اولاد انہی کے بطن طاہر سے تھی سوائے ابراھیم رضی اللہ عنہ کے(جوکہ نبی ﷺ کی کنیز حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے)وہ انتہائی باادب خاتون اور تمام اعلیٰ اخلاقی اقداری کی مالک انسان تھیں۔انہوں نے عمر بھر کبھی نبی اکرم ﷺ کی کسی بات کا ادوان کار نہیں کیا اور نہ ہی کسی قسم کی شکر رنجی کر کے آپ ﷺ کو کبھی کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔

نبی اکرم ﷺ ان کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:أَتَانِي جِبرِيل وَبَشِّرْ هَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَب.

''میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:ان(خدیجہ رضی اللہ عنہما)کو جنت کے ایسے گھر کی بشارت دے دیں جوکہ

[1]) مجمع الزوائد:9/227۔

جو فدار موتی سے بنا ہوا ہو گا۔ اس میں کوئی شور شغب اور کوئی تکلیف و مشقت نہ ہوگی''۔[1] (متفق علیہ)

امام سہیل (الروض الانف میں) لکھتے ہیں کہ انہیں جنت میں ان اوصاف کا گھر دینے بشارت اسلئے دی گئی کہ انہوں نے زندگی بھر کبھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے کبھی نبی اکرم ﷺ کے سامنے آواز اونچی نہیں کی تھی اور نہ ہی کبھی آپ کو کسی طرح پریشان کیا تھا۔ نہ کبھی آپ کی موجودگی میں کسی قسم کا کوئی شور وشغب اور نہ ہی اونچے سر میں بات کی تھی اور نہ ہی کبھی اپنے کسی قول وعمل سے آپ ﷺ کو کوئی تکلیف واذیت پہنچائی تھی بلکہ وہ اللہ کی ہر قضاء پر راضی اور اس کی ہر دین پر خوش اور اللہ کے نزدیک انتہائی پسندیدہ خاتون تھیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا عَزَّ وَجَلَّ وَمِنِّي

''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: ''جب آپ خدیجہ کے پاس پہنچیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے میری طرف سے سلام کہیں''۔[2] (متفق علیہ)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرمایا: جب آپ خدیجہ کے پاس پہنچیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کا شرف ایسا ہے کہ یہ انکے سوا دنیا کی کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی' ان سے فرشتوں نے محبت کی اور ان سے رسول اکرم ﷺ نے محبت کی۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنِّي قَدْ رُزِقْتُ حُبَّهَا۔

''مجھے انکی محبت عطا کی گئی ہے۔''[3] (صحیح مسلم)

خراجِ تحسین دُعاءِ مغفرت:

نبی اکرم ﷺ انکی زندگی میں اور انکی وفات کے بعد جب بھی ان کا تذکرہ فرماتے تو انکا بڑا مقام ومرتبہ اور عزت بڑھاتے تھے اور اپنے لئے انکی رفاقت کو بہت سراہا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نبی اکرم ﷺ جب بھی حضرت خدیجہؓ کا ذکر فرماتے تو انکی تعریفیں کرتے خراجِ تحسین پیش کرتے انکے مغفرت اور بخشش کی دعائیں کرتے نہیں تھکتے تھے''۔ نبی اکرم ﷺ نے انکی محبت ووفا کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔ آپ ﷺ ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کے ساتھ تعاون اور ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ: وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ، ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ، فَرُبَّمَا قُلْتُ لَهُ: كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي الدُّنْيَا امْرَأَةٌ إِلَّا خَدِيجَةُ. فَيَقُولُ: إِنَّهَا كَانَتْ، وَكَانَتْ، وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ۔

نبی اکرم ﷺ بکری ذبح کر کے اس کے تمام اعضاء کو الگ الگ کرتے اور پھر گوشت کے وہ ٹکڑے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ میں کبھی یہ کہہ دیتی کہ دنیا میں خدیجہ کے سوا جیسے دوسری کوئی عورت ہی نہیں رہی اس پر آپ فرماتے: ''وہ ایسی تھیں، ان

---

[1] صحیح مسلم: 2433۔
[2] صحیح مسلم: 2432۔
[3] صحیح مسلم: 2435۔

میں یہ اوصاف تھے اور میری ان سے اولاد ہے"۔[1] (صحیح بخاری)

درجہ کمال پر فائز:

نبی اکرم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن (اپنی سالی کی آواز سنی تو بہت ہی زیادہ غمگین ہو گئے اور فرمایا: "ان کی آواز نے مجھے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یادیں تازہ کر دیں ہیں"۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ، وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ غَيْرُ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَآسِيَةَ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ وَخَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ۔

"مردوں میں سے تو بہت ساری لوگ درجہ کمال کو پہنچے لیکن عورتوں میں سے صرف تین کے سوا دوسری کوئی اس درجہ کو نہ پاسکی: (۱) حضرت مریم بنت عمران (والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام) فرعون کی بیوی آسیہ اور خدیجہ بنت خویلد"۔ (ابن مردویہ وصححہ ابن کثیر فی البدایہ ۳/۱۲۹ ونظر صحیح الجامع: ۴۵۷۸۔ ۲/ ۸۴۰ حاشیہ)

سب پر گوئے سبقت:

ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس امت کی تمام عورتوں پر خیر و بھلائی، عزت و شرف اور رفعت و بلندی میں گوئے سبقت لے گئیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: خَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ، وَخَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ.

"اپنے زمانے کی بہترین عورت حضرت مریم بنت عمران تھیں اور (اس امت اسلامیہ میں سے) اپنے زمانے کی بہترین عورت (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں"۔[2] (متفق علیہ)

اصلاح ذات و اصلاحِ اولاد:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے اپنی ذاتی اصلاح کی اور پھر اپنے گھر (کے تمام افراد اہل وعیال) کی اصلاح سرانجام دی اور اپنی اس محبت کا بہترین پھل پایا اور یہ انجام عالی شان پایا کہ وہ خود اور ان کی لخت جگر حصرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت میں ساری دنیا کی عورتوں میں سے سب سے بہترین قرار دی گئیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: أفضلُ نساءِ أهلِ الجنةِ خديجةُ وفاطمةُ ومريمُ وآسيةُ

"خواتین جنت میں سے سب سے افضل ترین عورتیں (حضرت) خدیجہ و فاطمہ و مریم و آسیہ ہیں"۔[3] (سنن نسائی ومسند احمد)

(۱) امتیازی حیثیت:

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ کے دل میں وہ عظیم مقام اور ان سے وہ حبّ تام تھی کہ آپ ﷺ نے نہ ان سے پہلے کسی

---

[1] صحیح بخاری: 3818۔
[2] صحیح مسلم: 2430۔
[3] فتح الباري لابن حجر: 7/ 168۔

عورت سے شادی کی اور نہ ہی ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح کر کے اسے ان کی سوتن بنایا اور نہ ہی ان کے جیتے جی کسی کنیز کو اپنی ہم خوابی کیلئے مقرر فرمایا اور جب وہ وفات پا گئیں تو ان کی وفات وفراق پر آپ ﷺ سخت حزین وملول اور غمناک ہوئے۔علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بڑی عقل وخرد کی مالک ،جلیل القدر،انتہائی دینداری،صاحب عفت وعصمت پاکدامن وپاکباز،کریم النفس سخی وفیاض عورت اور خاتون جنت تھیں۔

(۲) ام المومنین عائشہ صدیقہ بنت صدیق:

نبی اکرم ﷺ کے حرم پاک کی پاکدامن وپارسا عورتوں میں سے ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی ہیں جو صدیق وتقویٰ کے ماحول سے معمور گھر دار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں پیدا ہوئی ،اس ایمانی فضاؤں سے معمور گھر میں پلیں بڑھیں اور پروان چڑھیں۔ان کی والدہ محترمہ نبی اکرم ﷺ کی صحابیہ تھیں۔ذات النطاقین (دو ناڑوں والی) کا لقب پانے والی بہن اسماء رضی اللہ عنہا بھی صحابیہ تھیں اور ان کے بھائی (عبدالرحمٰن ابی بکر رضی اللہ عنہما) بھی صحابی تھے اور ان کے والد گرامی نہ صرف صحابی بلکہ اس امت کے صدیق تھے۔ان کی نشو ونما ایک انتہائی علمی گھرانے میں ہوئی۔ان کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ قریش کے بہت بڑے علامہ شخص اور سب سے بڑے ماہر انسان تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے بڑی تیز عقل وذکاوت اور انتہائی مضبوط قوت حافظہ سے نواز رکھا تھا۔امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:''تمام لوگوں میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی قوت حافظہ ،تبحر علمی ،مضاحت وبلاغت اور عقل و دانش وارا کوئی نہ تھا۔وہ تمام عورتوں سے علم وحکمت میں فوقیت رکھتی تھیں انہیں فقہ دین میں گہرا فہم وفراست اور شعر میں قوی حافظہ عطا کیا گیا تھا اور علوم شریعت کا وہ سمندر تھیں۔علامہ ذہبی انکے بارے میں لکھتے ہیں:''وہ علی الاطلاق ساری امت کی عورتوں میں سے سب سے بڑی فقیہہ تھیں۔میں امت محمدیہ بلکہ مطلقا تمام عورتوں میں سے کسی کو ان سے زیادہ علم والی نہیں جانتا۔

درجہ فوقیت:

وہ اپنے فضائل ومناقب اور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حسن معاشرے کی بدولت تمام عورتوں پر فوقیت لے گئیں۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:وَإِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ۔

''عورتوں پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو وہی فضیلت حاصل ہے جو کہ ثرید (گوشت اور روٹی سے بنے کھانے کو دوسرے تمام کھانوں پر درجہ حاصل ہے''۔[1] (متفق علیہ)

محبوب ترین:

نبی اکرم ﷺ نے انہیں ٹوٹ کر چاہا اور آپ صرف اسی سے محبت فرمایا کرتے تھے جو طیب و پاکباز ہو۔

عَمْرِو بْنَ الْعَاصِ قَالَ: فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ: أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ، قُلْتُ: مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: أَبُوهَا

[1] صحیح بخاری:3411۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عائشہ سے'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: مردوں میں سے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کے والد (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے''۔[1] (صحیح بخاری)

لحاف میں نزولِ وحی:

نبی اکرم ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی تھی اور ان کے بستر والی لحاف کے سوا کسی دوسری بیوی کے لحاف میں ہونے کی ضرورت میں وحی نہیں اتری تھی۔ وہ انتہائی پاکدامن و پاکباز تھیں۔ اپنے رب کی بہت ہی عبادت گزار تھیں۔ وہ اپنے گھر سے صرف رات کے وقت ہی باہر نکلا کرتی تھی تاکہ غیر مرد انہیں دیکھ نہ سکیں وہ خود فرماتی ہیں: ''ہم صرف رات کو ہی باہر نکلا کرتی تھیں اور وہ اللہ کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے ایسا کرتی تھیں جس میں اس نے فرمایا ہے:

﴿وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی﴾

اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور جس طرح (پہلے) جاہلیت کے دنوں میں اظہار تجلی کرتی تھی اس طرح زینت نہ دکھلاتی پھرو''۔ (الاحزاب ۳۳:)

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں: ''شریعت کے مصادر ان نصوص سے بھرے پڑے ہیں جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ عورتوں کیلئے اپنے گھروں میں ٹکے رہنا اور باہر نکلنے سے رکے رہنا بہت ہی ضرورت ہے سوائے کسی خاص ضرورت کے۔ اور اگر کوئی ضرورت حاجت باہر نکلنے کی متقاضی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ سادہ اور ساتر لباس میں ہو اور دوسروں کیلئے جاذب نظر حالت اختیار نہ کرے۔

عفت و پاکدامنی کی شہادتِ الٰہی:

اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے ابتلاء و آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ آزمائش بھی اس شخص کے ایمان کے بقدر ہوتی ہے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بارہ سال کی عمر میں تہمت لگا دی گئی۔ وہ فرماتی ہیں: میں اتنا روئی کہ میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی رکتی ہی نہ تھی حتیٰ کہ میرے والدین یہ سمجھ بیٹھے کہ میرا یہ رونا میرے کلیجے کو پھاڑ کر رکھ دے گا۔ ان پر یہ آزمائش بہت ہی سخت گزری وہ بیان فرماتی ہیں کہ رو رو کر میری آنکھوں سے آنسوؤں کے سوتے سوکھ گئے اب ان میں بہنے کیلئے ایک قطرہ تک نہ بچا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کو انکے معاملہ میں غیرت آگئی اور اس نے انکی براءت اور انکی عفت و عصمت کی گواہی پر مبنی دس قرآنی آیات نازل فرما دیں جو کہ قیامت تک تلاوت کی جاتی رہیں گی۔ اسکے بعد انکا اسم گرامی مزید بلند ہو گیا اور انکی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہو گیا۔ انہوں نے اپنے عنفوانِ شباب میں ہی اللہ تعالیٰ سے اپنی عفت و عصمت اور پاکدامنی و پارسائی کی شہادت سن لی۔

ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی کہ وہ بہت ہی پاکباز ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ مغفرت و بخشش اور پاکیزہ رزق کا وعدہ فرمایا: وہ نبی اکرم ﷺ کی تیمارداری میں رات رات بھر جاگتیں انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا یہاں تک کہ

[1] صحیح بخاری:4358۔

انہی کے گھر میں نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی جبکہ وہ رات انہی کی باری کی رات تھی اور نبی ﷺ کا سر اقدس ان کے سینے پر تھا۔

(۳) ام المؤمنین حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا:

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ نے جس خاتون سے شادی کی وہ سلیم القلب خاتون حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا تھیں اور تقریباً تین سال صرف وہی اکیلی آپ کی زوجت میں رہیں۔ وہ بڑی ہی جلیل القدر اور شریف النفس تھیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے دل کی صفائی اور ضمیر کی پاکیزگی سے نواز رکھا تھا۔ انہوں نے اپنے رب کی رضاء کے حصول کی خاطر اور نبی اکرم ﷺ کے دلی میلان کی رعایت رکھتے ہوئے اپنی ہم خوابی کی باری ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی۔

(۴) ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا:

راتوں کو بکثرت قیام کرنے اور دنوں کو بکثرت روزے رکھنے والی ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاف رضی اللہ عنہا بھی آپ کی شریکۂ حیات تھیں انہوں نے نصرت دین اور اظہار حق میں ہمیشہ پیش پیش رہنے والے گھر میں پرورش پائی۔ ان کے خاندان کے سات افراد نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے صرف وہی میری مدّمقابل تھیں۔

(۵) ام المؤمنین حضرت زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا:

نبی اکرم ﷺ کے حرم میں داخلے کی سعادت کا شرف پانے والی ایک خاتوں ام المؤمنین حضرت زینت بنت خزیمہ الہلالیہ تھیں جو کہ اللہ کی راہ میں بکثرت خرچ کرنے والی، فیاض دل سخی اور خیر وبھلائی کے کاموں میں لپک لپک کر حصہ لینے والی تھیں۔ یہ خاتون صرف دو ہی ماہ نبی اکرم ﷺ کی شریکۂ حیات رہیں اور اس شرف کے ساتھ وفات پا گئیں۔

(۶) ام المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ہی اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والی اور اللہ سے اجر وثواب کی امیدیں وابستہ کرنے والی ایک خاتون ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما بھی تھیں۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے از روئے نسب بیویوں میں سب سے قریب ترین تھیں اور آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کو اتنا مہر بھی نہیں ملا تھا جتنا انہیں ملا اور ان میں سے کوئی دوسری ایسی نہیں تھیں کہ جن سے آپ نے شادی کی ہو اور وہ آپ ﷺ سے اتنی مسافت پر ہوں جتنی مسافت پر یہ تھیں۔ نبی ﷺ کے ان سے عقد کے وقت وہ اپنے دین کے تحفظ کی خاطر ہجرت کر کے حبشہ میں مقیم ہو چکی تھیں۔ انہیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حق مہر شاہ حبشہ (نجاشی) نے دیا تھا اور انہوں نے ہی انہیں تیار کر کے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔

(۷) ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا:

انتہائی صابر و شاکر دور حد درجہ حیاء دار خاتون ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا آپ کے حرم پاک کا ایک گوہر آبدار

تھیں۔وہ اولین مہاجرین میں سے تھیں۔انہوں نے جب اپنے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا ارادہ فرمایا تو ان کے خاندان وقبیلہ والوں نے ان کے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹے کے مابین باہم تفریق وعلیحدگی کردی۔وہ بیان فرماتی ہیں:''میں ہر روز صبح کے وقت وادیٔ ابطح (صفاومروی کی درمیان وادی) میں چلی جاتی اور شام ہونے تک روتی رہتی اور سلسلہ تقریباً ایک سال جاری رہا حتیٰ کہ میری حالت پر ترس کھا کر میری قوم وقبیلہ (مشرکین) نے میرا بیٹا مجھے لوٹا دیا۔ان کا اللہ کی ذات گرامی پر یقین بڑا ہی راسخ ومضبوط تھا۔ان کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔

حصول نعم البدل کا نبوی نسخہ:

انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس پہلے شوہر کا نعیم البدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنے کی صورت میں عطا فرمایا۔وہ فرماتی ہیں:مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُولُ مَا أَمَرَهُ اللهُ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا، إِلَّا أَخْلَفَ اللهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا، قَالَتْ: فَلَمَّا مَاتَ أَبُو سَلَمَةَ قُلْتُ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ مِنْ أَبِي سَلَمَةَ؟ أَوَّلُ بَيْتٍ هَاجَرَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ إِنِّي قُلْتُهَا، فَأَخْلَفَ اللهُ لِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جو مسلمان کسی بھی مصیبت کے آنے پر یہ دعاء کرے:(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، اللَّهُمَّ أْجُرْنِي فِي مُصِيبَتِي، وَأَخْلِفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا)''ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں بچا کر رکھنا اور میرے لئے اس سے بہتر چیز مقدر کرنا''۔

تو اللہ اسے اس مصیبت سے محفوظ رکھتا اور اس سے بہتر چیز اس کے مقدر میں کر دیتا ہے۔وہ فرماتی ہیں کہ جب (میرے خاوند) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہی دعاء (دل ہی دل میں) میں نے کہا کہ رب ابوسلمہ سے اچھا شوہر مسلمانوں میں سے کون ہوگا جبکہ انکا تو سب سے پہلا وہ گھر جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی تھی۔پھر بھی کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بدرجہا بہتر خاوند میرے مقدر میں کردیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے''۔[1] (صحیح مسلم)

مسلمانو! آپ بھی اس دعا کو مصائب کے مواقع کیلئے ذخیرہ بنالیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس چیز سے بہتر عطا فرمائے گا۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم مقدس میں آنے والی خوش نصیب خواتین میں سے ہی ایک ام المومنین ام المساکین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بھی ہیں جوکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔وہ حسب ونسب، عز وشرف اور حسن وجمال میں بینظیر وبے مثال تھیں۔ابونعیم رحمہ اللہ نے (حلیۃ الاولیاء میں لکھا ہے:''اور داعیہ وبڑی مبلغہ خشوع وخضووالی، اللہ کی قضاء تسلیم پر رضاء کا مظاہرہ کرنے والی خاتون تھیں''۔

[1] صحیح مسلم:918۔

آسمانی نکاح:

انکی شادی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ نے کی جیسا کہ قرآن کریم کی نص شاہد ہے اور اس نکاح پر کوئی دوسرا ولی وسرپرست اور گواہ بھی نہیں تھا چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا﴾

'پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (طلاق دے دی) تو ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا"۔ (الاحزاب:۳۷)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کا نکاح قیادت تک آنے والی مسلمان عورتوں کیلئے باعث برکت ہے کیونکہ ان سے شادی کے بعد ہی نبی اکرم ﷺ نے بنات حوّا (عورتوں) پر حجاب و پردہ واجب فرمادیا تھا تا کہ یہ عورت کی عزت شرف، عفت وعصمت اور صفائی وطہارت کا ضامن دہے۔

اپنے ہاتھوں سے کام کاج:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت ہی سخی وفیاض دل فقراء ومساکین کی مددگار اور بکثرت نیکی واحسان اور صدقہ خیرات کرنے والی خاتون تھیں ۔ایک عظیم مقام ومرتبہ کی مالک عالی نسب وشرف والی اور تمام تر شان وعظمت کے باوجود وہ اپنے کام کاج خود اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں ۔وہ چمڑے کو دباغت دیتیں (انگیتں) جوتا گانٹھ لیتیں اور موتی پروتیں اور اپنے ہاتھوں کی کمائی سے اللہ کی راہ میں صدقہ کیا کرتی تھیں ۔ان کے بارے میں (ان کی سوتن) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں نے ان سے زیادہ دیندار، ان سے بڑھ کر متقی و پرہیزگار۔ان سے زیادہ وہ صادق الکلام وصدق گو، ان سے بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والی اور ان سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی دوسری کوئی عورت نہیں دیکھا۔

ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا: نبی اکرم ﷺ کے حرم سرا میں میں داخلے کا شرف پانے والی ایک خاتون ام المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بھی ہیں وہ قبیلہ بنو مصطلق سے تھیں اور ان کے والد اپنے قبیلے کے مقبول ومحبوب سردار تھے اور پوری قوم وقبیلہ ان کے اطاعت گزار تھے۔وہ خود اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کیلئے بڑی ہی بابرکت ثابت ہوئیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں: ''میں نے کوئی عورت نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ اپنی قوم کے لئے برکت والی ہو''۔وہ اپنے رب کی بکثرت عبادت کرنے والی اپنے مولائے کریم کے سامنے طویل قیام کرنے والی، خاکسار واطاعت گزار تھیں۔وہ فجر کی نماز ادا کر کے اپنے مصلّا پر بیٹھی ذکر الٰہی میں مشغول رہتی حتیٰ کہ دوپہر ہو جاتی۔

عَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ ، وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ، ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضْحَى وَهِيَ جَالِسَةٌ فَقَالَ: مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا؟ قَالَتْ: نَعَمْ۔

وہ خود فرماتی ہیں: 'ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے پاس صبح کے وقت تشریف لائے جبکہ میں ذکر وتسبیح میں مصروف تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنے کسی کام سے باہر تشریف لے گئے اور پھر تقریباً دوپہر کے وقت تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''کیا تم تب سے

اب تک اس طرح بیٹھی ذکر الٰہی میں مصروف ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں"۔[1] (صحیح مسلم)

(ا) اس حدیث میں آگے یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ: سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ۔

"میں نے تیرے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں۔ اگر تیرے آج کے تمام کلمات کے ساتھ ان کا وزن کیا جائے تو یہ سب سے بھاری ہونگے۔

اور وہ کلمات یہ ہیں: (سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ، عَدَدَ خَلْقِهِ، وَرِضَا نَفْسِهِ، وَزِنَةَ عَرْشِهِ، وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ) (مسلم)

ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیّی:

حرم نبوی کے پاکباز افراد میں سے ہی ام المومنین بنت حیی بنا خطب رضی اللہ عنہا بھی ہیں جو کہ انتہائی وجیہ و بارعب شخصیت کی مالک تھیں ،ان کا سلسلۂ نسب حضرت ہارون علیہ السلام سے جا ملتا ہے

وہ انتہائی شریف النفس، صاحب عقل و دانش، عظیم مقام و مرتبہ کی مالک، بہت ہی دیندار محتمل مزاج و بردبار حلیم الطعو رحد درجہ باوقار خاتون تھیں۔ انہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: وَإِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ، وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ، وَإِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ۔

'تم ایک نبی (یعنی حضرت ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہو، تمہارے چچا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) بھی نبی تھے اور تم ایک نبی حضرت محمد ﷺ) کی بیوی ہو"۔[2] (سنن ترمذی)

حضرت صفیہ سے شادی:

پر نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو جو ولیمہ کھلایا وہ گھی، پنیر اور کھجور پر مشتمل تھا اور وان کی شادی انتہائی کم خرچ والی اور انتہاء درجہ برکت والی تھی۔

ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

ایک چراغ خانۂ رسول ﷺ ام احضرت میمونہ بنت حارث الہلالیہ تھیں جو کہ صلہ رحمی میں دوسروں سے پیش پیش رہتی تھیں۔ وہ انتہائی عظیم عورتوں میں سے تھیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے دل کی صفائی ضمیر کی طہارت و پاکیزگی اور عبادت میں شغف واشتبز امجیں صفات سے نواز رکھا تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں:

"وہ ہم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی متقی و پرہیزگار اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں"۔

حیات جاوداں پانے والی خواتین سیرت کی چند جھلکیاں خواتین اسلام کیلئے مشعل راہ:

مسلمانو! اسلام میں حیات جاودان پانے والی خواتین امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا کے یہ مختصر سوانح عمری اور سیرت پاک کی چند جھلکیاں

---

[1]) صحیح مسلم:2726۔

[2]) ترمذی:3894۔

ہیں۔ان کے مناقب انتہائی روشن ہیں انہوں نے اپنے آپ میں بیشمار فضائل ومحاسن کو یکجا کرلیا ہوا تھا۔آج کی مسلمان عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ انہیں اپنے لیئے زندگی کا نمونہ اور مشعل راہ بنائیں،ان کے مآثر ومحاسن کے چشمے سے سیرابی حاصل کریں اور دین واخلاق،اللہ کو اپنے اعمال کا دیکھنے اور نگرانی کرنے والا ماننے اور اللہ ورسول ﷺ کی مکمل اتباع و پیروی کرنے میں انامہات المؤمنین رضی اللہ عنہما کو اپنا مقتدیٰ وپیشوا بنائیں۔ایسے ہی عبادت میں شغف و التزام،بکثرت اطاعت اور نیکی،گفتگو میں صدق وسچائی،زبان کی حفاظت،فقراء مساکین پر خرچ کرنے ضعیفوں کمزوروں کی مشکلات حل کرنے،اولاد کی اصلاح میں کوشاں رہنے،ان کی کجی کو دور کرنے پر صبر وہمت سے کام لینے،علم کے قلعے میں پناہ حاصل کرنے،علماء راسخین سے سوال کرنے،حجاب و پردے کا التزام واہتمام کرنے،عفت وپاکیزگی کا خاص خیال رکھنے،اپنے گھروں میں ٹکی رہنے اور بوقت ضرورت باہر نکلنے پر پردے کا مکمل اہتمام کرنے میں انہیں اپنا رہبر ورہنما بنیں اس طرح شکوک وشبہات سے دور رہنے،شہوتوں کی تسکین سے اجتناب کرنے،لمبی لمبی امیدیں وابستہ کرکے بیٹھے رہنے سے باز آجائے۔زندگی میں غفلت شعاری نہ کرے،محض ظاہری حالت کا اہتمام نہ کرے بلکہ باطنی حالت کے بگاڑ پر توجہ دینے کہ سلسلہ میں بھی انکی زندگیوں سے درس حاصل کریں۔حرام چیزوں پر نگاہوں کو بلا رقیب وحسیب نہ چھوڑ دینے اور غیر مردوں کے ساتھ نرم وباریک مصنوعی آواز و انداز سے گفتگو نہ کرنے میں بھی انہیں اپنا نمونہ مانیں۔

شیطانی پروپیگنڈا:

آج بے پردگی اور مردوزن کے کھلے وبے حجاب میل جول کی دعوت دینے اور اس اخلاق باختگی کا پرچار کرنے والوں کے شیطانی پروپیگنڈے سے بچ کر رہیں۔عورت کی سربلندی اور اسکی عزت وشرف اسکے دین وحجاب میں ہے ارشادِ الٰہی ہے:﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

”اے نبی!اپنی بیویوں بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ وہ باہر نکلیں تو اپنے اوپر بڑی چادر ڈال لیا کریں۔یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی نہیں ایذاء نہ دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے“۔ (الاحزاب:۵۹)

ایمانات سے خالی ایمان سے معمور:

نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ نے آپ کے ساتھ انتہائی سادہ ومتواضع ایسے کمروں پر مشتمل گھر میں زندگی گزاری جو کہ اینٹوں اور کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے تھے لیکن اس سے انکار ممکن ہی نہیں کہ وہ کمرے ایمان وتقویٰ سے سراسر بھرے ہوئے تھے۔انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فقر وتنگدستی اور بھوک میں صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا۔ان پر پورا مہینہ اور کبھی دو دو ماہ گزر جاتے اور انکے گھروں میں ایک دانہ کھجور کے سوا کچھ نہ ہوتا اور کبھی کبھی طویل عرصہ گزر جاتا کہ گھر میں پانی کے سوا کھانے پینے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔انہوں نے انتہائی قناعت شعاری اور اللہ کے وعدوں پر ہی زندگیاں بسر کر دیں وہ وعدے جنکے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى﴾

’اور آخرت آپ کیلئے اس پہلی (زندگی) سے بہتر ہے“۔(الضحیٰ:۴)

انہیں اللہ تعالیٰ دوگنا زیادہ اجر وثواب عطا کرے گا ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾

''اور جو تم میں سے اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی اسے ہم دوگنا ثواب دینگے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے''۔ (الاحزاب: ۳۱)

بیوہ و عمر رشیدہ خواتین:

ان میں سے بعض وہ تھیں جن سے نبی اکرم ﷺ نے اس وقت شادی کی جبکہ ان کی عمریں چالیس سال سے لیکر ساٹھ سال کے مابین تھیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے بیواؤں اور ان کے یتیم بچوں کی کفالت و دیکھ بھال کی ذمہ داری نبھائی۔ آپ ﷺ نے جب حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی اور ان کے پاس ان کے پہلے شوہر سے تین بچے تھے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے اس وقت تک ان سے پہلے دوسری کوئی نہیں کی تھی بلکہ کنوارے تھے جب حضرت زینب بنت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم ﷺ کی شادی ہوئی اس وقت وہ بیوہ تھیں اور ان کی عمر ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ جب آپ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کے چھ بچے تھے۔ جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اس وقت وہ بھی بیوہ تھیں اور ان کی عمر پچپن سال تھی۔

نبی ﷺ نے اپنی قرابت دار عورتوں سے شادیاں کیں کوئی چچا کی بیٹی تھی تو کوئی پھوپھی کی۔ اس طرح آپ ﷺ نے بہت دور کے غیر رشتہ دار لوگوں سے بھی شادیاں کیں اور آپ ہر کسی کے ساتھ انتہائی رحم دل نیک، کریم اور حسن معاشرت والے شوہر ثابت ہوئے۔ ہمیشہ ہنستے کھیلتے رہے ان کے ساتھ انتہائی لطیف و محبت سے پیش آئے۔

جسے سعادت مطلوب ہو:

جسے سعادت وخوشحالی مطلوب ہو اسے چاہیئے کہ نبی خیر البشر ﷺ کو اپنا نمونہ بنالے اور ہر مسلمان عورت نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات وصالحات کے نقش قدم پر چلنے کو اپنالے عورت کو فوز و فلاح اور کامیابی صرف اسی صورت میں مل سکتی ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کی طرح شدوحجاب کی پابندی صلاح و نیکی کا رویہ تقویٰ و پرہیزگاری کی راہ اور شوہر و بال بچوں کے ساتھ خلوص و وفا اور نیکی احسان کا عمل اپنالیں اور زندگی کے ہر معاملہ میں ان کے عمل و طریقہ کو اپنے لئے مشعل راہ بنالیں۔

سدّ ذرائع کا عظیم اسلامی قاعدہ دلائل اور مثالیں

امام وخطیب: شیخ صلاح البدیر
۱۴۲۶/۵/۳ھ، ۲۰۰۵/۶/۱۰ء

مسلمانو! اس اللہ سے ڈرتے رہا کریں جس سے اغراض ومقاصد اور دلوں کی مخفی اور بھید کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے اور نہ ہی مافی الضمیر اور خطائیں ہی پوشیدہ ہیں۔ بھید اس کے سامنے آشکارا ہیں اور پوشیدہ اس کے لئے علانیہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

"اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ (اللہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے"۔ (الحدید: ۴)

قواعد وضوابط دین:

مسلمانو! دین کے بقدر احاطہ قواعد اور امت جس قدر ان عمل پرا ہو گی اسی قدر وہ مشکل مقامات سے نجات پائے گی۔ ان معتبر قواعد۔ مقرر، اصولوں اور طے شدہ ضوابط وبنیادوں میں سے ہی ایک "افعال واعمال کے نتائج وانجام کا اعتبار" بھی ہے۔ کوئی فعل کن نتائج کا پیش خیمہ ہوسکتا ہے ان پر نظر ڈالنے سے اس فعل کی شرعی حیثیت وحکم معلوم کیا جاسکتا ہے اور اس سے اس کا وصف جائز وناجائز طے کرنا آسان ہو جاتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی فعل اصلاً مباح ہو لیکن اس کے سرانجام دینے پر رونما ہونے والے فاسد و برے نتائج کی وجہ سے اس سے منع کر دیا جاتا ہے۔

برے نتائج والا فعل ممنوع:

ہر وہ مشروع ومباح کام جسکے نتائج برے اور غیر مشروع رونما ہوتے ہیں، اس کام کو شریعت اسلامیہ میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اور ہر وہ فعل جو کہ فی نفسہٖ تو جائز ہے لیکن اس کے بتائج واثرات وبڑے ہی ناجائز رونما ہوتے ہیں تو اس فعل کو بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ ایسے ہی کوئی بھی وسیلہ وذریعہ جو فی ذاتہٖ تو کسی مباح کام کیلئے وضع کیا گیا ہے لیکن اب اس سے کسی غرض فاسد کے حصول کا ارادہ ہو یا پھر وہ ذریعہ وضع تو مباح امر کیلئے کیا گیا تھا اور اس وقت بھی ارادہ کسی فاسد غرض کا نہیں لیکن اسے فائدے کی نسبت فساد وبگاڑ کا احتمال زیادہ ہو تو شریعت ایسے کام سے منع کرتی اور اس سے اوک دیتی ہے۔

نااہل کی فتویٰ بازی:

ہر وہ شخص جو فتویٰ بازی شروع کر دے اور اس اصل عظیم کی معرفت ودرایت اور قابلیت واہلیت نہ ہونے کے باوجود اس کام میں ہاتھ ڈال دے تو وہ بڑے بڑے ناروا افعال کا ارتکاب کرے گا اور مصائب ومشکلات پیدا کرے گا شاذ وغریت آراء کی شکل میں فتوے صادر کرے گا۔ یہی ہر اس شخص کا انجام ہے جو حصول علم کے بغیر اور اپنی جڑوں کو مضبوط کئے بغیر ہی فتوے داغنا شروع کر دے۔

قاعدہ سدِّ باب:

جوشخص شریعت اسلام کے مصادر وسرچشموں کا خوب استقراء واحاطے کرلے وہ اس معنیٰ اصول کے معتبر ہونے کے کئی شواہد پالے گا اور اسے اس پر کئی عظیم احکام مرتب ہوتے مل جائیں گے اور سب سے عظیم غرض وغایت اور سب سے بڑے ہدف ومقصد یہ ہے کہ ہر امر اس دور وازے یا راستے کو بند کر دیا جائے جو شریعت کے قواعد اور اس کے احکام کو توڑنے کا باعث بنتا ہو اور اس کے نتیجہ میں شرّ وفساد اور مشکلات کے دروازے کھلتے ہوں اگرچہ اس امر کی اصل جائز ہی کیوں نہ ہو۔

تنظیمی حدود وقیود:

جوشخص اس اصول وقاعدہ کو رد کردے اس پر لازم آتا ہے کہ وہ تمام تنظیمی حدود وقیود اور مصلحتوں کیلئے بنائے گئے لوازم کو بھی ردّ کردے جو کہ لوگوں کی دنیوی زندگی کو نظم وضبط میں لاتے ہیں اور اگر وہ حدود ولوازم کو نہ ہوں تو زندگی لامتناہی دلامحدود انتشار وانارکیا ورلا قانونیت بن کر رہ جائے اور ایسی شقاوت و بدحالی چھا جائے کہ جسکا دور کرنا ناممکن ہو۔ باوجود یکہ وہ حدود وقیرد اورلوازم اس بات پر قائم ہیں کہ وہ اس اصلاً مباح چیز کی قیدوحد بندی کریں اور اس شرعاً جائز چیز کو ممنوع کریں جس کے نتائج واثرات میں مختلف مفاسد واضرار پائے جاتے ہیں

مبنی بر احتیاط کا اختیار اور فاسد انجام کا ترک کرنا:

مسلمانو! شریعت اسلامیہ پوری احتیاط پر مبنی امر کو اختیار کرنے پر قائم ہے اور ہر اس امر سے احتراز واحتیاط کا حکم دیتی ہے جو کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں قیدوفساد بدنظمی وانتظامی خلل اور حالات کی ابتری وانتشار کا سبب بن سکتا ہے،

(۱) معبودان باطلہ کو گالی نہ دینا:

چنانچہ اسی قاعدے کا پتہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

”تم انہیں گالی نہ دو جنہیں یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں کہ یہ بھی کہیں اللہ کو دشمنی میں آ کر (بے ادبی سے) بلاسمجھے برا نہ کہہ بیٹھیں“۔

(الانعام:۱۰۸)

اس آیت اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے معبودان باطلہ کو بھی برا بھلا کہنے اور گالی دینے سے منع فرمادیا اگرچہ اصلاً وہ جائز تھا اور منع اسلئے فرمادیا تا کہ وہ کہیں مشرکین کے ہاتھ بہانا نہ آجائے اور وہ معبود حقیقی رب کائنات کے خلاف بدزبانی نہ کرنے لگیں۔اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جائز فعل کے نتائج دین میں نقصان دہ نظر آرہے ہوں تو اس جائز سے بھی منع کردیا جائے گا۔

(۲) پیشاب سے نہ روکنا:

أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامُوا إِلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تُزْرِمُوهُ، ثُمَّ دَعَا بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَصُبَّ عَلَيْهِ

ایک اعرابی (بدو) نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا لوگ اس پر بھڑک اٹھے اور اسے روکنے لگے ۔نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "لوگوں چھوڑ دو اُسکا پیشاب مت روکو"۔لوگوں نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے پیشاب کرلیا۔جب وہ پیشاب سے فارغ ہو چکا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اسکے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہادو اور وہ بہادیا گیا"۔[۱] (متفق علیہ)

نبی ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کام سے روک دیا جوکہ اصلاً تو جائز وروا تھا لیکن اسے سرانجام نہ دینے میں ایک بہت ہی بڑا فائدہ اور راجح مصلحت تھی اور مصلحت یہ تھی کہ دو مفاسد میں سے آسان کو برداشت کر کے بڑے کو دفع کیا جائے اور دو مصلحتوں میں سے چھوٹی کو چھوڑ کر بڑی کو حاصل کیا جائے۔

(۳) منافق کو قتل نہ کرنا:

اسی طرح جب حضرت عمر فاروقؓ نے طلب فرمایا کہ مجھے اجازت دیں کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ربّی بن سلول کو قتل کر دوں جبکہ اسکا نفاق کھل کر سامنے بھی آچکا تھا لیکن نبی اکرم ﷺ اس سے رک گئے اور ارشادفرمایا: لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ ۔

میں نہیں چاہتا کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کر رہے ہیں"۔[۲] (متفق علیہ)

(۵) حطیم کو شامل کعبہ نہ کرنا:

ایسے ہی نبی اکرم ﷺ نے بیت اللہ شریف کو حضرت ابراھیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر فرمانے کا ارادہ بدل دیا اور اس سے رک گئے مگر ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا: لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُو عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ أَوْ قَالَ: بِكُفْرٍ لَأَنْفَقْتُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ فِي سَبِيلِ اللهِ، وَلَجَعَلْتُ بَابَهَا بِالْأَرْضِ، وَلَأَدْخَلْتُ فِيهَا مِنَ الْحِجْرِ ۔

"اگر تمہاری قوم کے لوگ قبلہ شریف کے ساتھ نئے نئے تعلق والے (نو واردان اسلام) نہ ہوتے تو میں کعبہ شریف میں پڑے خزانے کو اللہ کی راہ خرچ کر کے بیت اللہ کا دروازہ زمین پر بنا دیتا اور حجر (نیم دائرہ) اس بیت اللہ شریف میں شامل کر دیتا"۔[۳] (صحیح مسلم)

(۵) غیر قادر کا بوس وکنار نہ کرنا:

روزہ دار اگر اپنے نفس وشہوت پر قابو نہ رکھنے والا ہو تو اسے اپنی بیوی سے روزے کی حالت میں محض مباشرت کرنے (بغل گیر ہو اور بوس کنار کرنے سے بھی روک دیا گیا کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شہوت و جذبات سے مغلوب ہو کر کہیں وہ اپنا روزہ توڑ نہ بیٹھے ۔امام ترمذی لکھتے ہیں:

وَرَأَوْا أَنَّ لِلصَّائِمِ إِذَا مَلَكَ نَفْسَهُ أَنْ يُقَبِّلَ، وَإِذَا لَمْ يَأْمَنْ عَلَى نَفْسِهِ تَرَكَ الْقُبْلَةَ لِيَسْلَمَ لَهُ صَوْمُهُ ۔

"بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی روزے دار کو اپنے نفس وشہوت پر پوری طرح قابو ہو تو وہ بوس کنار کر لے ورنہ اس کا روزہ سلامت

---

[۱] صحیح بخاری:6025۔
[۲] صحیح بخاری:4907۔
[۳] صحیح مسلم:1333۔

نہیں رہے گا"۔[1]

(٦) بلا حائل حائضہ سے مباشرت نہ کرنا:

کسی حائل کپڑے وغیرہ کے بغیر حائضہ عورت سے مباشرت کرنے کو نہیں دی گئی تا کہ بلا حائل مباشرت کے نتیجہ میں وہ کہیں حرام فعل (بوقت حیض جماع کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔

(٧) عورت کا زمین پر زور سے پاؤں نہ مارنا:

یہ سب امور سدّ ذرائع یا سدّ اللباب کے قاعدہ پر چلتے ہوئے ہیں اور ان میں افعال کے نتائج پر نظر رکھی گئی ہے، اور قاعدہ کے دلائل میں سے ہی ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾

"اور اپنے پاؤں (ایسے طور سے زمین پر) نہ ماریں (کہ جھنکار کی آواز دوسروں کے کانوں تک پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے"۔(النور:٣١)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو زور سے زمین پر پاؤں سے منع فرمادیا ہے اگرچہ یہ فعل فی نفسہ جائز ہے لیکن اس سے منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انکا ایسا کرنا کہیں مردوں کے کانوں تک ان کے زیور کی جھنکار نہ پہنچا دے اور اس کے نتیجہ میں ان میں شہوت کا داعیہ نہ پیدا ہو اور طمع ان میں رغبت نہ کرنے لگیں۔

(٨) عورت کا مسجد جاتے وقت خوشبو نہ لگانا:

عورت کو مسجد کی طرف جاتے وقت عطر یا ب یا بخور وغیرہ کی خوشبو استعمال کرنے سے منع فرمادیا جبکہ اصلاً عورت کا خوشبو لگانا جائز ہے اور یہ ممانعت اسلئے ہے کہ وہ مردوں کے مشام تک جائے گی اور انکے دلوں میں اس عورت کی طرف میلان پیدا کرے گی کیونکہ عورت کی خوشبو کا پھیلنا اور اس کا اپنے محاسن کو ظاہر کرنا اس کا اپنی طرف دعوت دینے کے مترادف ہے۔

(٩) عورت کا بول کر لقمہ نہ دینا:

نبیّ اسلام ﷺ نے عورت کو حکم دیا ہے کہ وہ سیدھی سادی حالت اور سادہ لباس میں گھر سے باہر نکلنے اور اس نے اس وقت خوشبو نہ لگائی ہوئی ہو اور نماز میں وہ مردوں کی صفوں کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر امام کسی بھول چوک میں مبتلا ہو تو وہ آواز سے تسبیح کہہ کر اسے لقمہ نہ دے بلکہ محض اپنے ایک ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مار کر نیم تالی نما آواز کے ساتھ امام کو متنبہ کرے اور یہ سب ذریعۂ فساد وفتنہ کے خاتمہ، شرّ کا دروازہ بند کرنے اور مفاسد سے اسے محفوظ کیلئے ہے۔

موجب فساد غیر مباح:

ہر وہ فعل جو یقینی طور پر عورت کے بگاڑ کا سبب بننے والا ہو، اس کے ضیاع کا موجب ہو اور آوارہ لوگوں سے متعارف کروانے کا ذریعہ ہو، اس

[1] ترمذی:727۔

کے لئے شرّ کے وقوع کو آسان کرنے والا ہو اور اس پر دراز دستی وزیادتی کے حصول میں سہولت پیدا کرنے والا ہو۔اس کام سے اباحت و جواز کا حکم اور اس کا نام تک چھین لینا واجب ہے اگر چہ وہ کام اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا نتیجہ یقینی طور پر حرام کی شکل میں سامنے آنے والا ہے۔

اسباب مقاصد کا ایک حکم:

جس چیز کی وجہ سے اس وقت تک حرام سے خلاصی ممکن نہ ہو جب تک کہ اس سے اجتناب نہ کیا جائے اس چیز کا ارتکاب حرام ہے۔اسباب وطریقے اپنے مقاصد کے تابع ہوتے ہیں اور حرام تک پہنچانے والے وسائل اور گناہ بھی اس کے حکم میں آتے ہیں کیونکہ وہ اس کی غایت ومقصد تک پہنچاتے ہیں۔اس طرح مقصود ومطلوب کا وسیلہ و ذریعہ بھی اس کے تابع ہی ہوتا ہے اور وہ دونوں ہی مقصود کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ممنوع چیز کا وسیلہ و ذرایعہ بھی ممنوع اور اس کے تابع ہی ہوتا ہے اور وہ دونوں کے ممنوع کے ضمن میں آتے ہیں۔وہ وسائل و ذرائع جو کہ یقینی طور پر حرام تک پہنچانے کا سبب بنتے ہیں انہیں مباح وروا قرار دینا اسلام کے قانون تحریم کو توڑے اور احکام شریعت کو مقید کرنے کے مترادف ہے۔

دھوکہ باز وحیلہ سازی پر نکیر و وعید:

دھوکے باز اور حیلہ ساز لوگ ان امور پر شرنکیہ کرتے ہیں حرام ہونے کے بارے میں کوئی صریح واضع نص وارد نہ ہوئی ہو اگر چہ قطعی بات ہے کہ امور بہت بڑے شرّ تک پہنچاتے اور مفاسد ومضّرات تک لے جاتے ہیں وہ لوگ حیلہ سازی سے کام لیتے ہوئے اور دھوکہ دہی کا شغل اپناتے ہوئے لوگوں کو اسکی طرف دعوت دیتے ہیں اور اسے ہی کسی ممنوع فعل کے ارتکاب کا وسیلہ بنا لیتے ہیں اور یقینی طور پر ماموروواجب امر کو سقط کر دیتے ہیں۔

امام محمد بن حسن کہتے ہیں: ''یہ بات مسلمانوں کے افلاق وعادات میں سے نہیں کہ وہ ابطاق حق تک پہنچانے والے حیلوں بہانوں کے بل بو تے پر اللہ تعالیٰ کے احکام سے راہ فرار اختیار کریں''۔

خود رسول ہدایت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: لا ترتکبوا ما ارتکبتِ الیھودُ وتَستَحلُّوا محارمَ اللہِ بأدنَی الحِیَل

''تم ان افعال کا ارتکاب نہ کرو جنکا ارتکاب یہودیوں نے کیا کہ معمولی حیلوں بہانوں سے اللہ کے حرام کردہ امور کو حلال کرنے لگو۔''[1] (ابن بطہ 'امام ابن کثیر نے اسکی سند کو جید کہا ہے)

اس حدیث میں امتِ محمدیہ علی صاحب الصلوٰۃ والسلام کیلئے سخت وعید وممانعت آئی ہے کہ وہ حیلوں بہانوں سے اللہ کی حرمتوں کو پامال کریں اور حدود سے تجاوز کریں

---

[1]) إغاثۃ اللھفان: 1/ 513۔

حرمت تاویل وتحریف:

مسلمانو! شریعت پر اس کام سے منع کرتی ہے جو حرام تک پہنچانے والا ہو۔ یہی معاملہ قولی امور کا ہے کہ یہ وہ تاویل وتحریف بھی حرام ہے جسے کوئی محض اسلئے اختیار کرتا ہے کہ وہ اسکے ذریعے کتاب وسنت کی نصوص کو رد کرے، انکی ناقدری وتوہین کرے انہیں کمزور کردے اور باطل مناظرے بازی وکٹ حجتی اور فاجرانہ فکاری کے ذریعے ان نصوص کی دلالت کے بارے میں لوگوں میں تشکیک پیدا کرے اور وہ یہ سب کچھ اسلئے کرے کہ کسی واضح ممنوع فعل و چیز کو مباح قرار دے عام لوگوں کو نافرمانی پر چلاتے رکسائے اور امت کے تمسک دِین اسلام کو کمزور کرے۔

امور حلال وحرام میں دخل اندازی:

مسلمانو! سب سے مہلک وخطرناک مصیبت جس میں عوام الناس کی غالب اکثریت مبتلا ہو چکی ہے وہ ہے ان کا حلال وحرام کے امور ومعاملات میں محض اپنی آراء اور خواہشات نفس کی پیروی کرتے ہوئے دخل اندازی کرنا نتیجہ یہ کہ اب حلال وحرام اس دخل درمعقولات کی وجہ سے عام فقہی مسائل اور ہنگامی امور بن گئے ہیں جن میں ہر کوئی بھانت بھانت کی بولیاں بولے چلا جارہا ہے جرائد ومجلات میں لکھ رہا ہے اور کلبوں یا بیٹھنے کے دیگر مقامات پر یہ امور حلال وحرام زیر بحث لائے جارہے ہیں حتیٰ کہ ہر جاہل ولا علم شخص بھی ان امور میں دخل اندازی کررہا ہے اور ہر کس ناکس اک بحث میں حصہ ڈال رہا ہے اور گھٹیا و کمینے لوگ بھی مسائل و احکام حلال وحرام میں فتوے دے رہے ہیں اور غالب اکثر جوکی رائے وعمل کو ہی مناسب ترین سمجھ کر اسے ہی جواز کی سند مہیا کرنے کے فیصلے صادر کررہے ہیں جبکہ ان کا یہ فعل سراسر اللہ پر جھوٹ باندھنے، علماء امت سے پیش قدمی کرنے اور دین میں جسارت ووفال اندازی کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک جلا دینے والا شرّ، مہلک مصیبت اور ہلاکت خیز راستہ ہے امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم میری زبان کاٹ دی تو یہ میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میں کسی ایسے موضوع پر گفتگو جسکے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے"۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بعض ایسے کسی مسئلہ کے بارے میں اس وقت تک جواب نہ دیتا جب تک کہ وہ اپنے ساتھیوں کی رائے نہ پوچھ لیتا جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رائے کی درستگی، توفیق الٰہی اور طہارت و پاکیزگی دیئے گئے تھے۔ ان کے مقابلے میں ہماری حیثیت ہی کیا ہے جنہیں خطاؤں نے ڈھانپ رکھا ہے اور جنکے دلوں پر گناہوں کی دبیز تہیں جم چکی ہیں۔

اصلاح وخیرخواہی کے بھیس ولبادے میں منافقین:

مسلمانو! آج جبکہ اصلاح کا لبادہ اوڑھے بعض دھوکے باز سامنے آچکے ہیں، خیرخواہی وشفقت کے بھیس میں منافق لوگ میدان میں اتراتے ہیں، غیرت ومحبت کا لباس زیب تن کئے حیلے ساز و بہانے باز لوگوں کا ظہور ہو چکا ہے جنہوں نے اپنی چکنی چڑی باتوں کا جال لیکر لوگوں اور خصوصاً ضعیف الرائے افراد کو خطرناک مواقع سے شکار کرنا شروع کر رکھا ہے اور قلیل الموفت وکم علم لوگوں کو وہ مفادات ونقصانات کے جھانسے میں پھانسی لیتے ہیں۔ وہ حق کے روز روشن کی طرح واضح ہوجانے اور آج کے دور میں اس کی صداقت کے دلائل نمایاں

ہو جانے کے باوجود بھی حق کے بارے میں جدال وجھگڑا اور مناظرہ بازی کرتے ہیں اس دور میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ان خبیث لوگوں سے مکمل احتیاط کرے اور خبردار رہے، فاسد اغراض گمراہ کن خواہشات اور دروغ رو لوگوں سے بچ کر رہے، جنہوں نے ایک دوسرے کو اپنے باطل ہر قائم اپنے کی وصیت اور اپنے دینے مکروفریب پر جمے رہنے کا عہد کر رکھا ہے۔

علماء کی طرف رجوع:

جب کسی مسئلہ میں شک وشبہ ہو جائے آراء میں اختلاف رونما ہو تو ایسے میں علماء امت اور کبار مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ ان کی طرف رجوع کرنے میں ہی ان اہل باطل کے جال میں پھنسنے سے بچاؤ اور ان اہل فساد کی تحریف سے بچے نکلنے کی پر امن راہ ہے۔

علماء ہی فقہ الموازنات کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور وہی مشتبہ امور میں فیصلہ دینے پر سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں۔ان کے اجتہادات کو ترک کرنا باعث ہلاکت ہے اور انہی کے ہمرکاب رہنے کے التزام و پابندی میں ہی کامیابی ونجات ہے۔

عنِ ابنِ مسعودٍ قال: لا يزالُ النَّاسُ صالحين متماسكينَ ما أتاهم العلمُ من أصحابِ محمَّدٍ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم ومن أكابرِهم، فإذا أتاهم من أصاغرِهم هلَكوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 'لوگ اسوقت تک ہمیشہ نیک ومحفوظ رہیں گے جب تک انہیں نبی ﷺ کے صحابہ اور ان کے اپنے کبار اہل علم کی طرف سے علم آتا رہا اور وہ اسے اپنائے گئے اور جب ان کے چھوٹے لوگوں کی طرف سے علم وفتویٰ کا دروازہ کھل گیا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے۔'[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو ہلاکت کے اسباب سے محفوظ رکھے اور اپنے فضل وکرم سے ہماری حفاظت فرمائے اور تادم ہمیں اپنے دین پر ثابت قدم رکھے۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اسے اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کا نگران تسلیم کریں اس کی اطاعت وفرمانبرداری کریں اس کی نافرمانی سے باز رہیں۔ارشاد الٰہی ہے:﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے ہو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو۔(التوبہ:۱۱۹)

اہلِ تقویٰ:

مسلمانو! ہر وہ کام جسکے انجام ڈر ہو اسکے برے نتائج کا خترہ ہو ان سے گریز و بچاؤ اور پرہیز دار اجتناب ہی اہل تقویٰ کا طریق ہے چنانچہ حضرت عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ حَذَرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ۔

''اس وقت تک بندہ متقین کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا جب کہ وہ ان چیزوں کو بھی نہ چھوڑ دے جن میں بظاہر کوئی حرج نہیں تاکہ وہ ان

[1] مجمع الزوائد: 1/140۔

چیزوں سے بچ جائے جن میں کہ حرج ہے"۔[1] (ترمذی،ابن ماجہ،مستدرک حاکم۔امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے مگر اس کی سند کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ان سے اختلاف کیا گیا ہے)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: "تقویٰ تب تک متقین کے پاس رہے گا جب تک وہ حلال اشیاء و امور میں سے بھی بکثرت کو محض اسلئے چھوڑتے رہیں گے کہ مبادا کہیں وہ حرام میں نہ مبتلا ہو جائیں"۔

مشتبہات سے اجتناب:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ۔

"حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے مابین کچھ مشتبہ امور چیزوں سے بچ گیا، اس نے اپنے دین و آبرو کو محفوظ کرلیا اور جو مشتبہات میں واقع ہوگیا وہ حرام میں واقع ہوگیا، اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو (بادشاہ کی) چیراگاہ کے ارد گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے قریبی ہے کہ اس کے جانور کبھی بھی اس چراگاہ میں چرنے جانکلیں گے خبردار رہو! جس طرح ہر بادشاہ کی مخصوص کردہ کوئی جگہ ہوتی ہے اس طرح اللہ تعالیٰ کی مخصوص کردہ چیز اس کے حرام کردہ امور ہیں"۔[2] (صحیحین وسنن اربعہ صحیح الجامع: ۳۱۹۳)

جس نے مشکوک گناہ کے ارتکاب کی جسارت کرلی وہ واضح گناہ میں بھی جانکے کا عاقل وہ نہیں جو خیر و شر کو جانتا ہو بلکہ عاقل وہ ہے جو دو خیروں میں سے بہترین اور دو شرّوں میں سے بدترین کو جانتا ہو۔

---

[1] ترمذی:2451۔

[2] صحیح مسلم:1599۔

اتباعِ سنت،علاجِ امراضِ امت اور راہِ اتباع میں حائل رکاوٹیں

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی
۱۰/۵/۱۴۲۶ھ،۱۷/۶/۲۰۰۵ء

نبیِّ رحمۃ للعالمین:

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور اس کی اتباع وفرمانبرداری رہا کریں۔اس کی اطاعت وفرمانبرداری آپ کیلئے دنیاوآخرت میں بھلائیوں سے ہمکنار کرے گی۔اللہ کے بندو! یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی آدم پر یہ بھی بڑا ہی فضل وکرم فرمایا ہے کہ سارے نبی آدم کے سردار حضرت محمد ﷺ کو ان کی طرف مبعوث فرمایا۔ارشاد الٰہی ہے:﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

”ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے“۔(الانبیاء:۱۰۷)

نبی اکرم ﷺ کی بعثت ورسالت کی وجہ سے مسلمان پر تو ایک خاص رحمت نازل کی گئی ہے کیونکہ وہ آپ پر ایمان لایا اور آپ کیا تباع کی اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ورسالت پر عمال پیرا ہوا جبکہ کافر بھی نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے عمومی طور رحمت للعالمین سے مستفید ہوتا ہے اور اسلام کی برکات سے فیضیاب ہوتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا اپنے دین وشریعت سے تمسک وتعلق اور اس کی تعلمات کا نفاذ ایسی چیز ہے کہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ کافروں کے شرّ کو کم کرتا ہے اور اہلِ فساد کے چشمہ ہائے فساد کے سوتے خشک کرتا ہے۔چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

”اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی وحملہ کرے) سے روکتا ہٹاتا نہ رہتا تو دنیا تباہ ہوجاتی لیکن اللہ دنیا والوں پر بڑا مہربان ہے“۔(البقرۃ:۲۵۱)

عظیم تفسیر سنت رسول ﷺ:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر عظیم ترین کتاب نازل فرمائی اور آپ ﷺ پر اس کتاب کی عظیم ترین تفسیر بھی نازل فرمائی جو کہ سنت رسول ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآنی وسنت دونوں کو تغیر وتبدّل اور تحریف سے محفوظ فرمایا اور انہیں فاسد آراء وباطل تاویلات سے بھی محفوظ رکھا اور نبی اکرم ﷺ کے ذریعے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو بہترین راہ کی طرف ہدایت فرمادی اور آپ کیلئے بہترین راستو اور آسان ترین مناہج کو آسان فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا ہے:﴿وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى﴾

”اور ہم آپ کو آسان طریقے کی توفیق دینگے“۔(الاعلیٰ:۸)

کامل وبہترین راہِ ہدایت:

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ. وَخَيْرُ الْهُدَى هُدَى مُحَمَّدٍ.وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا .وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

’بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت حضرت محمد ﷺ کا راستہ وطریقہ ہے اور بدترین امور (دین میں) نئی ایجادات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے“۔[۱] (صحیح مسلم)

نبی اکرم ﷺ نے تمام مقامات عبادات، مراتب دین، فضیلت والے اعمال، لائق تحسین خصال اور پسندیدہ اخلاق کا حق اور کر دیا اور ان سب کی غایت درجہ تک عملی مثالیں قائم فرمادیں۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی عبادت گزار شخص کیلئے بہترین قدوہ اور دعید و مبلّغ کیلئے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ ایک معلم و مدرس کیلئے اعلیٰ ترین مثال اور حاکم و سربراہ کیلئے بہترین اسوہ تھے۔ آپ ﷺ قائد و جرنیل کے ساتھ ہی ایک فوجی وسیاسی کیلئے بھی بہترین نمونہ تھے۔ آپ ﷺ شوہر اور والد کیلئے اسوۂ حسنہ تھے اس طرح نہ صرف لین دین کے معاملات میں بلکہ انسانی زندگی کے تمام حالات میں آپ ﷺ ایک بہترین نمونہ وآئیڈیل تھے اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے ہر اس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے“۔ (الاحزاب:۲۱)

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

”اور آپ عظیم اخلاق والے ہیں“۔ (القلم:۴)

سُئِلَتْ عائِشَةُ عن خُلُقِ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ، فقالَتْ: كان خُلُقُه القرآنَ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”نبی اکرم ﷺ کا اخلاق قرآن کریم کے عین مطابق تھا“۔[۲]

یعنی آپ قرآن کریم پر اپنے ہر چھوٹے بڑے معاملے میں عمل پیرا ہوا کرتے تھے اور قرآن جن اعمال کو سرانجام دیتے اور جن صفات کو اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے آپ ﷺ ان سب کو سرانجام دیتے اور ان سب سے متصف تھے اور قرآن کریم جن جن امور سے منع کرتا ہے ان سب سے کوسوں دور رہے تھے۔

صراطِ مستقیم کے سنگ میل:

نبی اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ صراط مستقیم و راہ ہدایت کے سنگ میل جن کی مسلمان اقتداء و پیروی کرتے ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں تمام فضیلت والے اعمال، بھلائیاں اور کمالات یکجا ہیں۔ جس نے سنت پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے تمام بھلائیاں جمع فرمادے گا اور جس نے سنت رسول ﷺ کو ترک کر دیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کر دیا جائے گا، جس نے بعض سنتوں کو چھوڑ دیا وہ اسی مقدار میں بھلائیوں سے محروم ہوا جس قدر اس نے سنت کو چھوڑا۔

---

[۱] صحیح مسلم:867۔
[۲] مسند احمد:25813۔

سنت کا مفہوم ومعنیٰ:

سنت نبوی کا یہ مقام ومرتبہ، پر فضیلت و برکت اور یہ اعلیٰ شرف ہے اور اب دیکھنا یہ ہے کہ سنت کا معنیٰ ومفہوم کیا ہے؟ اللہ والو! لغوی اعتبار سے سنت کا معنیٰ ہے چلتا راستہ اور اپنائی ہوئی عادت۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا﴾

”جو پیغمبر ہم نے آپ سے پہلے بھیجے تھے ان کے بارے میں ہمارا یہی طریق رہا ہے اور آپ ہمارے طریق میں تغیر وتبدیلی نہ پائیں گے“۔(بنی اسرائیل: ۷۷)

کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی اس شریعت پر سختی سے عمل پیرا ہوں جس پر خود آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدین وصحابہ رضی اللہ عنہم چلتے رہے، وہ اعتقادات سے متعلقہ ہو یا اعمال واقوال سے اس طرح نبی اکرم ﷺ کے اقوال واعمال اور آپ ﷺ کے برقرار رکھنے کئے افعال کو بھی سنت کہا جاتا اور مراد لیا جاتا ہے کیونکہ اعتقاد وعمل کی اصل بنیاد یہی ہے۔

زبوں حالیٔ امت کے اسباب:

اے مسلم امہ! آج مسلمان جس حالت کو پہنچ چکے اس پر ہر مومن کا دل حزن وملال میں مبتلاء اور غمزدہ ہے، آنکھیں اشکبار ہیں اور دل افسوس کر رہے ہیں آج دشمن ان پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ان دشمنوں نے مسلمانوں پر ہر اس پہلو سے حملہ کر دیا ہے جو مسلمانوں کو انکے خلاف غصہ ونفرت دلائے۔ ان کے حقوق کی ناقدری کی ہے اور ان پر چڑھ دوڑنے کی جسارت کی ہے ان کی اقدار کا استخفاف وتوہین کی ہے اور ظلم وسرکشی میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔

دوسری طرف خود مسلمانوں کا یہ عالم ہے کہ انہیں مذہبی تعصبات و دھڑے بندیوں، جاہلانہ قوم پرستی اور بدعات وخرافات نے تباہ کر رکھا ہے اور ایک دوسرے کے خلاف ہونے اور تفرقہ بازی کی وجہ سے ان کی طاقت کمزور پڑ چکی ہے، گمراہ کن خواہشات اور شہوت رانیوں نے انہیں ضعف میں مبتلا کر رکھا ہے اور یہ ضعف وانحطاط اور ذلت مسلمانوں کی قلّت کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ دنیا میں تمام ادیان سے افرادی قوت کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہیں۔ مسلمانوں کی مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے دین پر عمل کے بارے میں کوتاہی برت رہے ہیں اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ﴾

”اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدلنے کی کوشش نہ کریں۔(الرعد: ۱۱)

اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی اور اللہ کے سوا انکا کوئی مددگار نہیں ہوتا“۔

درماں اس درد کا:

آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں دشمنوں نے ان کے خلاف جو مکاریاں شروع کر رکھی ہیں ان پر جو طرح طرح کے مصائب ومشکلات اور بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ اس صورت حال نے ہمتوں کو بیدار کر دیا ہے اور سچی نصیحت وخیر خواہی کو واجب کر دیا ہے جو یہ ہے کہ اے

مسلمانو! اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ اپنے خالق ومالک کے حضور توبہ تائب ہو جاؤ، اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑ لو، اپنی کتاب قرآن کریم پر عمل پیرا ہو جاؤ اور اپنے نبی ﷺ کی سنت پر کاربند ہو جاؤ تو آپ کا رب آپ پر رحم وکرم کریگا آپ پر نازل ہونے والے مصائب ومشکلات کو زائل کردے گا۔

اتباعِ سنت:

مسلمانوں کے امراض کے کئی اسباب ہیں، ان کے انحطاط وزوال کے اسباب بکثرت ہیں۔ان پر نازل ہونے والے ومشکلات یکے بعد دیگر چلے ہی آرہے ہیں اور یہ سزائیں بڑھتی ہی جارہی ہیں اور حالت روز بروز خراب سے خراب تر ہوتی جارہی ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ بالآ خر اچھا انجام اور حسن عاقبت مسلمانوں ہی کا مقدر ہے۔

مسلمانوں کے امراض وبیماریوں کا علاج اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ وہ سنت رسول ﷺ کو اپنا لیں کیونکہ اتباع سنت رسول ﷺ اور سلف صالحین امت کے منہج کو اپنا لینا ہی تمام امراض کا علاج ،تمام مصائب کے زوال کا باعث اور خیرات وبرکات کے نزول کا سبب ہے۔سنت کو سختی کے ساتھ تھام لینے سے مراد یہ ہے کہ مکمل اتحاد واتفاق پیدا کریں، اپنے باہمی اختلافات کو ختم کریں، دلوں میں محبت ومودت پیدا کریں اور نیتوں کو متحد ومتفق اور خالص کریں۔سنت کو مضبوطی سے تھام لینا ہی حق کے دشمنوں، اہل گمراہی اور خواہشات نفس کے غلاموں پر فتح ونصرت کا موجب ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے: ''جس علاقے میں لوگ سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوں اور ان کی زندگی میں اتباع سنت کے انوار نمایاں طور پر نظر آرہے ہوں تو وہ قوم وملک اپنے دشمنوں پر فتح یاب وغالب ہوگا اور جس ملک میں انوار سنت بجھ جائیں اس پر دشمن غلبہ پالیتا ہے''۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " جُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي، وَجُعِلَ الذِّلَّةُ وَالصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ".

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہیں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''میرا رزق اللہ تعالی نے میرے نیزے کے سائے میں رکھا ہے اور جو شخص (وقوم) میرے احکام واوامر کی خلاف ورزی کرے ذلت ورسوائی اس کا مقدر ہوگی اور جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے شمار کیا جائے گا''۔[1]

ابوداؤد وترمذی میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ. فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هَذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ. فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ۔

''ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بڑا بلیغ وعظ فرمایا حتیٰ کہ لوگوں کے دل دہل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے

[1] ابوداود:4031۔

رسول ﷺ! یہ تو گویا الوداعی وعظ ہے۔ہمیں نصیحت فرمائیں۔نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور سمع وطاعت کی عادت اپنانے کی وصیت و تلقین کرتا ہوں اگرچہ تم پر کسی غلام کو ہی امیر کیوں نہ بنادیا جائے، تم میں سے جو شخص جئے گا وہ بکثرت اختلافات دیکھے گا۔تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے انہیں خوب مضبوطی سے اپنالو اور (دین میں) نئے ایجاد کردہ امور سے بچ کر رہو کیونکہ ہر بدعت (ایجاد نو) گمراہی ہے''۔[1] (ابوداؤد۔ترمذی)

ہر کسی کی ذمہ داری:

سنت نبوی کی طرف رجوع کرنے اور اسے اپنانے کی دعوت ہر مسلمان کیلئے ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اسے ادا کرے، ہر مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کو یہ دعوت دینی چاہئے کہ وہ سنت کو اپنانے کے سلسلہ میں پائی جانے والی کوتاہی کا ازالہ کرے۔سنت پر عمل پیرا ہونے میں جو تقصیر و کمی ہوئی ہے اس کا مداوا کرے۔اپنے دین کے معاملہ میں جو کمی بیش ہوئی ہے اس کا ازالہ کرے، غفلت سے بیدار ہوجائے ان دینی مسائل کو جن سے وہ لاعلم سے اسے وہ سکھلائے خیر و بھلائی کے معاملات میں اس کا تعاون کرے اور شرّ برائی کے کاموں سے اسے خبردار کرے۔

ایک مسلمان کی دعوت کا فر کیلئے یہ ہے کہ اس کے سامنے اسلام کے محاسن و خوبیاں بیان کرے اور اسے دعوت دے کر اس پر حجت قائم کرے اور مسلمان کو چاہیے کہ اپنے دین کا ایک بہترین نمونہ پیش کرے۔

اہلِ مملکت اور شکرِ نعمت:

اے وہ مسلمانو جو کہ اس ملک میں رہتے ہو! آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان بیمار مصائب و مشکلات اور شرّ وفساد سے بچا رکھا ہے جس میں دوسرے مما لک لوگ مبتلا ہیں لہٰذا اس پر آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کی حمد و ثناء بجالانی چاہئے۔لیکن اس سے خبردار رہیں کہ آپ اپنے لئے شرّ کے وہ دروازے کھول لیں جو کہ آپ کے سوا دوسرے لوگوں پر کھل چکے ہیں۔امت مسلمہ اس وقت تک خیر و عافیت سے رہے گی جب تک کہ وہ خود اپنے ہی ہاتھوں سے شرّ کے دروازے نہ کھول لے گی۔اگر شرّ کا دروازہ کھل گیا تو پھر وہ ہرگز بند نہیں ہوتا۔اس وقت دنیا میں جو فتنے واقع ہوچکے ہیں ان سے عبرت حاصل کریں۔وہ فتنے جنہوں نے زندگی کو بگاڑ کر رکھ دیا ہوا ہے اور کو تباہی میں ڈال دیا ہے۔سعادت مند وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرلے اور شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہے وہ شخص جو دوسروں کی حالت سے بھی نصیحت و عبرت حاصل نہ کرے۔

گناہوں کو معمولی سمجھتے ہوئے انکا ارتکاب کرنے سے بچو یہی تو ان عذابوں اور سزاؤں کا سبب ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ اسکا ہر آج سابقہ کل سے بہتر ہو۔اور آئندہ کل اسکی حالت آج سے بھی بہتر ہو اور وہ اپنے لئے اسب بات کو گوارا نہ کرے اور نہ ہی اس چیز پر رضامند ہو کہ وہ اطاعت و فرما نبرداری میں دیر کرے اور گناہ کرنے میں سستی و لاپرواہی میں مبتلا ہو۔

[1]) ترمذی:2676۔

اتباع سنت کی راہ میں حائل رکاوٹیں:

(ا) خواہشات کی غلامی:

اے مسلمانو! اتباع سنت کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹ خواہشات نفس کی غلامی و پیروی ہے حق سے عناد و ضد رکھنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پھر اگر یہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات کی پیروی کرے بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اہل بدعت کو سلف صالحین امت نے اہل ہویٰ (خواہشات نفس کے پجاری) کا نام دیا ہے کیونکہ وہ سنت سے دور ہوتے ہیں۔ دنیا کے فتنے سے بچ کر رہیں اور حرام شہوتوں کی تسکین سے دور رہیں یہ چیز سنت سے روکنے والی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا﴾

''پھر انکے بعد چند ناخلف انکے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو (چھوڑ دیا گویا رسے) کھو دیا اور خواہشات نفس کی پیروی میں لگ گئے سو عنقریب انہیں گمراہی (کی سزا) ملے گی''۔ (مریم:۵۹)

(۲) گمراہ کن و متعصب فرقوں کی تقلید و پیروی:

سنت پر عمل پیرا ہونے سے روکنے والی دوسری چیز خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والے ان لوگوں کی تقلید و پیروی ہے جو کہ مذموم تعصب پر اڑے ہوئے ہیں گمراہ فرقوں کے پیروکار اور مخرف خواہشات ونظریات کے مالک میں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ٱتَّبِعُوا۟ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُمۡ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾

''اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نازل ہو کر آئی ہے اور اس (اللہ) کے سوا دوسرے رفیقوں (ولیوں) کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو''۔ (الاعراف:۳)

(۳) جہالت ولاعلمی:

سنت کی راہ سے روکنے والی تیسری رکاوٹ اس سے جہالت ولاعلمی ہے۔ ایک صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: مَنۡ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيۡرًا يُفَقِّهۡهُ فِي الدِّيۡنِ۔

''اللہ تعالیٰ جس سے خیر خواہی کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔''[1] (صحیح بخاری، صحیح مسلم عن معاویہؓ)

اے مسلمان! آپ کے اور سنت رسول ﷺ کے مابین کسی چیز کو حائل نہ ہونے دیں اور نہ ہی سنت تک پہنچنے کیلئے آپ کی راہ میں کوئی چیز رکاوٹ بنے۔ اس شخص کا شرّ وسزاؤں سے پرامن ہونا ممکن ہی نہیں اور نہ ہی وہ خیر و بھلائی اور جنتوں کو پانے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے جو نبی اکرم ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے صحابہ کے طریقہ ومنہج کو مضبوطی سے تھام نہ لے۔ آپ اس سنت کو اپنی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے

[1] صحیح بخاری:71۔

کام میں مضبوطی سے تھامے رکھیں اور قرآن وحدیث کے احکام ومسائل میں سے اتنا تو ضرور ہی یاد کرلیں جس کی آپ کو اپنی عبادات ومعاملات میں ضرورت پیش آتی ہے اور جتنا بھی زیادہ علم حاصل کروگے اتنا ہی آپ کیلئے بہتر ہوگا، ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم پر چلو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو اور ان لوگوں جیسے نہ ہوجانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم الٰہی) سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے"۔ (الانفال: ۲۰۔۲۱)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ﴾

"اور رسول جو چیز وحکم تمہیں دے اسے مان لو"۔ (الحشر: ۷)

دو نعمتیں تعطیلاتِ گرما کے حوالے سے:

اللہ کے بندو! اپنے اوقات کو اعمال صالحہ کے سرانجام دینے میں صرف کریں اور نیکی کمانے کے مواقع اور بھلائی کے کام کی فرصت کو ضایع کرکے اپنی عمروں کو برباد نہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر کسی کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے کیا توشہ آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہا کریں۔ اللہ تمہارے تمام اعمال سے خوب واقف ہے"۔ (الحشر: ۱۸)

ایک صحیح حدیث میں ارشاد نبوی ہے: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

"دو نعمتیں ایسی ہیں کہ بکثرت لوگ ان کے سلسلہ میں فریب میں مبتلا ہیں (صحیح استفادہ نہیں کرتے): صحت وتندرستی اور فراغت وفرصت"۔[1] (صحیح بخاری فی الرقاق: ۹۳۳)

مسلمان اگر نفس کی لگام ڈھیلی چھوڑ بھی دے تو اتنا بھی تو نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ مباحات سے آگے نکل کر حرام تک ہی جا پہنچے۔ بشارت ہے، اس کے لئے جو مباحات سے تجاوز کرکے محرمات تک نہیں پہنچا۔ اللہ نے جنکے معاملات آپ کی نگرانی میں دیئے ہیں ان کا خوب خیال رکھیں۔ بچے امانت اور انکی ذمہ داری بہت ہی بڑی ہے انہیں اہل شرّ وفساد کے ہاتھوں کا کھلونا نہ بننے دیں نہ ہی گلی کوچوں میں آوارہ وضایع ہونے پائیں۔ اپنے گھروں کی اصلاح سے بھی غفلت نہ برتیں۔ خاندان معاشرے کی اینٹ ہے۔ سیر وتفریح کیلئے صرف ان ملکوں کا انتخاب کریں جو فساد وبگاڑ سے محفوظ ہیں اور تعطیلات موسم گرما گزارنے کیلئے آپ کے رہنے ملک سعودی عرب میں بکثرت سیاحتی مقامات موجود ہیں جہاں امن وامان اور سلامتی وسلام بھی عام ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری: 6412۔

جزاء وسزا۔ جنت یا جہنم

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی
۱۷/۵/۱۴۲۶ھ، ۲۴/۶/۲۰۰۵ء

اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہیں جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور اس تقویٰ کو مضبوطی سے اپنائے رکھیں یہ بہترین عمل، ذخیرۂ آخرت اور دنیا وعقبیٰ میں فوز وفلاح کا باعث ہے۔

مقصد تخلیق کائنات:

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو اسلئے پیدا فرمایا تا کہ ان پر اللہ اپنی قدرتوں کو نافذ کرے اور ان پر اپنے شرعی وقدری احکام جاری کرے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ﴾

”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ دانا وخبردار ہے“۔ (الانعام: ۱۸)

اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ اس کائنات کو پیدا فرمایا تا کہ وہ اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس دنیا کو نیکی واصلاح کے ذریعے تعمیر وآباد کرے۔

ارادہ واختیار اور جزاء وسزا:

اللہ تعالیٰ نے مکلف لوگوں کو ارادہ واختیار عطا فرمایا اور اسی سے تکلیف واحکام دینیہ کو مربوط فرمایا۔ بندہ اپنے اس ارادہ واختیار کے ذریعے اللہ کی قدرت ومشیت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکتا۔ جس نے اللہ کی مراد اور اس کی محبوب مشیت کی موافقت کی اور اس حق پر عمل کیا جسکے لئے کائنات کی تخلیق عمل میں لائی گئی ہے اور اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کی اللہ اسے دنیا وآخرت میں اچھی جزاء عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

”جس مرد یا عورت نے نیک عمل کیا اور وہ مومن بھی ہے تو ہم اسے (دنیا میں) پاک (آرام دہ) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) انہیں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دینگے“۔ (النحل: ۹۷)

جو شخص اللہ کی محبوب مراد ومنشا کی خلاف ورزی کرے گا اور شریعت اسلامیہ کے خلاف چلے گا اور اپنے رب کی نافرمانی کرے گا، اللہ اسے دنیا وآخرت میں سزا دے گا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَعْمَىٰ﴾

”جو شخص میری ہدایت کی تابعداری کرے گا وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ ہی (آخرت میں) شقاوت وبدبختی سے دوچار ہوگا۔ اور جس نے میرے ذکر سے اعراض وروگردانی کی اسکی زندگی اجیرن وتنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اُٹھائیں گے“۔ (طٰہٰ: ۱۲۳-۱۲۴)

بندوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال گنتی کئے ہوئے ہیں تا کہ انہیں انکی جزاء دی جائے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾

''اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب اللہ ہی کا ہے (اور اس نے مخلوق کو) اسلئے (پیدا کیا ہے) کہ جن لوگوں نے بُرے کام کئے انہیں انکے اعمال کا اور جنہوں نے نیکیاں کیں انہیں نیک بدلا دے''۔(النجم:۳۱)

اصل جزاء آخرت میں:

حقیقی اور دائمی جزاء و بدلہ تو آخرت میں ہی ہوگا رہا معاملہ اس دنیا کا تو اس میں اگر چہ بدلا تو ملے گا نیکی پر نیک اور برائی پر بُرا لیکن یہ بہت ہی معمولی ہے اور یہ جلد منقطع ہو جانے والا ہے اسکے دن جلد گزر جائیں گے اور اسکی گھڑیاں بڑی تیزی سے نکلتی جارہی ہیں ۔اس ساری دنیا کی کل عمر کو بھی نافرمان دن کی محض ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ﴾

''اور جس روز قیامت برپا ہوگی ۔گنہگار قسمیں کھائیں گے کہ وہ دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے اس طرح وہ (راستے سے) اُلٹے جاتے تھے''۔(الروم:۵۵)

دوسری جگہ فرمایا:﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۭ﴾

''اور جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا (تو وہ دنیا کی نسبت خیال کریں گے کہ) گویا (وہاں) دن کی گھڑی بھر سے زیادہ نہیں رہے تھے (اور) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے''۔(یونس:۴۵)

عمل اور جزاء وسزا میں مناسبت:

جبکہ دائمی وابدی اور غیر منقطع جزاء وسزا تو آخرت والی ہے وہ دار نعیم ہو یا دار جحیم ۔ جنت کی جزاء نیک اعمال پر ملے گی اور جہنم کی سزا برے افعال پر دی جائیگی اور نیک اعمال پر اچھی جزاء اور برے افعال پر بری سزا میں انتہائی درجے کی مناسبت پائی جاتی ہے کیونکہ جزاء وبدلہ تو عمل کی قسم سے ہی ہوگا۔جب اعمال صالحہ اپنے حقائق ومنافع کے اعتبار سے نوع بنوع تھے ایسے ہی جنت کی نعمتیں بھی اپنے حقائق ومنافع اور لذت ومزہ میں طرح طرح کی ہونگی اور جب اہل جنت نے اپنے رب کو دیکھے بغیر غائبانہ ایمان پر ہی اس کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے رخ انور کے دیدار کی نعمت سے شرفیاب کرے گا اور انہیں اپنے عظیم کلام کی حلاوت سے شاد کرے گا۔

جب اللہ نے دیکھا کہ انہوں پورے عزم مصمم سے عمل کیا اور اس کی اطاعت وعبادت میں عزم بالجزم کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے بھی ان پر نعمتوں کو دائمی وابدی کردیا چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا﴾

''بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک وصالح اعمال کئے انہیں جناب الفردوس میں مہمان ٹھہرایا جائے گا وہ ان میں ہمیشہ کیلئے رہیں گے اور وہاں سے وہ جگہ بدلنا نہ چاہیں گے''۔(الکہف:۱۰۷۔۱۰۸)

جب برے اعمال اپنے تلخ حقائق، نقصانات اور خباثت کے اعتبار سے رنگا رنگ ہونگے تو ان پر انہیں جہنم کے عذاب بھی طرح طرح کے دیئے جائیں گے جو کہ ایک سے بڑھ کر ایک شدید، دردناک اور تلخ ہونگے اور یہ سب ان کے اعمال کے بقدر ہی ہونگے۔

انہوں نے جب اپنے دلوں کو ہدایت سے چھپائے رکھا تو قیامت کے دن وہ اپنے رب تعالیٰ کا دیدار بھی نہیں کر پائیں گے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿كَلَّآ إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ﴾

"ہرگز نہیں، وہ اس دن اپنے رب سے پردے میں رکھے جائیں گے"۔(المطففین:۱۵)

اللہ کو پتہ چل گیا کہ یہ اہل جہنم اپنے ارادہ کفر ونافرمانی میں دائمی عزم وارادہ والے تھے اور اگر انہیں دوبارہ دنیا میں بھیج بھی دیا جائے تو وہ کفر کی طرف ہی پلٹ جائیں گے۔ جب اللہ کو ان کے اس دائمی ارادۂ کفر کا پتہ چلا تو اس نے ان پر دردناک عذاب کو بھی دائمی کر دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوا۟ عَلَى ٱلنَّارِ فَقَالُوا۟ يَٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا۟ يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا۟ لَعَادُوا۟ لِمَا نُهُوا۟ عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَٰذِبُونَ﴾

"کاش آپ انہیں اسوقت دیکھیں جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیئے جائیں گے اور کہیں گے کہ اے کاش ہم پھر (دنیا کی طرف) لوٹا دیئے جائیں تاکہ اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔ ہاں یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹا بھی دیئے جائیں تو جن (کاموں) سے انہیں منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں بلاشبہ یہ جھوٹے ہیں"۔

(الانعام:۲۷۔۲۸)

جنت کی رغبت اور جہنم کا خوف:

اللہ کے بندو! مسلمان کی بہترین گھڑیاں افضل ترین اوقات اور بلندترین درجات یہ ہیں کہ اس کے دل میں جنت کا طمع ولالچ اور جہنم کا خوف وڈر بھر جائے سلف صالحین امت کے دلوں میں جنت کی رغبت اور جہنم کا خوف بھرا ہوا تھا یہی وجہ ہے کہ ان کے اعمال اچھے ہو گئے تھے۔ چیز نہیں کیا ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو غزوۂ موتہ کے موقع پر الوداع کہتے ہوئے رونے لگے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ روتے کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! مجھے نہ تو آپ سے بچھڑ جانے کا کوئی غم ہے اور نہ ہی دنیا چھوٹ جانے کا دکھ بلکہ مجھے رونا تو اس بات پر آرہا ہے کہ مجھے اللہ کا وہ فرمانی یاد آگیا ہے جسمیں اس نے فرمایا ہے: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا﴾

"اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس (جہنم) پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے رب پر لازم ومقرر حتمی فیصلہ ہے"۔(مریم:۷۱)

اب مجھے رونا اس بات پر آرہا ہے کہ میرا جب جہنم پر سے گزر ہوگا تو وہاں سے میں بچ کر کیسے نکل پاؤں گا؟

یہ تو بڑی لمبی زندگی ہے:

ادھر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی دیکھ لیں کہ جب غزوۂ بدر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قُومُوا إِلَى جَنَّةٍ عَرْضُهَا

السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ . قَالَ: يَقُولُ عُمَيْرُ بْنُ الْحُمَامِ الْأَنْصَارِيُّ: يَا رَسُولَ اللهِ ، جَنَّةٌ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ؟ قَالَ: نَعَمْ . قَالَ: بَخٍ بَخٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا يَحْمِلُكَ عَلَى قَوْلِكَ بَخٍ بَخٍ؟ . قَالَ: لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ ، إِلَّا رَجَاءَةَ أَنْ أَكُونَ مِنْ أَهْلِهَا ، قَالَ: فَإِنَّكَ مِنْ أَهْلِهَا ، فَأَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِنْ قَرَنِهِ فَجَعَلَ يَأْكُلُ مِنْهُنَّ ، ثُمَّ قَالَ: لَئِنْ أَنَا حَيِيتُ حَتَّى آكُلَ تَمَرَاتِي هَذِهِ ، إِنَّهَا لَحَيَاةٌ طَوِيلَةٌ ، قَالَ: فَرَمَى بِمَا كَانَ مَعَهُ مِنَ التَّمْرِ ، ثُمَّ قَاتَلَهُمْ حَتَّى قُتِلَ

''اس جنت کی طرف اٹھ کھڑے ہو (لپکو) جسکی چوڑائی آسمانوں اورزمین کی وسعتوں کے برابر ہے''۔ان کے ہاتھ میں کھجوریں تھیں انہوں نے وہ پھینک دیں اور کہنے لگے: ''اگر میں ان کھجوروں کے کھالینے تک زندہ رہوتو یہ بڑی لمبی زندگی ہوگی''۔ یہ کہتے ہوئے کھجوریں پھینک کر جہادوقتال میں شریک ہوگئے اور شہادت کا جام نوش فرمایا''۔[1] (صحیح مسلم)

جنت کی خوشبو آرہی ہے:

ایسے ہی حضرت انس بن نضر کا واقعہ بھی کچھ کم عبرت ناک نہیں ہے کہنے لگے: إِنِّي أَجِدُ رِيحَ الْجَنَّةِ دُونَ أُحُدٍ
مجھے جبل کے اس پار سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔[2] (صحیح بخاری)

(جہادوقتال اور دفاع عن المصطفیٰ ﷺ کا حق ادا کرتے ہوئے شہادت پائی) صحابہ کرام اور سلف امت کے واقعات باعث طوالت ہوگا۔

مارے کا بھوت:

ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے والوں میں، اپنی مجلسوں میں اور اپنے شب روز کے تمام اوقات میں جنت اور جہنم کو یاد رکھیں انکا تذکرہ کرتے رہیں تاکہ ہمارے حالات میں درستگی آئے اور ہمارے اعمال سدھریں خصوصاً اس موجودہ دور میں جبکہ مادہ پرستی کا بھوت بڑا اسر کتیں ہو چکا ہے فتنے سر اٹھا چکے ہیں نصیحت وخرخواہی کرنے والے کم رہ گئے ہیں، ایمان کمزور پڑ گئے ہیں، دنیا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ سج دھج گئی ہے اور وہ پوری آب وتاب اور چکا چوند کے ساتھ سامنے آگئی ہے اور اس کے مطالبات کی کثرت نے کندھوں کو بوجھل کر رکھا ہے اور اس کی رنگارنگ ضرورتوں سے اعصاب تھک گئے ہیں حتیٰ اب تو کسی سے محبت بھی کی جائے تو صرف دنیوی مفادات کی خاطر کی جاتی ہے کسی سے نفرت ودشمنی رکھی جائے تو وہ بھی دنیوی نفع ونقصان کے پیش نظر ہی ہوتی ہے۔اسی کی خاطر ہم ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور اسی کیلئے ایک دوسرے سے بائیکاٹ کرکے بیٹھ جاتے ہیں بس صرف وہی کچھ لوگ اسلامی ولاء ویراء پر عمل پیرا ہیں جن پر اللہ کا خاص فضل وکرم ہے غرض یہ دنیا اور مادہ پرستی آخرت سے روکنے والی سب سے بڑی رکاوٹ اور راہ آخرت کا بڑا اہتھر ہے ۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

[1] صحیح مسلم:1901۔
[2] صحیح بخاری:4048۔

"جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں انکا ٹھکانا ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں جہنم ہے"۔ (یونس: ۷)

جنت کی رغبت ولالچ جنت تک لیجانے والا ہمارا قائد ہے اور جہنم کا خوف ہمیں بری راہ سے روکنے اور سیدھی راہ پر چلانے والا ہے۔

جنت کی نعمتیں:

مسلمان کا حق ہے کہ وہ جنت کو طلب اس جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جو کسی آنکھ نے کبھی دیکھی نہیں کسی کان نے کبھی سنی نہیں اور کسی نبی بشر کے دل میں ان کا گزر وتصوّر تک نہیں آیا چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ارشاد فرمایا: أَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ، فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا، هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُورٌ يَتَلَأْلَأُ، وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ، وَقَصْرٌ مَشِيدٌ، وَنَهَرٌ مُطَّرِدٌ، وَفَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ نَضِيجَةٌ، وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيلَةٌ، وَحُلَلٌ كَثِيرَةٌ فِي مَقَامِ أَبَدٍ، فِي حَبْرَةٍ وَنَضْرَةٍ، فِي دَارٍ عَالِيَةٍ سَلِيمَةٍ بَهِيَّةٍ. قَالُوا: نَحْنُ الْمُشَمِّرُونَ لَهَا يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: قُولُوا: إِنْ شَاءَ اللهُ

"کہاں تم میں سے کوئی جنت حاصل کرنے کیلئے آستین چڑھا کر بستہ تیار کھڑا ہے۔ جنت تو رب کعبہ کی قسم ہے ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا تصوّر بھی ناممکن ہے۔ ایک چمکتا ہوا نور ہے، خوشبو ہے، ایک مضبوط محل ہے، لہراتی وموجیں مارتی ہوئی نہر ہے، پکے ہوئے پھل ہیں، حسین وجمیل بیوی ہے اور بیشمار حلّے (ملبوساتِ فاخرہ) ہیں۔ ایک دائمی مقام ہے جو کہ سلامتی والی حیات اخروی میں ہے۔ فروٹ باغات ہیں سبزہ زار ہیں، نعمتیں ہیں اور انتہائی دیدہ زیب و دلفریب محل میں مقام وقیام ہے"؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جی ہاں ہم اسے پانے کیلئے ہر کوشش کیلئے تیار ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کہو: ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا تو)۔ تمام صحابہ نے فوراً کہا: ان شاء اللہ۔[1]

(ابن ماجہ، بیہقی، صحیح ابن حبان)

جنت کے گھر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَلَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ، وَمِلَاطُهَا الْمِسْكُ الْأَذْفَرُ، وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْيَاقُوتُ، وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ، مَنْ دَخَلَهَا يَنْعَمُ وَلَا يَبْأَسُ، وَيَخْلُدُ وَلَا يَمُوتُ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ"

"جنت کے گھروں کی ایک اینٹ سونے کی اور دوسری چاندی کی ہے اور ان کے مابین گارا کستوری کا ہے اور کنکریوں کی جگہ ہیرے موتی اور یاقوت لگے ہیں اور اس کی مٹی کی جگہ زعفران استعمال ہوا ہے۔ جو اس جنت میں داخل ہو گیا ناز ونعمت میں آگیا اور وہ کبھی نامراد نہ ہوگا۔ اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس کپڑے پرانے نہیں ہونگے اور کبھی جوانی زائل ہوگی"۔[2] (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِي الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِنْ لُؤْلُؤَةٍ وَاحِدَةٍ

---

[1] ابن ماجہ: 4332۔

[2] ترمذی: 2526۔

مُجَوَّفَةٍ، طُولُهَا سِتُّونَ مِيلًا ,لِلْمُؤْمِنِ فِيهَا أَهْلُونَ يَطُوفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ فَلَا يَرَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔

''جنت میں مومن کو ایک خیمہ دیا جائے گا جو ایک ہی جوفدار موتی سے بنایا گیا ہوگا،اس کی لمبائی آسمان میں ساٹھ میل ہوگی ۔اس میں مومن کے اہل خانہ ہونگے جن سے مومن ملے گا اور اس میں لوگ ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے''۔[1] (صحیح بخاری،مسلم)

مشروبِ اہلِ جنت:

انکے پینے کیلئے مشروب کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾

''جنت جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو بدبو دار نہیں ہوگا اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہیں بدلے گا اور ایسے شراب کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی حلاوت ہے)''۔(محمد:۱۵)

ازواج اہل جنت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ثم إنه يضع يده بين كتفيها ثم ينظر إلى يده من صدرها ومن وراء ثيابها وجلدها ولحمها وإنّه لينظر إلى مُخّ ساقها كما ينظر أحدكم إلى السلك في قصبة الياقوت. كبدها له مرآة وكبده لها مرآة

''اہل جنت کی بیویاں اتنی حسین وجمیل ہونگی کہ ان اہل جنت میں سے کوئی اپنی بیوی کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھے گا تو اسے اپنا ہاتھ اس کے کپڑوں، جلد اور گوشت کے پار اس کے سینے کی جانب سے دکھائی دے گا اور وہ اس کی پنڈلی کے گودے تو اس طرح دیکھے گا کہ جس طرح تم میں سے کوئی شخص یاقوت کے دانوں کو پرونے والی تار کو دیکھتا ہے،اس کا کلیجہ اس کے لئے آئینہ ہوگا اور اس کا اسکے لئے''۔[2] (مسند ابو یعلیٰ وسنن کبریٰ بیہقی)

سب سے کمتر درجے والے جنتی کے ٹھاٹھ:

عَنْ أَنَسٍ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَسْفَلَ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَجْمَعِينَ دَرَجَةً لِمَنْ يَقُومُ عَلَى رَأْسِهِ عَشَرَةُ آلَافِ خَادِمٍ بِيَدِ كُلِّ وَاحِدٍ صَحْفَتَانِ، وَاحِدَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَالْأُخْرَى مِنْ فِضَّةٍ فِي كُلِّ وَاحِدَةٍ لَوْنٌ لَيْسَ فِي الْأُخْرَى مِثْلُهُ يَأْكُلُ مِنْ آخِرِهَا مِثْلَ مَا يَأْكُلُ مِنْ أَوَّلِهَا يَجِدُ لِآخِرِهَا مِنَ الطِّيبِ وَاللَّذَّةِ مِثْلَ الَّذِي يَجِدُ لِأَوَّلِهَا ثُمَّ يَكُونُ ذَلِكَ رِيحَ الْمِسْكِ الْأَذْفَرِ، لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ وَلَا يَمْتَخِطُونَ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ اہل جنت میں سے سب سے نچلے درجے کا جنتی ایسا ہوگا کہ جس کی خدمت میں دس ہزار خادم

---

[1] صحیح مسلم:2838۔

[2] رواہ الطبرانی فی الأحادیث الطوال (نھایۃ المعجم الکبیر:25/226۔

دست بستہ کھڑے ہونگے اور خادم کے ہاتھ میں دودھ کے برتن ہونگے ۔ایک ایک سونے کا اور ایک ایک چاندی کا اور ہر برتن میں وہ رنگ ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا۔وہ جس طرح پہلے برتن سے کھائے گا اسی طرح ہی آخری سے بھی کھائے گا اور اسے جو لذت آخری برتن میں سے کھانے سے حاصل ہوگی وہ پہلے سے کھانے سے نہ ہوئی ہوگی اور اس پر کستوری کا چھڑکاؤ ہوگا ان کے پسینے اور ڈکار سے بھی کستوری کی خوشبو آئے گی،وہ نہ پیشاب و پاخانہ کی حاجت سے دو چار ہونگے اور نہ ہی انکی ناک بہے گی''۔[1] (معجم طبرانی کبیر،ابن ابی الدینا)

حصول جنت کیلئے عمل و دعائیں:

اللہ تعالیٰ نے جنت کی دائمی نعمتوں کے وہ اوصاف بیان فرمایا ہیں جو پہلے کسی کتاب میں بیان نہیں کئے گئے اور نبی اکرم ﷺ نے بھی جنت کی گرانمایہ نعمتوں کی وہ صفات بیان فرمائی ہیں کہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی نے ایسی صفات بیان نہیں فرمائیں۔ہمیں چاہیئے کہ ہم سب اہل جنت والے اعمال سرانجام دیں اور نیکی و بھلائی کے کاموں کو لپک لپک کر کریں اور اللہ سے اس کی جنت کا سوال و مطالبہ کرتے رہیں اور اس کے لئے عمل جد و جہد اور سعی بھی کریں اور جنت کی اعلیٰ ترین نعمت اللہ ربّ العالمین کی رضاء و خوشنودی کا حصول اور اللہ تعالیٰ کے رُخِ انور کا دیدار ہے۔ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ کیا ہے جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے ۔اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا (وعدہ کیا ہے) اور اللہ کی رضاء و خوشنودی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے ۔یہی بڑی کامیابی ہے'' ۔(التوبہ:۷۲)

جہنم: مقام ذلت و آگ:

جہاں تک نارِ جہنم کا تعلق ہے تو آپ کیا جانیں کہ جہنم کیا ہے؟ وہ اشرار کا ٹھکانا،خباثت و ذلت کا مقام اور رسوائی کی جگہ ہے۔

أَنَّ الْحَجَرَ يُلْقَى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِي فِيهَا سَبْعِينَ عَامًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا ۔

اس کی گہرائی اتنی زیادہ ہے کہ اگر اس کے کنارے سے ایک پتھر اس میں لڑھکایا جائے تو ستر سال سے پہلے اس کی تہہ تک نہ پہنچ پائے ۔[2]

نَارُكُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِينَ جُزْءًا مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ

اس کی گرمی اتنی زیادہ ہے کہ اس دنیا کی آگ اس جہنم کی آگ سے ستر گنا کم گرم ہے''۔[3] (صحیح بخاری)

اہل جہنم کا کھانا پینا:

اہل جہنم کا کھانا اس جہنمی پودے زقوم (تھوہر) سے ہوگا جو جہنم میں ہی پیدا ہوگا یا پھر خاردار جھاڑ کھانا پڑے گا جو نہ فربہی لائے گا اور نہ ہی

[1] معجم طبرانی کبیر: 13/230۔
[2] صحیح مسلم: 2967۔
[3] صحیح بخاری: 3265۔

بھوک مٹائے گا،اس کا ذائقہ بہت ہی برا اور مزہ بڑا ہی تلخ ہوگا وہ بڑا ہی گرم ہوگا حلق میں آگ لگا دے گا اور پیٹ تک نہ پہنچے گا سوائے اس کے انتہائی گرم پانی کے ذریعے اسے پیٹ میں اتارا جائے اور جب وہ پیٹ میں پہنچ جائے گا تو انتڑیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا اور انہیں پینے کیلئے کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا یا پھر ان کا مشروب وہ آمزہ ہوگا جو اہل جہنم کے زخموں سے رسنے والی پیپ اور خون پر مشتمل ہوگا۔انکا لباس آتش گیر مادے گندھک اور لوہے سے بنا ہوگا چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ﴾

’’جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے اور ان کے سروں پر جلتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔اس سے ان کے پیٹ میں اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی‘‘۔(الحج:۱۹۔۲۰)

جہنم کے سانپ اور انکا زہر:

حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے:إنَّ في النَّارِ حيَّاتٍ كأمثالِ أعناقِ البُختِ تلسَعُ إحداهُنَّ اللَّسعةَ فيجِدُ حمْوَها سبعينَ خريفًا

جہنم میں اتنے بڑے بڑے سانپ ہیں جیسے بختی اونٹوں کی گردنیں ہوتی ہیں وہ آدمی کو کاٹیں گے اور ان کا ڈسا ہوا ستر سال تک ان کے زہر کی تکلیف محسوس کرے گا‘‘۔[1](مسند احمد)

ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

’’اور ان سے کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ،اللہ اور اس کا رسول اور مومن (سب) تمہارے اعمال کو دیکھ لیں گے اور تم غائب وحاضر کو جاننے والے(اللہ وحدہٗ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو سب تمہیں بتا دے گا‘‘۔(التوبہ:۱۰۵)

اس تعالی اسطرح ڈرتے رہو جس طرح ظاہر و پوشیدہ تمام امور میں کوئی شخص ڈرتا رہتا ہے اور کوئی شخص اپنے رب کے تقویٰ کے بغیر فلاح وکامیابی نہیں پاسکتا اور خائب وخاسر،ناکام ونامراد صرف وہی ہوگا جو اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی وغلامی کرے گا اور اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کرے گا۔

جنت کی دعوت:

مسلمانو! آپ کے مولائے کریم نے آپ کو نیک اعمال سرانجام دے کر اور برائیوں سے اجتناب کر کے اپنی نعمتوں والی جنتوں کی طرف دعوت دی ہے چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

’’اور اپنے رب کی بخشش اور جنت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو(اللہ سے) ڈرنے والوں کیلئے تیار کی

[1] مجمع الزوائد:10/392۔

گئی ہے جو آسودگی اور تنگدستی میں (اپنا مال راہ اللہ) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے''۔(آل عمران:۱۳۳۔۱۳۴)

دخول جنت سے انکار کرنے والا:

حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبَى۔

تم میں سے ہر شخص جنت میں داخل ہو جائے گا سوائے اس کے جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! (جنت میں داخل ہونے سے) انکار کون کرے گا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ تو جنت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا''۔[1] (صحیح بخاری۔ صحیح الجامع:۴۵۱۳)

دنیا کی فانی نعمتیں:

آپ میں سے کوئی شخص اس دنیا کی فانی نعمتوں پر تکیہ نہ کرے یہ تو محض خواب و خیال جیسی چیزیں ہیں یا پھر درخت کے سائے کی طرح زائل ہو جانے والی ہیں اور محض دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: يُؤْتَى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ. وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهُ: يَا ابْنَ آدَمَ، هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللهِ يَا رَبِّ، مَا مَرَّ بِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔

''قیامت کے دن اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ نامراد زندگی گزار کر گیا ہو گا اور اسے جنت کا ایک چکر لگوا کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے دنیا میں کبھی کوئی ناکامی و نامرادی دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! نہیں میں نے کبھی نامرادی نہیں پائی اور پھر اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ ناز و نعمت کی زندگی گزار کر گیا ہو گا، اسے جہنم میں ایک غوطہ لگوا کر پوچھا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تم نے دنیا میں کبھی کوئی نعمت دیکھی تھی؟ وہ کہے گا: اللہ کی قسم! نہیں میں نے دنیا میں کبھی کوئی نعمت نہیں دیکھی تھی''۔[2] (مختصر صحیح مسلم: ۱۹۸۶ نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، سلسلہ الاحادیث الصحیحہ: ۱۱۶۷)

یہ اسلئے کہ جہنم اسے دنیا کی تمام نعمتیں بھلا دے گی اور جنت اسے دنیا کی تمام نامرادیاں فراموش کروا دے گی۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَفَرَءَيْتَ إِن مَّتَّعْنَٰهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَآءَهُم مَّا كَانُوا۟ يُوعَدُونَ مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يُمَتَّعُونَ﴾

''بھلا دیکھیں تو اگر ہم انہیں برسوں فائدے دیتے رہے، پھر ان پر وہ عذاب) آ واقع ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جو فائدہ یہ اٹھا رہے

[1] صحیح بخاری:7280۔
[2] صحیح مسلم:2807۔

ہیں، ان کے کس کام آئیں گے“۔(الشعراء:۲۰۵۔۲۰۷)

اللہ کی رضاء وخوشنودی کے حصول کے ذریعے اور رسول اللہ ﷺ کی مشروع کردہ عبادات الٰہی کی بدولت جنت حاصل کی جا سکتی ہے۔

نوجوانوں کی روش اور والدین کی ذمہ داری تعطیلاتِ موسم گرما کے دوران

امام وخطیب: شیخ علی عبدالرحمن الحذیفی
۲۴/۵/۱۴۲۶ھ، ۱/۷/۲۰۰۵ء

تعطیلاتِ موسم گرما سے استفادہ:

اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے احکام وفرامین کی اطاعت کرو اور اسے اپنے اوپر اس شخص جیسا نگران مانو جو کہ عذابِ شدید سے ڈرتا ہے۔ لوگو! یہ موسم گرما کی تعطیلات ایک ایسا موقع ہے کہ اس میں بہت سارے فوائد پائے جاتے ہیں جس نے ان دنوں سے استفادہ کرلیا اس نے اپنے آپ پر بھی نیکی واحسان کیا اور اپنے معاشرے کو بھی فائدہ پہنچایا اور جس نے بغیر کچھ کمائے اس سارے موسم کی گھڑیاں برباد کر دیں اس نے اپنے آپ پر بھی زیادتی کی اور اپنے معاشرے سے بھی بدسلوکی کا ارتکاب کیا۔

حرکت وعمل:

کسی انسان کیلئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ بلاحرکت وعمل رکا رہے اسے اللہ تعالیٰ نے ارادے والا پیدا کیا ہے جسکے ساتھ ہی عمل بھی کرتا ہے اور اللہ نے انسان کو بڑی صلاحیتوں اور صفات سے نوازا ہے جنکی بدولت یہ امیدوں اور خوابوں کو تعمیر دیتا ہے اور مختلف افعال سر انجام دیتا ہے۔ غرض انسان ہمیشہ تفکیر وارادہ اور عمل کے دائرے میں ہی رہتا ہے۔اس بار نہیں نکل پاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: وَأَصْدَقُ الْأَسْمَاءِ حَارِثٌ وَهَمَّامٌ

”سب سے سچے نام حارث اور ہمام ہیں۔“[1] (ابوداوَد)

اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کام کے بارے میں سوچ وفکر کرتے رہنا اور افعال کو سر انجام دینا ہر انسان پر لازم ہے۔ حارث کا معنیٰ ہے کھیتی باڑی میں کام کاج کرنے والا اور ہمام کا مطلب ہے مختلف افعال کی فکر وسوچ رکھنے والا۔

اعمالِ خیر وشرّ:

انسان عمل خیر اور عمل شرّ دونوں طرح کے اعمال وافعال سر انجام دینے کے قابل ہے اور اللہ نے اس میں ہر طرح کی صفات ودیعت فرمائی ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا﴾

”اور (قسم ہے) انسان کی اور اس ذات کی جس نے اس کے اعضاء کو برابر کیا پھر اسے بدکاری (سے بچنے) اور پرہیز گاری کرنے کی سمجھ دی کہ جس نے (اپنے) نفس (روح) کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا“۔ (الشمس: ۷۔۱۰)

دوسرے جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ

[1] ابوداود: 4950۔

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾

''ہم نے انسان کونطفۂ مخلوط سے پیدا کیا تا کہ اسے آزمائیں تو ہم نے اسے سنتا دیکھتا بنایا (اور) اسے راستہ بھی دکھا دیا (اب) خواہ وہ شکرگزار ہو خواہ ناشکرا''۔(الدھر:۲۔۳)

اصلاح وفساد دنیا وآخرت:

جس نے اپنے آپ کو اور اپنے دین و دنیا دونوں کو بھی سنوار و سدھار لیا وہ ان نیکی و احسان اور اصلاح کرنے والوں میں سے ہوگیا جن سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے:﴿فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

''جو ایمان لایا اور اس نے اپنی اصلاح کرلی، انہیں کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ غم کھائیں گے''۔(الانعام:۴۸)

دوسری جگہ ان سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں (انہیں ہم اجر دینگے کہ) ہم نیکو کاروں کا اجر ضایع نہیں کرتے''۔ (الاعراف:۱۷۰)

جس نے خود اپنے آپ کو اور اپنے دین و دنیا دونوں کو بھی بگاڑ لیا وہ ذلیل ورسوا شیطانوں میں سے ہوگیا۔جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾

''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، ہم انہیں عذاب پر مزید عذاب دینگے بسبب ان کے فساد و بگاڑ پیدا کرنے کے''۔(النحل: ۸۸)

جبکہ دوسری مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ﴾

''اور کوئی شخص تو ایسا ہے کہ جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں آپ کو دلکش معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے۔اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تا کہ اس میں فتنہ انگیزی کرے اور کھیتی کو برباد اور (انسان وحیوان کی) نسل کو نابود کردے اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں فرماتا''۔(البقرہ:۲۰۴۔۲۰۵)

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ کا خوف کھاؤ تو غرور اسے گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسے شخص کو جہنم ہی سزاوار ہے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے (البقرہ:۲۰۶)

فائزین وخاسرین:

اللہ تعالیٰ نے اعمال خیر اور افعال شر سب بیان فرمادیئے ہیں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا ہے اور مباح امور واشیاء کی

تفصیل بیان فرمادی ہے لوگوں میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے اپنے اوقات کو غنیمت سمجھا اور اپنی عمر کے زمانہ کو اعمال صالحہ سے بھر دیا مباح اشیاء سے استفادہ کیا اور مسلمانوں کو انکے دین و دنیا پر رو کے معاملہ میں نفع پہنچایا۔ یہ لوگ تو دونوں جہانوں میں ہی فوز فلاح پا گئے اور لوگوں میں سے دوسرا گروہ وہ ہے جنہوں نے اپنی عمر کی گھڑیوں کو لہو ولعب میں برباد کرلیا اور اپنے رب کے حقوق بھی بھلا بیٹھے اور اس کی مخلوق وعباد کے حقوق کی ادائیگی بھی نہ کی، یہ لوگ کھلے گھاٹے میں ہیں۔

نوجوانوں کی روش:

موسم گرما اور ایسے ہی دیگر مواقع پر آپ بکثرت نوجوانوں کو دیکھیں گے کہ وہ گلی کوچوں اور سڑکوں بازاروں میں رات رات بھر منڈلاتے پھرتے ہیں، فٹ پاتھوں پر ڈیرے لگائے ہوتے ہیں۔ قہوہ خانوں اور سیر گاہوں میں تانتا باندھے نظر آتے ہیں و رات بھر جاگتے رہتے ہیں اور اپنے آپ کو اس کا عادی بنالیتے ہیں۔ اپنے اوقات وساعات تمبا کو نوشی اور حقہ کشی میں نکال دیتے ہیں اور ایسی گپوں میں گم رہتے ہیں جو انہیں صرف نقصان ہی پہنچاتی ہیں فائدہ کوئی نہیں دیتیں اور یہ امور انہیں دین و دنیا اور صحت کے نقصانات کی طرف لے جاتے ہیں اور ایسے نوجوان دن کو سوتے ہیں اور اپنے کسی مفادات سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اللہ کی سنن وقوانین قدرت کے برعکس چلتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات راحت وسکون کیلئے اور دن کو کام کاج اور تلاس معاش کیلئے بنایا ہے۔

نفع آور کی تلاش:

نوجوانو کو چاہئے کہ وہ ان امور کو تلاش کریں جو انہیں فائدہ پہنچانے والے ہیں اور انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں اور اس سلسلہ میں اللہ سے مدد طلب کریں اور ان امور واشیاء کے بارے میں بھی ادراک حاصل کریں جو کہ ان کے لئے نقصان دہ ہیں اور ان سے دور رہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللهِ وَلَا تَعْجِزْ

”نفع آور چیز کے حصول میں کوشاں رہیں اور اللہ سے مدد طلب کریں اور عاجز و درماندہ ہو کر نہ بیٹھ رہیں“۔[1] (صحیح مسلم)

والدین وسرپرستوں کی ذمہ داری:

ہر دن جو گزر جائے وہ کبھی لوٹ نہیں آتا وہ آپ کے حق میں یا تمہارے خلاف گواہی دے گا والدین اور متعلقہ سرپرستوں پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کیلئے ایسے مواقع مہیّا کریں جن میں وہ اپنے اوقات فرصت سے فائدہ اٹھائیں انہیں فارغ اوقات گزارنے کے بہتر ہی طریقے بتائیں، انہیں شیکوڑ گی سنٹرڈ مفید علمی کورسز علمی حلقوں اور تحفیظ القرآن کے حلقات کی سرگرمیوں کی طرف راہنمائی کریں اور انہیں اپنی تمام تر صلاحتوں کو مباح کی حدود میں صرف کرنے کی رغبت دلائیں وہ ان نوجوانوں کے داخل ہونے اور نکلنے کی جگہوں اور اوقات پر نگاہ رکھیں اور انہیں برے ساتھیوں کی سوسائٹی اور جوانی کی دیوانگی میں کھلا نہ چھوڑیں، نہ ہی انہیں فراغت وفرصت کے خطرات میں مبتلا ہونے دیں، نہ عقائد وافکار میں بگاڑ پیدا کرنے والے مقامات پر جانے کی اجازت دیں اور نہ ہی لہو ولعب اور ضیاع

---

[1] صحیح مسلم: 2664۔

اوقات کی جگہوں پر بھٹکنے کیلئے کھلا چھوڑیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ، وَهُوَ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا، وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ، وَمَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ".

"تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر کسی سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں جوابدہی و باز پرس ہوگی۔ مرد اپنے اہل خانہ پر نگران اور ان بارے میں جوابدہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران اور اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔ خادم اپنے مالک کے مال کا نگران اور اس کے بارے میں جوابدہ ہے"۔[1] (صحیح بخاری ومسلم)

لذت حیات و ہلاکت زندگی:

زندگی کی لذت ونعمت تو اللہ تعالیٰ کی عبادت، جدو جہد اور سعی و عمل میں ہے کہ ہر نیک و مفید کام سر انجام دیا جائے اور زندگی و ہلاکت اور شقاوت و بدبختی اللہ کی نافرمانی میں ہے، لہو ولعب میں ہے اور سستی و کاہلی میں ہے اور عواقب امور وانجام کار کے بارے میں جانوروں کی جیسی غفلت و بے حسی میں ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

"جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت و آرائش اور تمہارے آپس کے فخر وستائش اور مال و اولاد کی ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر طلب وخواہش ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے۔ پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر تو اسے دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کیلئے) عذاب شدید اور مومن کیلئے) اللہ کی طرف سے بخشش اور رضاء خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے۔ اپنے رب کی بخشش کی طرف اور جنت طرف لپکو جس کا عرض آسمان اور زمین کے عرض کا ہے اور جو ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے"۔ (الحدید: ۲۰۔۲۱)

فکرِ فردا اور ذکرِ آخرت:

اللہ سے ڈرتے رہا کریں اور اس کی اطاعت کریں اور اسے اس شخص کی طرح اپنے ہر فعل کا نگراں جانیں جو اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ اللہ اس کے ہر ظاہر و پوشیدہ قول وفعل کو دیکھنے اور سننے والا ہے۔

اے مسلمانو! آپ کے رب تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

[1] صحیح بخاری: 893۔

إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ اس نے کل (قیامت) کیلئے کیا بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے اور ان لوگوں جیسے نہ رہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے یہ فاسق و بدکردار لوگ ہیں، اہل جہنم اور اہل جنت برابر نہیں، اہل جنت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں“۔(الحشر:۱۸۔۲۰)

نعمتیں اور جوابدہی:

اللہ کے بندو! قبل اس کے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اپنے دنوں کو ان اعمال صالحہ کے ساتھ معمور و آباد کرلیں جو آپ کو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں فائدہ دیں بابرکت زندگی وہی ہے جو کہ ایسے اعمال صالحہ سے پر ہو جو کہ ہر چیز کی اصلاح کا باعث بنتے ہیں اور پر شعادت زندگی وہ ہے جس میں انسان امانت کو ضایع کر بیٹھے۔ حدیث میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

’دو نعمتیں ایسی ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں فریب خوردہ ہیں: صحت و تندرستی اور فراغت و فرصت“۔[1] (بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح الجامع:۶۷۷۸)

جبکہ ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"

”قیامت کے دن اس وقت تک کسی بندے کے پاؤں اپنی جگہ سے ہلنے نہیں پائیں گے جب تک کہ اس نے چار چیزوں کے بارے میں جواب طلبی نہ کرلی جائے گی: (۱) اس کی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں فنا کیا؟ (۲) اس کی جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں صرف کیا؟ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہاس نے اسے کہاں سے کمایا؟ (۴) اور اسے کہاں خرچ کیا“۔[2]

(ترمذی، ابویعلی، معجم طبرانی کبیر، صغیر، ابن عدی، ابن عساکر، دارمی، حلیہ بزار۔ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۹۴۶، صحیح الجامع:۱۲۲۱)

بعض روایات میں پانچ چیزیں ہیں وہاں یہ بھی ہے (۵) اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا؟ (۶) اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں گنوایا۔(الصحیحہ:۹۴۶، صحیح الجامع:۱۲۲۱)۔

---

[1]) صحیح بخاری:6412۔

[2]) ترمذی:2417۔

تعطیلاتِ موسم گرما میں والدین واولاد کی ذمہ داریاں

امام وخطیب: شیخ عبدالمحسن القاسم
۲/۶/۱۴۲۶ھ، ۸/۷/۲۰۰۵ء

وقت کے حوالے سے جزاء وسزا:

اے اللہ کے بندو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کریں جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور یہ تقویٰ وخوف الٰہی دلوں میں نور اور آخرت میں بشارت کا باعث بنتا ہے۔ یہ زندگیاں مٹ جائیں گی اور یہ دن فنا ہو جائیں گے جبکہ بندہ اگر اپنے وقت وزمانے کے بارے میں تقصیر وکوتاہی برتے گا تو اسے اس پر سزا دی جائے گی اور اگر اس نے اپنے ایامِ حیات کو غنیمت سمجھ کر ان میں نیک اعمال سرانجام دے لئے تو اسے اس پر اجرو ثواب ملے گا۔

دو نعمتیں:

اطاعت وفرمانبرداری کے امور سے اپنے اوقات کو آباد کرنا چاہئے جبکہ اس سلسلہ میں بہت سارے بندے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور لوگ جن

نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

دو نعمتوں کے بارے میں دھوکہ وفریب میں مبتلا ہیں: (۱) صحت وتندرستی اور فراغت وفرصت"۔[1] (صحیح بخاری)

فریب میں مبتلا ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ انکی صحیح معنوں میں قدر نہیں کرتے نہ انکی قیمت پہچانتے ہیں۔

امام ابن الجوزی لکھتے ہیں: "جس نے اپنی صحت وتندرستی اور فراغت وفرصت کے اوقات اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں صرف کیا وہ قابل رشک ہے اور جس نے انہیں اللہ کی معصیت ونافرمانی میں برباد کردیا وہ فریب خوردہ ہے"۔

چھٹیوں میں ضیاعِ وقت:

آج کی نوجوان نسل میں سے بعض لوگ چھٹیوں کے دنوں میں اپنے اوقات کو ناحق برباد کرتے ہیں اور اطاعت وعبادت میں کمی وکوتاہی کرجاتے ہیں ایسے میں ان کے والدین پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی اصلاح پر توجہ دیں اور انکی ایسے مفید کاموں کی طرف راہنمائی کریں جن میں وہ اپنے اوقات صرف کریں۔ والدین کے ہاتھوں میں ہی انکی نگرانی اور قیادت وسربراہی ہوتی ہے۔ جو بچے اپنے والدین کے نافرمان نکلتے ہیں، دین کے ساتھ ان کا تعلق بہت کمزور سا رہ جاتا ہے اور انکے اخلاق وکردار میں انحراف وبے راہ روی آجاتی ہے تو یہ سب والدین کی طرف سے سرپرستی کی ذمہ داری صحیح طور پر ادا نہ کرنے، ان کے بارے میں غفلت ولاپرواہی برتنے ان کے حالات کی خبر گری نہ کرنا، ان کی صحیح طور پر تربیت وپرورش میں خلل اور ذمہ داری ادا نہ کرنے کے برے نتائج ہیں۔

چنانچہ علاّمہ ابن قیم لکھتے ہیں: "جب آپ بچوں میں بگاڑ پائیں تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ وہ عموماً ان کے والدین کے سبب ہوتا ہے"۔

---

[1] صحیح بخاری: 6412۔

”زندگی کی مستیوں اور دنیا کی رونقوں میں کھو جاتا اور اپنے خاندان سے اعراض وروگردانی برتتا بچوں کو ضایع کردینے کا باعث بنتا ہے اور اس سلسلہ میں شرعی میزان نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ۔
”بیشک تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہارے اہل خانہ واولاد کا بھی تم پر حق ہے“۔[1] (صحیح بخاری)

صحیح نگرانی:

ان کی صحیح طور پر نگرانی نہ کرنا اور ان کی سوسائٹی کو جانچ پڑتال نہ کرنا انکی خیر خواہی میں نقص وکمی ہے اسی طرح نوجوانوں کے ہاتھوں میں کھلا مال تھما دینا جبکہ وہ حسن استعمال میں بھی کوتاہ دست ہوں تو اس میں ان کے بگڑ جانے کا موقع پایا جاتا ہے۔ان پر حسب ضرورت خرچ کیا جاتے۔اس میں نہ تو فضول خرچ کی جائے اور نہ ہی بخل وتقصیر سے کام لیا جائے۔

گھروں میں کھیل تماشے کی اشیاء:

گھروں میں کھیل تماشے کی چیزیں اور سیٹلائٹ چینلز وغیرہ اشیاء کا داخل کرنا بچوں کے صحیح معتقدات کو خراب کرنے میں بھی اثرانداز ہوتا ہے اس طرح وہ انہیں جرائم پیشہ بننے کی تربیت دیتے ہیں اور ان کے انحراف وبے راہ روی کا سبب بنتے اور ان کے اطاعت وعبادت الٰہی میں کمی کا باعث بن جاتے ہیں اور ان چیزوں کا نقصان صرف کسی ایک آدھ شخص کو ہی نہیں بلکہ سارے خاندان کو پہنچتا ہے۔ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَن يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِۦ﴾
”جو شخص برے عمل کرتے گا اسے اس (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا“۔(النساء:۱۲۳)

عقول وافکار میں اضطراب:

یہ چیزیں نوجوانوں کی عقول کو محوصیرت کرنے اور ان کے افکار ونظریات میں اضطراب وناپائیدار پیدا کرنے کا سبب بھی بنتی ہیں کیونکہ ان میں باہم متناقض اقوال اور متضاد آراء پیش کی جاتی ہیں اور احکام شریعت کے مسلمہ امور کو پیش کرے بشری آراء ومناظرہ کی کسوٹی پر ناحق اور تولا جاتا ہے جبکہ یہ جانچ پرکھ مسلمان پر واجب تسلیم ورضا سے کوئی مناسب ہی نہیں رکھتی کیونکہ ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ نصوص وحی اور احکام شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کردے اور انہیں قبول کریں میں پس وپیش نہ کرے اور نہ ہی عقلی اڑنگے لگائے۔اور فتنے گھروں کی بیماری بن چکے ہیں اور جو شخص ان فتنوں کا علاج صرف یہ ہے کہ انہیں گھروں سے نکال پھینکیں، ان سے اعراض وروگردانی کریں اور ان کے فریب وخسوں کاری سے بچ کر رہیں۔

والدین کی روگردانی کے نتائج:

والدین کا اپنے بچوں کے قریب رہنا انہیں برے ساتھیوں سے بچاتا ہے اور ان کے دلوں میں پائی جانے والی فراغت وتنہائی کو دور کرتا ہے جبکہ سرپرستوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو کہ اپنے بچوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں اور روحانی وجسمانی پر اعتبار سے ان سے دوری پر

[1] صحیح بخاری:1968۔

ہیں اوران کی ہدایت وراہنمائی کے اسباب سے بیگانے ہیں۔ حالانکہ والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ دین کے ساتھ گہرے تمسک وتعلق اور خطاؤں اور برائیوں سے دوری اختیار کرنے میں اپنے بچوں کیلئے ایک مثال اور بہترین نمونہ ثابت ہو۔ نرمی وعمدگی کے ساتھ انکی صحیح کاموں کی طرف راہنمائی کرے اور استقامت اختیار کرنے میں انکا بہترین معاون بنے اور انکے ساتھ رفق ونرمی سے کام لے اور ان سے سرزد ہونے والی کوتاہیوں پر صبر بھی کرے اور اگر والد اپنے بچوں کیلئے اپنے سینے میں وسعت پیدا نہیں کرے گا اور انہیں بگاڑ کر رکھ دے گا۔

جلد شادی کے فوائد:

جلد شادی کر دینا بھی بیٹوں اور بیٹیوں کی اصلاح کے عظیم اسباب میں سے ہے اور نبی اکرم ﷺ کی اس وصیت پر عمل بھی اس صورت میں ہو سکتا ہے چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

”اے نوجوانوں! تم میں سے جو شخص جسمانی استطاعت (ومالی) قوت پائے اسے چاہئے کہ شادی کر لے۔ یہ نگاہ کو نیچے رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کا ذریعہ ہے“۔[1] (متفق علیہ)

شادی میں تاخیر کر دینا نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایسی برائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے جن کا انجام برا نکلتا ہے۔

بچوں کی تربیت عظیم عبادت:

بچوں کی تعلیم وتربیّت اور ان کی ہدایت وراہنمائی ایک عظیم عبادت ہے جس پر ان کے والدین اجر وثواب پائیں گے اور اہل جنت کے اعمال میں سے ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ وَضَمَّ أَصَابِعَهُ

’جس نے دو بچیوں (بیٹیوں یا بہنوں) کی کفالت کی۔ انکی تہذیب وتربیت اور مالی کفالت کی۔ وہ قیامت کے دن اس طرح میرے ساتھ ہوگا اور آپ ﷺ نے قرب بتانے کیلئے اپنی انگلیوں کو باہم جوڑ کر کھول دیا۔“[2] (صحیح مسلم)

جبکہ ترمذی میں ارشاد نبوی کے الفاظ کا معنیٰ یہ ہے: دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الْجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ، وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ

”میں اور وہ یوں اکھٹے جنت میں داخل ہونگے اور اپنی دو انگلیوں کی ملاتے ہوئے انکی طرف ارشاد فرمایا۔“[3] (سنن ترمذی)

والد کی دعا:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے والد کی دعاء کو قبولیت کا شرف بخش رکھا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لَهُنَّ، لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ۔

---

[1] صحیح بخاری: 5065۔
[2] صحیح مسلم: 2631۔
[3] ترمذی: 1914۔

”تین لوگوں کی دعائیں بلا شک وشبہ مقبول ہوتی ہے: (۱) مظلوم کی بدعاء (۲) مسافر کی دعاء (۳) والد کی دعاء اسکے بچوں کیلئے۔“[1] (ابن ماجہ)

باعث مِسرت:

بچے جب نیک ہوں تو انکا پھل دیکھتے ہوئے حسن انجام کا تصوّر کر کے دلوں کو خوشی ومسّرت محسوس ہوتی ہے۔ارشاد الٰہیٰ ہے: ﴿أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى ۖ قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ﴾

’بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے؟ جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپکے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم واسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔“ (البقرہ:۱۳۳)

نعمت شِبابِ جوانی:

شباب وجوانی عمر کا وہ حصہّ ہے جوکہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے لیکن یہ بھی ہمیشہ نہیں رہی بلکہ زوال پذیر ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اغتنِمْ خمسًا قبل خمسٍ: شبابَك قبل هَرَمِك، وصِحَّتَك قبل سَقَمِك، وغناك قبل فقرِك، وفراغك قبل شُغلِك، وحياتَك قبل موتِك.

”پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو: (۱) اپنے بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کو (۲) اپنی بیماری سے پہلے اپنی صحت وتندرستی کو (۳) غناوتونگری کو فقرہ ناداری سے قبل (۴) مشغولیت کو فرصت سے پہلے اور (۵) اپنی موت سے پہلے اپنی زندگی کو“۔ (مستدرک حاکم)

محاسبہ وباز پرس:

نوجوان نے اگر اپنے شباب وجوانی پر کنٹرول نہ کیا اس میں لا پرواہی برتی اور تقصر وکوتاہی کا رویہ اپنایا تو اس پر اس کا محاسبہ وباز پرس ہوگی نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيمَ أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ فِيمَ فَعَلَ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَ أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَ أَبْلَاهُ"

’بنی آدم کا قدم قیامت کے دن اپنی جگہ سے اللہ کے حضور سے اس وقت تک ہلنے نہ پائے گا جب تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا: (۱) اسکی عمر کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں برباد کیا؟ (۲) جوانی کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں کھپایا؟ (۳) اس کے مال کے بارے میں کہ اِسے وہ کہاں سے کمایا؟ (۴) اور اسے کہاں صرف کیا؟ (۵) اور علم کے بارے میں کہ اس پر اس نے خود کتنا عمل کیا؟۔[2] (ترمذی)

بعض روایات میں ایک اور چیز ہے: (۶) ”اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس کام میں لگا کر پرانا کیا“۔ (صحيح الجامع:

---

[1] ابن ماجہ:3862۔

[2] ترمذی:2417۔

۷۳۰۰، الصحیحہ: ۹۴۶)

عرش الٰہی کے سائے تلے:

جو شخص اپنے شباب و جوانی کو اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے ہوئے محفوظ رکھے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ

"سات لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ دوسری کسی چیز کا کوئی سایہ نہیں ہوگا"۔ اور پھر نبی اکرم ﷺ نے ان سات لوگوں میں سے ہی ایک اس نوجوان کو بھی ذکر فرمایا جو کہ عبادت الٰہی میں پرورش پائے۔[1] (صحیح بخاری)

اطاعت میں پروردہ:

جس نے اپنے ایامِ شباب و جوانی میں اپنی خواہشات پر قابو پالیا اللہ تعالیٰ اسے بڑھاپے میں عزت و تکریم سے سرخرو کرے گا۔ سلف صالحین امت میں ایسے کتنے ہی لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اطاعت وعبادات اور حصولِ علم میں ہی پرورش پائی تھی۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راتوں کو تہجد گزارا کرتے تھے جبکہ ان کی عمر ابھی صرف دس برس کی تھی وہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھنا شروع کی اور آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کھڑے کر دیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود فرماتے ہیں: "اس وقت میری عمر صرف دس سال تھی"۔ (مسند احمد)

(۲) امام بخاری نے اپنی عظیم تاریخی وعلم کتاب التاریخ الکبیر اس وقت تصنیف فرمائی جبکہ ان کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔ وہ لکھتے ہیں: میں نے اس وقت یہ کتاب ان راتوں کے چاند کی چاندنی میں بیٹھ کر لکھی تھی"۔

(۳) علامہ ذہبی نے مسعود صالحی کے سامنے چالیس مرتبہ قرآن کریم کی تلاوت کی۔

(۴) عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز نے اپنی عمر کے انیسویں سال میں وفات جبکہ وہ اس عالم شباب میں ہی عبادات میں بڑے منہمک رہتے اور خوب جدو جہد کیا کرتے تھے۔ انہیں دنیا کی ہر نعمت حاصل تھی خلیفہ کے بیٹے تھے اور دولت و اقتدار ہر چیز میسر تھی مگر انہوں نے ان تمام مادی چیزوں سے منہ موڑے رکھا اور اپنے رب سے لو لگائے رکھی۔ امام ابن رجبؒ فرماتے ہیں: "اس سردار نوجوان کی عمر اور حالات کے تذکرہ میں ان کو گوں کیلئے بڑی زجر و توبیخ پائی جاتی ہے جو ان کی عمر سے تجاوز کر جائیں اور پھر بھی ناکارہ و بے کار پھر رہے ہوں ان کیلئے بھی خوب سرزنش ہے جو دنیوی مال و متاع سے دور ہیں لیکن اس کی طرف ہر وقت للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔

---

[1] صحیح بخاری:660۔

بری صحبت پر ندامت:

اپنی عمر کے پھول،شباب وجوانی کوغنیمت سمجھیں اور برے ساتھیوں کی سوسائٹی سے بچ کر رہیں کیونکہ انکی صحبت میں ندامت کے سوا کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾

''اور جس (قیامت کے) روز (عاقبت ناز مدہوش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے گا (اور کہے گا:) اے کاش! میں نے رسول کے ساتھ رشتہ استوار کیا ہوتا۔ ہائے شامت، کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا''۔ (الفرقان:۲۷-۲۸)

فتنہ وابتلاء:

عورت ایک فتنہ وابتلاء ہے اس کے فتنے سے بچ کر رہیں اور ان سے دور ہٹ کر رہیں۔ وہ عورت جو آپ کی محرم نہیں اور اس سے آپ کا باتیں کرنا جائز وحلال نہیں اس سے محوگفتگو ہونے سے بچ کر رہیں حرام کا مزہ بہت ہی ناد پر یا وزائل ہونے والا ہے اور اس کے بعد اس کے نتیجہ میں حسرتیں گھیر لیں گی۔ جس نے اپنی خواہشات نفس کی غلامی کی اس کا انجام ذلت وخواری اور بلاء ورسوائی ہے۔

لذت وسرور:

اطاعت وفرمانبرداری میں ایک عجیب لذت وسرور پایا جاتا ہے اور والدین کے ساتھ نیکی وحسن سلوک سعادت وخوش نصیبی کے اسباب میں سے ہے اور مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نمازیں ادا کرنے سے وہ شخص بہت ساری برائیوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

عظیم انسانوں کو جنم دینے والی:

اے مسلم مادر! ماں تو وہ ہستی ہے کہ اسکی گود میں بڑے بڑے عظیم انسان لوگ کھیلتے اور پرورش پائے ہیں اور امت کے عظیم لوگ ماؤں کی ہدایات ونگرانی اور حسن اہتمام و پرورش کے نتیجہ میں سامنے آئے امام شافعیؒ کہتے ہیں: ''میں نے یتیمی میں پرورش پائی ہے جبکہ میں شام میں تھا میری ماں نے حصول علم کی خاطر مجھے مکہ مکرمہ کا سفر کرنے کیلئے تیار کیا جبکہ اسی وقت میری عمر ابھی صرف دس برس کی تھی اور ان کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ جو وہ مجھے دیتیں جن سے میں کاغذ وغیرہ خرید سکتا۔ میں کوئی ہڈی دیکھتا تو اسے اٹھالیتا اور اسی پر لکھ لیا کرتا تھا''۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میری والدہ نے مجھے لباس علم پہنا دیا اور فرمایا کہ امام ربعۃ الرائے کے حلقہ درس میں چلے جاؤ اور ان کے علم سے بھی پہلے ان سے آداب سیکھو''۔

تربیت اولاد میں حصہ داری:

ماں وہ ہستی ہے جو کہ اپنے شوہر کے ساتھ اپنے بچوں کی اصلاح وتہذیب کی امانت کو صحیح طور پر اٹھانے اور ادا کرنے، نہیں شر و برائیوں سے بچانے اور فتنوں کے اسباب ومقامات سے دور رکھنے میں اپنے شوہر کا برابر ہاتھ بٹاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: وَالْمَرْأَةُ

رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا, وَمَسْؤُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

''عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اپنی زیر نگرانی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے''۔[1] (متفق علیہ)

ہر مسلمان ماں پر واجب ہے کہ وہ اپنی اس امانت کے بارے میں لا پرواہی وسستی نہ برتے اور اپنے بچوں کے ساتھ شفقت ومہربانی کا پہلو اس پر اتنا غالب بھی ہر گز نہ ہونے پائے کہ وہ ان کی صحیح راہنمائی کرنے اور انہیں احکام شریعت کی ادائیگی کا حکم دینے سے پیچھے نہ رہ جائے۔

حیاء کا مقام ومرتبہ:

اے مسلم دوشیزہ! حیاء ایک ایسی نعمت ہے جو کہ عورت میں جمال کا درجہ رکھتی ہے اور قوموں کی مدح سرائی اور تعریف وتوصیف ان کی عورتوں کے صفت حیاء سے متصف ہونے کے حوالے سے جاتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَجَآءَتْهُ إِحْدٰىهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَآءٍ﴾

''ان میں سے ایک لڑکی جو کہ حیاء دار تھی شرمائی ولجاتی ہوئی اُن (موسیٰ) کے پاس آئی''۔(القصص:۲۵)

لڑکی کی حیاء اس کے اور برائی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے اور حیاء داری پر اسے جنت کا وعدہ دیا گیا ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ

''حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت لے جانے والا ہے''۔[2] (سنن ترمذی۔ وقال: حدیث حسن صحیح)

حیاء کے تحفظ کا طریقہ:

اہلِ علم نے کہا ہے کہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس سے حیاء نہیں کرتا، اللہ کو اسے سزا دیتے ہوئے حیاء نہیں آئے گی۔حیاء کا تحفظ گھروں میں ٹکی رہ کر حجاب و پردے کا اہتمام کر کے، غیر محرم مردوں سے گفتگو سے بچ کر اور سیٹلائیٹ چینلز کے زہر سے بچ کر کیا جا سکتا ہے گناہ سعادت وخوشحالی کو بھگا لے جاتے ہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ''عورتیں شرمگاہ دوسروں کی نگاہ سے بچا کر رکھی جانے والی ہیں۔انہیں اپنے گھروں کے اندر چھپا کر رکھو''۔

قابل فخر خواتین:

ہمارے معاشرے میں ایسی عورتیں موجود ہیں جو کہ نیک وصالح ہیں اور اپنی عفت وعصمت کا تحفظ کرنے والی ہیں۔وہ ہمیشہ کتاب اللہ کے ساتھ دنیا تعلق قائم رکھتی ہیں حجاب وحیاء کا دامن خوب مضبوط سے پکڑے ہوئے ہیں اور وہ دین پر سختی کے ساتھ کابند ہیں۔یہی وہ خواتین ہیں جن پر معاشرے کو فخر ہے۔ارشاد الٰہی ہے: ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَّقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾

---

[1] صحیح بخاری:893۔

[2] ترمذی:2009۔

”اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ جسکا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں اور اللہ انہیں جو حکم دیتا ہے اسکی نافرمانی نہیں کرتے اور جو ارشاد نہیں ہوتا ہے وہ اسے بجالاتے ہیں“۔(التحریم:۶)

باعث سعادت:

خاندان اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری سے سعادت وخوشحالی پاتا ہے اور اسکے افراد کی حسن وخوبی ہی پورے معاشرے صلاح وفلاح ہے، فتنوں سے دوری اختیار کرنا اپنے دین کو محفوظ رکھنے کا باعث ہے ۔علم حاصل کرنا، اہل علم سے سوال کرتے رہنا اور حکمت و دانائی کے ساتھ تمام اسباب و ذرائع کو بروئے کار لانا معاشرے اور اسکے افراد کی صلاح وفلاح کے اسباب میں سے اہم ترین ذریعہ ہے۔

عفت وعصمت اور طہارت و پاکدامنی

امام وخطیب: شیخ صلاح البدیر
۱۴۲۶/۶/۹ھ، ۲۰۰۵/۷/۱۵ء

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ اس کا خوف وتقویٰ ہی سب سے بہترین عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری ہی سب سے اعلیٰ ترین شرف ونسب ہے۔ارشاد الٰہی ہے:﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾
”اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے کہ تم مسلمان ہو“۔(آل عمران:۱۰۲)

انحراف وفحاشی سے اجتناب:

مسلمانو! جب زمانہ شرور وفتن سے اٹ جائے اور انحراف و بے راہ روی کے اسباب بکثرت ہو جائیں تو ایسے میں مسلمان کیلئے لازم ہے کہ وہ حرام میں ملبوث ہونے سے بچے جائے، فحاشی ومنکرات کے ارکاب سے بالا رہے، تباہ کن خواہشات نفس کی غلامی اور مہلک ارادوں کو بروئے کار لانے سے محفوظ ہے، اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کر کے اسے نجاستوں اور گندگیوں سے بچائے اور اس چیز سے روک کر رکھے جو کہ حلال نہیں ہے۔

شہوت رانی کے برے نتائج:

جب کوئی شخص شہوت رانی میں مبتلا ہو جائے اور حرام لذتوں کی لت کے سامنے ہتھیار ڈال دے تو سمجھ لیں کہ وہ شخص نامراد و ناہنجاری کی دلدل میں گر کر ہلاک ہو گیا وہ صنیاع، قلق واضطراب، اعصابی تناؤ اور سراسیمگی کے گہرے گڑھوں میں جا گرا، انحلال وا باحیت اور بدبختی و شقاوت کی دی میں گم ہو گیا۔ارشاد الٰہیٰ ہے:﴿وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾
”شیطان جسکا ساتھی ہوا تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے“۔(النساء:38)

عفت کی اہمیت اور فحاشی کا انجام:

مسلمانو! عفت و پاکدامنی آدمی کے صدق ایمان، طہارت نفس اور حیاتِ قلب کی برہان ودلیل ہے اور یہ زندگی کی عزت وشرف اور اسکی کرامت ومنزلت ہے اور اسی کی بدولت فحاشیوں کی تلخیوں، معصیت ونافرمانی کے درد والام اور عذاب آخرت کی حسرتوں سے نجات حاصل ہوتی ہے اور جو شخص عفت و پاکدامنی کے دائرے سے نکل جائے وہ بد مشرب، خبیث گاڑی کا سوا ئد بودار مطالب کا خواہاں، ضلالت وگمراہی میں مبتلا، قبیح اوصاف سے متصف اور بدترین صفات کا مالک ہو جاتا ہے۔ذلت و رسوائی اسکا یہ جگہ پیچھا کرتی ہے۔ہلاکت وتباہی اسے ضرور ہی پکڑ لیتی ہے اور عذاب اسے برباد کر کے ہی چھوڑتا ہے۔خسارہ ہے اس کے لئے جو خباثتوں کی کیچڑ میں پھنس گیا عبث و بیکاری کا پٹا اسکے گلے میں پڑ گیا۔حدود الٰہی سے تجاوز کر کے تباہیوں کے کناروں پر جا نکلنے والے نامرادیوں کا شکار ہو گئے اور ظالم ومجرم لوگ شقاوت و بدبختی کا نوالہ بن گئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:﴿لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾

”(اے نبی!) آپکی جان کی قسم! وہ اپنی مستی میں مدہوش (ہو رہے) تھے“۔(الحجر:۷۲)

انہوں نے فحاشی و بدکاری کی محبت کا نشہ لگا لیا‘اب وہ کسی مذمت سے ڈرتے ہیں نہ کسی ملامت کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں کسی عدل کا خوف ہے۔ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے:﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ﴾

”سو انہیں سورج نکلتے ہی چنگھاڑ نے آلیا اور ہم نے اس (شہر) کو اُلٹ کر اوپر نیچے کر دیا اور ان پر کھنگر کی پتھریاں برسائیں۔بیشک اس (قصّے) میں اہل فراست کیلئے نشانی ہے اور وہ (شہر) اب تک سیدھے راستے پر موجود ہے“۔(الحجر ۷۳۔۷۷)

سعادت وخوش نصیبی کا راز:

کتنا صاحب سعادت وخوش بخت ہے وہ شخص جس نے عفت و پاکدامنی اختیار کر لی اور وہ انتہائی کامیاب انسان ہے جس نے اپنے آپ کو گناہوں کی دلدل میں گرنے سے بچالیا‘بڑا ہی نصیبے والا ہے وہ شخص جس نے اپنی نگاہوں پر کنٹرول کرلیا اور بشارت وخوشخبری ہے اس شخص کیلئے جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی،اپنی آبرو کو محفوظ کرلیا اور اپنے نفس کا تحفظ کرلیا،حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ، أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

”جو شخص مجھے اپنی ٹانگوں کی درمیان چیز (شرم گاہ) اور اپنے جبڑوں کی درمیان چیز (زبان) کے تحفظ کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں“۔[۱](صحیح بخاری،صحیح الجامع:۶۶۱۷)

اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:یا شباب قریش!احفظوا فروجكم، لا تزنوا،ألا من حفظ فرجه،فله الجنّةُ

”اے قریش کے نوجوانو! جس نے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو،زناکاری نہ کرو۔خبردار! جس نے اپنی شرمگاہ کو (حرام سے) محفوظ رکھا اس کے لئے جنت ہے“۔[۲](بیہقی وحاکم:صحیح علی شرطھما)

ایسے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ:وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ۔

”سات لوگوں کو اللہ اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا“۔اور پھر آپ ﷺ نے ان ساتوں کو گن گن کر بتایا:”اور انہی میں سے ایک وہ ہے جسے کسی بڑے خاندان ومنصب والی حسین وجمیل عورت نے بدکاری کی دعوت دی اور اس نے کہہ دیا:میں اللہ سے ڈرتا ہوں“۔[۳](متفق علیہ)

---

[۱] صحیح بخاری:6474۔
[۲] صحیح الترغیب:2410۔
[۳] صحیح بخاری:660۔

امید بہار رکھ:

اے وہ نوجوان! جس کا نکاح کرنے کو جی چاہے مگر تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہو حق مہر ادا کرنے کی طاقت نہ ہو اور نہ ہی شادی کے اخراجات کا متحمل ہو اپنے آپ کو حرام سے بچا کر کہیں گناہوں سے بالا رہیں اور سب کچھ جاننے والے مالک کا یہ اعلان گوش ہوش سے سنیں جس میں اس نے فرمایا ہے:﴿وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

”اور جنہیں نکاح و بیاہ کا مقدر نہ ہو وہ پاکدامنی کو اختیار کئے رہیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی کر دے“۔(النور:۳۳)

اللہ تعالیٰ نے عفت و پاکدامنی کے حصول کی نیت سے نکاح و بیاہ کرنے والوں کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا رکھا ہے اور انہیں اپنی کفالت کی بشارت سنوائی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: الْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَالْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ

”تین آدمی ایسے ہیں کہ ان کی مدد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر حق و ذمہ لیا ہے: (۱) وہ غلام جو (اپنی آزادی کیلئے اپنے مالکوں کو ایک رقم دینے کا معاہدہ لکھ لے اور وہ) ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو۔ (۲) نکاح و بیاہ کرنے والا وہ شخص جو اس کے ذریعے عفت و پاکدامی کا ارادہ رکھے۔ (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا“[1] (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

حق مہر وغیرہ میں مبالغہ:

اے مسلمانو! نکاح کرنے میں اس شخص کی مدد کرنا جو تنگدستی کے ہاتھوں اس سے عاجز ہو مگر شادی نہ ہونے کی وجہ سے اسے ضرور مشقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہو، یہ بہت بڑی نیکی اور احسان عظیم ہے اور عفت و پاکدامنی کی راہیں کھولنے کا ایک عظیم و جلیل القدر طریقہ ہے۔ یہاں یہ بات ذکر کر دینا بھی واجب و ضروری ہے کہ حق مہر کے طور پر بڑی بڑی رقمیں مانگنا، شادی کی تقریبات میں بے تحاشا اخراجات کر کے ان پر فخر و مباہات کرنا اور اترانا، شرائط عائد کرنے اور مطالبات کرنے میں حدود سے تجاوز کر جانا اور نکاح و بیاہ کے اخراجات میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھنا ایسے امور میں کہ ان کی وجہ سے بہت سارے لوگ حلال ومباح کے ذریعے اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے کی کوششوں سے عاجز آرہے ہیں اور شادی کر کے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے میں مشقت پا رہے ہیں اور انہی امور کے نتیجہ میں بکثرت نوجوان لڑکے اور دوشیزائیں انحراف و بے راہ روی اور فساد و بگاڑ میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ہمارے رب نے تو ارشاد فرما رکھا ہے: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ إِنْ يَّكُونُوا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

”اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو اور اپنے نیک غلاموں اور کنیزوں کے بھی۔ اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل و کرم سے غنی و خوشحال کر دے گا“(النور:۳۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: أَلَا لَا تُغَالُوا صُدُقَةَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللّٰهِ لَكَانَ أَوْلَاكُمْ بِهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ

[1] ترمذی:1655۔

نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً ۔

”عورتوں کے حق مہر مہنگے نہ کرو۔ اگر یہ دنیوی اعتبار سے کوئی عزت والی چیز ہوتی اور اللہ کے یہاں تقویٰ کی دلیل ہوتی تو تم سب سے نبی ﷺ اس کے زیادہ حقدار تھے اور میرے علم کے مطابق نبی ﷺ نے کسی عورت سے نہ خود نکاح کیا اور نہ ہی اپنی کوئی بیٹی بیاہی ہے جس کا حق مہر بارہ روقیہ چاندی سے زیادہ ہو“۔[1] (سنن ترمذی)

عربی وشرعی اوران میں سے اوقیہ ایک رطل کا بارھوں حصہ ہوتا ہے اور رطل چالیس تولے کے برابر ہوتا ہے۔(المصباح) بارہ اونس کا رطل یا ڈیڑھ پاؤ بھر کہا گیا ہے۔(لغات الحدیث: علامہ وحید الزماں ۲/ ۹۱)

شادی یا پھر روزہ:

مسلمانو! روزہ رغبت نکاح کو کاٹنے والا پیاس کر بجھانے والا اور فجور وزنا کے محرکات کو ٹھنڈا کرنے والا عمل ہے۔عفت و پاکدامنی کے خواہاں کے خواہاں لوگ اسی سے مدد حاصل کرتے ہیں۔اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے اس سے تحفظ پاتے ہیں اور جو شادی بیاہ کرنے سے معذور و مجبور ہوتے ہیں وہ اس سے اپنے آپ کو بہلاتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

”اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص جسمانی استطاعت (ومالی قدرت) پائے اسے چاہیئے کہ وہ شادی کرے۔یہ اسکی نگاہ کو جھکانے والی اور اسکی شرمگاہ کو گناہ سے بچانے والی ہے اور جو مالی استطاعت نہ پائے اسکے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے۔یہ اسکی خواہش کو ماند کردے گا“۔[2] (متفق علیہ)

نگاہوں پر کنٹرول:

مسلمانو! جو شخص کسی حرام چیز سے دواء وعلاج کرے گا اسے مشقت کے سوا کچھ ہاتھ نہ لگے گا۔پریشان نگاہی و بدنظری اور آنکھوں کو حرام اشیاء دیکھنے کیلئے کھلے چھوڑ دینا عفت و پاکدامنی کا دشمن، فسق و فجور کا داعی شرّ و فساد کا پیامبر اور دل میں شہوت کی تخم ریزی کرنے والا فعل ہے جبکہ تمام تر سعادت و خوش نگاہوں کو جھکائے رکھنے میں اور نجات شہوت کا سر توڑنے میں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾

”(اے نبی!) مومن مردوں سے کہہ دیں کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ انکے لئے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں بیشک اللہ انسے خبردار ہے اور مومن عورتوں سے بھی شرمگاہوں کی حفاظت کریں“۔ (النور: ۳۰-۳۱)

---

[1] ترمذی:1114۔

[2] صحیح بخاری:5066۔

عریانیت بینی کرنا:

حرام تصاویر کی تانک جھانک نفس کو پلید کردیتی ہے اور اسے سرکشی ونافرمانی کے ارادے میں تقویت پہنچاتی ہے۔کیا آپ ان ہیجان خیز مناظر عریاں تصویروں اور عریانی کو دیکھنے سے باز آگئے ہیں؟ باز آجائیں ورنہ یہ چیز عفت و پاکدامنی اور عزت وشرافت کی باڑ توڑ دے گی اخلاقی جرائم پھیل جائیں گے امن وامان مفقود ہوجائے گا اور خوفناک زیادتیوں کا دور دورہ ہوجائے گا۔

ہیجان خیز اشیاء:

خواہشات نفس کا بے لگام گھوڑا اور پر ہیجان جنسی بھوک انسان کو بیوقوف بنادیتی اور شرّ کی گاڑی پر بٹھا دیتی ہے۔ان مخرب اخلاق فلموں، رسالوں، فحش قصوں کہانیوں، ڈشوں اور سیٹلائیٹ چینلوں سے کیا حاصل ہورہے؟ ان چیزوں نے ہیجان خیزی کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے اور جنسی جذبات کو بھڑکانا ہی انکے قیام کا بنیادی مقصد ہے۔ انکے اہداف ومقاصد میں سے سرفہرست عفت وعصمت اور طہارت و پاکدامنی سے جنگ کرنا ہے۔اے میرے مسلمان بھائی انکے شرّ وبلاء اور ہلاکتوں سے فوری نجات کی کوشش کریں تاکہ آپ اپنی عزت وشرف کو محفوظ رکھ سکیں، اپنی آبرو کو بچالیں اور نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ اپنی اولاد کو بھی ان کے شرّ وفساد سے سلامت رکھ سکیں ہمارا دین ہمیں ان سے بالا تر رہنے کو لازم کرتا ہے اور امانتداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم انہیں دفع دور کریں۔

اچھی نشست اور اچھا ہم نشین:

اے وہ شخص جو عفت و پاکدامنی چاہتا ہے اور انحراف و بے راہ روی کے گڑھے میں گرنے سے بچنے کا خواہاں ہے کسی نیک آدمی کو ساتھی چن لو، کسی اچھے شخص کے ہم نشین بن جاؤ اور غمخوار دوست تلاش کرلو۔مشکوک مقامات پر آمدورفت سے اجتناب وگریز کرو اور بدفطرت ساتھیوں سے باز آجاؤ اور ایسے لوگوں ساتھ چھوڑ دو جنکی رفاقت ودوستی ذلالت ورسوائی میں واقع ہونے اور فحاشی میں مبتلا ہونے کی دعوت دیتی ہے کتنے ہی لوگ ہیں جنہیں ان کے برے ساتھیوں نے دائمی ولازوال رسوائی میں ڈال دیا ہے اور ایسے شرّ سے دوچار کردیا ہے جو ختم ہونے والا نہیں۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔

''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تم میں سے ہرکسی کو دیکھ بھال کر کسی کو دوست بنانا چاہیئے''۔[1] (ابوداؤد، ترمذی)

فرصت کا صحیح وغلط استعمال:

اے اللہ والے! زمانے کے شرف وفضیلت کو پہنچانو اور وقت کی قدر کو سمجھو اور حیات وعمر کی قیمت کو جانو۔اپنی فرصت وفراغت کے ایام کو نقصان وہ منحرف اور قاتل افعال ونظریات اور مہلک عادات وخصائل کی اماجگاہ نہ بنالو۔بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے دعائیں مانگتے رہو اور اس سے اس بات کا مسلسل سوال کرتے رہو کہ وہ برائی وفحاشی کو آپ سے دور رکھے۔اللہ سے پناہ طلب کرو اور اسی کو اپنا ملجا وماوی بناؤ،

[1] ابوداؤد:4833۔

نماز کی پابندی کرو کیونکہ یہ فحاشی ومنکرات سے روکتی ہے ۔راستے کی مشقتوں اور مصائب و بلاء سے بچنے کیلئے ایمان افروز مجالس میں وقت گزارنے کی پابندی کریں، دروس القرآن کے حلقات میں شرکت کریں اور بلا عذر انہیں ترک نہ کریں کیونکہ یہی تو سرسبز وداب چراگاہیں اور جان فزا رو دلفریب باغیچے ہیں جن میں بیٹھنے سے دلوں کو صحت وتقویت ملتی ہے ۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی کرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا. قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: حِلَقُ الذِّكْرِ ۔

''جب تم جنت کے باغیچوں میں سے گزرو تو کچھ کھا پی لیا کرو'' ۔صحابہ نے عرض کیا: جنت کے باغیچے کون سے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ذکر الٰہی (تعلیم وتدریس قرآن وسنت کے حلقے'' ۔[1] (ترمذی)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو گناہوں سے بچائے اور اپنے فضل وکرم سے ہمیں چھوٹے بڑے تمام فتنوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے ۔

مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اسے اپنے قول وفعل کا دیکھنے سننے والا نگران تسلیم کرو اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے باز رہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾

''اے یمان والو! اللہ کا تقویٰ وخوف اختیار کرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہو'' ۔(التوبہ:119)

پردہ وعدم اختلاط:

اے مسلمان خاتون اے عفت مآب و پاکدامن عورت! آپ کا رول بہت ہی اہم ہے اور اس امت کی طہارت کا تحفظ کرنے، عفت کے اسباب کی رعایت ونگرانی اور پاس کرنے اور معاشرے کو تباہوں سے بچانے کیلئے آپ پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ۔اور اس طرح ادا ہوگی کہ آپ ستر وحجاب اور پردہ ووقار کا التزام کریں، اختلاط ومیل جول اور بے پردگی چھوڑ دیں حرام خلوتوں سے خبر دار رہیں اور اپنی عظیم ذمہ داری کو نبھائیں تو آپ آبرومندانہ زندگی اور فخر واعزاز پائیں گی اور جنابِ نعیم پانے میں کامیاب ہوجائیں گی ۔

بیرون ملک جانے کے خطرات:

اے اللہ کے بندے! اے وہ شخص جو بیرون ملک سفر کرجانے کو آزادی بنائے ہوئے ہے اور اسے غیر اخلاقی حرکتوں کا ذریعہ اور فحاشی ومحرمات کا وسیلہ اختیار کئے ہوئے ہے اور درپردہ یہ سب کاروائیاں کررہا ہے یاد رکھو آپ چاہے نگرانی کرنے والے سرپرستوں سے کتنے بھی دور کیوں نہ چلے جائیں اور رشتہ داروں کی نظروں سے اوجھل کیونہ چلے جائیں اللہ آپ کو ہروقت دیکھ رہا ہے وہ آپ کے ظاہر وپوشیدہ تمام افعال وحالات کا مشاہدہ کررہا ہے اور اس کا علم ظاہری وپوشیدہ تمام اشیاء کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ہلاکت کے راستے سے ہٹ جاؤ اور اپنے مولا کریم کی نظروں سے شرم کھاؤ تم نے ہلاکت کے دروازے پر دستک دے دی ہے اور زہریلے سانپ کی دم پر پاؤں رکھ دیا ہے اور شقاوت ومشقت کی طرف قدم اٹھالیا ہے جبکہ صاحب عقل ودانش تو نتائج پر گہری نظر رکھتا اور مصائب ومشقت کا باعث بننے والے امور سے بچتا ہے جنہیں سلامتی کے دنوں نے فریب میں مبتلا کردیا ندامت کی زبانوں نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا اور جسے اشارہ کام نہ دے اسے طویل وعظ بھی فائدہ نہیں دیتا اللہ نے اپنی کتاب عظیم میں فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾

---

[1] ترمذی:3510۔

''صرف اہل عقل و دانش ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں''۔(الرعد:۱۹)

مسلمانو! سننے کا پھل عمل کرنا ہے لہذا آپ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جو سننے اور پر اچھے کام کو سرانجام دیتے ہیں۔

نماز میں خشوع کی فضیلت و ذرائع حصول اسوۂ سلف اور حالت خلف

امام وخطیب: شیخ عبدالباری الثبیتی

١٦/٦/١٤٢٦ھ ٢٢/٧/٢٠٠٥ء

میں خود کو اور آپ سب کو اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت و تاکید کرتا ہوں۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے اتنا ڈرتے رہا کرو جتنا کہ اس سے ڈرنے کا حق اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے سوائے اس کے کہ تم مسلمان ہو''۔ (آل عمران: ١٠٢)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ﴾

''اور نماز قائم کریں، بیشک نماز فحاشی و بدکاری اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر تو بہت ہی بڑا عمل ہے اور اللہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے''۔ (العنکبوت: ٤٥)

مقامِ نماز:

نماز کے بارے میں گفتگو ایک ایسا موضوع ہے کہ جسے بار بار دہراتے اور اسکی یاد دہانی کرواتے رہنے کی ضرورت ہے، اس کا تذکرہ سننے سے نیک لوگوں کے دل نہیں اکتاتے اور نہ ہی اس سے اچھے لوگوں کے دل سیر ہوتے ہیں نماز تمام فرائض سے زیادہ اثر رکھنے والی ہے اور اگر اسے چھوڑ دیا جائے تو اس کا انجام وسزا بھی سب سے بھیانک وخوفناک ہے۔ اور یہی بیان بھلائی میں سے سب سے زیادہ جلیل القدر ہے۔ نماز میں دہرائے جانے والے اذکار سب سے زیادہ شرف و کرامت والے ہیں ور نماز کی ادائیگی کے لئے حرکات سرانجام دی جاتی ہیں وہ بھی تمام حرکات سے زیادہ باعزت و بااقرام ہیں۔

نماز دین کا ستون ہے اور یہی اللہ رب العالمین کی جنتوں کی چابی بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو سفر معراج سے شرفیاب کیا گیا اور آپ ﷺ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے گئے اور نبی اکرم ﷺ مقام ومرتبہ اور درجات میں بلند سے بلند تر ہوتے چلے گئے آپ ﷺ کو اس مقام تک لے جایا گیا جہاں سے قلموں کے لکھنے کی آواز سنی جارہی تھی۔ آپ ﷺ دو قوس کی مسافت یا اس سے بھی زیادہ اللہ کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز کا حکم نازل ہوا۔

اہمیتِ نماز:

جب نبی اکرم ﷺ کا آخری وقت آیا اور آپ ﷺ عالم نزع وغرغرہ میں تھے اور آپ ﷺ کو پتہ چل گیا کہ اب موت کا وقت آگیا ہے۔ اب اس دنیا کو خیر باد کہہ کر اپنے رب سے ملاقات ہوگی۔ اس وقت آپ ﷺ نے جو وصیتیں فرمائی ان میں سے آخری وصیت نماز ہی کے بارے میں تھی۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ یہ فرمارہے تھے: الصلاۃَ و ما مَلَکتْ أیمانُکم ، الصلاۃَ و ما مَلَکتْ

أيمانكم

''نماز کا خیال رکھنا، دیکھنا نماز نہ چھوٹنے پائے اور اپنی ملکِ یمین (غلاموں کنیزوں) سے بھی حسن سلوک سے پیش آنا''۔[1] (مسند احمد)

جس نے نماز کی پابندی کر لی اس نے اپنے دین کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اور اس کی اصل و جڑ کو قابو کر لیا اور جس نے نماز ضائع کر دی اس جڑ سمیت دین کو ضایع کر دیا۔

فضائل نماز:

نماز وہ دواء ہے جو دلوں کے امراض و بیماریوں سے شفا عطا کرتی ہے، نفوس کا فساد و بگاڑ دور کرتی ہے اور ان کی بیماریوں کا مداوا کرتی ہے۔ نماز وہ نور ہے جو کہ گناہوں اور نافرمانیوں کے اندھیروں کو زائل کرتا ہے، اس کے ذریعے مسلمان اپنے دل کی غفلتوں اور نفس کی منفیوات ولغویات سے طہارت و پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.

''کیا خیال ہے اگر کسی کے دروازے نہر بہ رہی ہو اور اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو اس کے جسم پر کوئی میل کچیل رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: نہیں، اس پر کوئی میل کچیل نہیں بچے گا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نماز پنجگانہ کی مثال بھی اس (نہر میں پانچ مرتبہ غسل کی) طرح ہی ہے کہ ان نمازوں (کے روحانی غسل) کے ذریعے اللہ تعالیٰ خطاؤں گناہوں کو مٹاتا ہے۔[2] (صحیح مسلم)

وضوء کا ثواب:

نماز تو بہت بڑی بات ہے صرف وضو کرنے کے فضائل میں نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اسی میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: فإنْ هو قامَ فصلَّى فَحَمِدَ اللهَ، وأَثْنَى عليهِ، ومَجَّدَهُ بِالذي هو لهُ أَهْلٌ، وفَرَّغَ قلبَهُ للهِ تعالى؛ إلَّا انصرفَ من خطيئَتِه كَهَيْئَتِه يومَ ولَدَتْهُ أُمُّهُ.

''اب (وضوء کر کے) اگر وہ کھڑا ہوا اور اس نے نماز پڑھی۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی، اس کی اس تمجید و بزرگی کا تذکرہ کیا جس کا وہ بجا طور پر اہل و سزاوار ہے اور اپنے دل کو اللہ کیلئے خالص و فارغ کر دیا تو وہ شخص گناہوں سے یوں پاک ہو کر نکلے گا جسے کہ اس دن تھا جس دن اسکی ماں نے اسے جنم دیا تھا''۔[3] (صحیح الترغیب:396)

وہ عبادت جس کے یہ ثمرات ہیں اور وہ عمل جس کی یہ شان و برکات ہیں وہ عمل واقعی اس لائق ہے کہ ہم کہ ہم اسے بجالائیں اور اس پر بخوبی توجہ دیں اور اسے اپنا نصیب العین اور دلوں مسرت آمیز بات بنالیں۔

---

[1] صحیح الجامع:3873۔

[2] صحیح مسلم:667۔

[3] صحیح الترغیب:.396

اذان اور مسلمان:

اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) آؤ نماز کی طرف، آؤ فلاح وخلاصی کی طرف۔ یہ صدائے آذان تمام آفاق کو بھرے رکھتی ہے اور اذان کے کلمات کانوں میں گھستے چلے جاتے ہیں تا کہ وہ ایمان سے کے چمکتے جسموں اور اللہ سے لو لگائے ہوئے دلوں کو بیدار کریں۔ اب کہا ہے لوگوں کے گروہوں کے گروہ بڑھ چلے آتے ہیں، جماعتوں کی جماعتیں صفیں بنا چلی جاتی ہیں ان سے سمندر کی متلاطم لہروں جیسا شور نہیں اٹھتا اور نہ ہی شہد کی مکھیوں جیسی غیر منظم حرکت وآواز رونما ہوتی ہے۔

نمازیوں میں نظم وضبط:

آپ دیکھتے ہیں کہ مسجد لوگوں سے لبالب بھر چکی ہے وہ یوں مل کر اور جڑ کر رہتے ہیں کہ آپ صفوں کو خوب سیدھا پائیں گے جس طرح کہ کسی کتاب کے صفحات میں بڑے فمدہ منظم انداز سے لکھی سطور ہوں اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک کے پیچھے دوسری اور یکے بعد دیگرے صفیں باندھے چلے جاتے ہیں اور ایک مکمل و ربط وضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نمازیوں کی مسجد میں حالت یہ ہوتی جیسے گندم کا خوشہ شروع سے لیکر آخر تک دانو کی کڑیوں سے پر ہوتا ہے دانے بکثرت ہونے کے باوجود خوشہ کسی بھی دانے کو دوسروں پر ترجیح دے کر ممتاز و بلند اور کسی کو کمتر سمجھ کرادی درجہ کا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ﴾

”یقیناً وہ مومن فلاح وکامیابی پا گئے جو کہ اپنی نمازوں کو انتہائے خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں“۔ (المؤمنون: ۱۔۲)

فضائل خشوع:

اللہ کے بندو! خشوع کے ذریعے غازی ظاہر و باطن ہر دو طرح کی طہارت و پاکیزگی کو بیک وقت کا حاصل کرتا ہے۔ نبی کرم ﷺ اپنے رکوع میں یہ بھی کہا کرتے تھے: خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي۔

”تیرے سامنے میری سماعت و بصارت میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے اعصاب سب جھکے ہوئے ہیں“۔[1] (صحیح مسلم)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں مذکورہ الفاظ کے ساتھ ہی یہ اضافی الفاظ بھی ہیں: (وَمَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ قَدَمِي) (مسند احمد)

ہر عضو تیرے حضور جھکا ہوا ہے میرے قدموں نے اٹھا رکھا ہے“۔

گناہوں سے روکنا:

خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرنے سے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور اسی نماز کو بندے کی نیکیوں کے کھاتے میں لکھ دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَا مِنِ امْرِءٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوبَةٌ، فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوعَهَا وَرُكُوعَهَا إِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ مَا لَمْ يُؤْتِ كَبِيرَةً، وَذٰلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

---

[1] صحیح مسلم: 771۔

''جس بندے پر کسی فرض نماز کا وقت آن پہنچے اور وہ اس کے لئے اچھے طریقے سے وضوء کرے اس میں خشوع وخضوع اختیار کرے اور اچھی طرح سے اس کے رکوع وسجود ادا کرے تو وہ نماز اس کے سابقہ تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اگر اس نے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو اور یہ (مغفرت ذنوب) ہمیشگی کیلئے (ایک فرض نماز سے ہوتی رہتی ہے''۔[1] (صحیح مسلم)

نماز اگر خشوع وخضوع کی زینت سے مزین ہو اور اسکے اذکار وکیفیت ادا کے افعال میں تذلل وانکساری، تعظیم ومحبت الٰہی اور سکون ووقار بھی خوب راسخ طور پر پائے جائیں تو ایسی نماز فحاشی وبدکاری اور برے کاموں سے روکتی ہے۔اس سے نماز کا دل منور ہو جاتا ہے، اس کا سینہ طہارت وپاکیزگی حاصل کرتا ہے، اس کا ایمان بڑھتا ہے، خیر وبھلائی کے کاموں میں اس کی رغبت میں اضافہ وتقویت آتی ہے اور شرّ وبرائی کا ودعیہ معدوم ومفقود ہو جاتا ہے۔

التفاتِ الٰہی کا حصول:

خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے سے بندے کی توجہ اللہ کی طرف بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنے رب سے لو لگا لیتا ہے اور اللہ کا قرب حاصل کر جاتا ہے مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا يَزَالُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلًا عَلَى الْعَبْدِ وَهُوَ فِي صَلَاتِهِ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ، فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ۔

''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف اس کی نماز کے دوران توجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ ادھر ادھر نہ جھانکنے لگے اور جب وہ نماز سے پھر جاتا ہے۔تو اللہ بھی اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے''۔[2] (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

محرومی سے پناہ کی دعاء:

نماز میں خشوع خضوع ایک عظیم الشان کیفیت ہے، اس کا وجود بڑا ہی نادر ہے اور یہ جلد ہی مفقود بھی ہو جاتی ہے اور ہمارے زمانے میں تو بالخصوص پر بڑی ہی نادر اور جود چیز ہے۔اس خشوع سے محرومی سب سے بڑی مصیبت ومرض اور بہت ہی بڑا معاملہ ہے۔نبی اکرم ﷺ ہمیشہ دلی خشوع کے فقدان سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ کی دعاؤں میں سے ہی یہ بھی تھی: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ

''اے اللہ! میں اس دل سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو خشوع نہ کرے (نہ ڈرے)''۔[3] (ترمذی)

رفع خشوع:

مسلمانوں کے اخلاق میں کمزوری اور سلوک وکردار میں انحراف دے راہ روی کے درآنے کا بنیادی سبب ہی یہی ہے کہ انکی نماز روحانی نیت سے خالی (بے سرور) ہو کر محض چند حرکات کا مجموعہ بنا کر رہ گئی ہے۔معجم طبرانی وغیرہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم:228۔

[2] ابوداؤد:909۔

[3] ترمذی:3482۔

أَوَّلُ شيء يُرفَعُ من هذه الأمة الخشوع حتى لا ترى فيها خاشعا.

''اس امت سے سب پہلے جو چیز اٹھالی جائے گی وہ خشوع ہے یہاں تک کہ آپ کو اس کا کوئی فرد خشوع کرنے والا نظر نہیں آئے گا''۔[1] (معجم طبرانی کبیر، حلیۃ الاولیاء ابونعیم، الکامل لابن عدی۔ صحیح الترغیب للالبانی: ۵۴۴ صحیح الجامع: ۲۵۷۶)

جلیل القدر صحابہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ فرماتے ہیں: "أَوَّلُ مَا تَفْقِدُونَ مِنْ دِينِكُمُ الْخُشُوعُ، وَآخِرُ مَا تَفْقِدُونَ مِنْ دِينِكُمُ الصَّلَاةُ وَرُبَّ مُصَلٍّ لَا خَيْرَ فِيهِ وَيُوشِكُ أَن تَدخُلَ الْمَسجِدَ فَلَا ترى فيها خاشعا۔

''تم اپنے دین کی جو چیز سب سے آخر میں گنوا بیٹھے گے وہ خود نماز ہے اور کئی نمازی ایسے ہونگے کہ ان میں ذرہ بھر خیر و بھلائی نہیں ہوگی اور قریب ہے کہ آپ مسجد میں داخل ہوں اور آپ کو کوئی ایسی بھی خشوع کرنے والا نہ ملے۔[2] (مستدرک حاکم)

اسوۂ نبویہ:

جب ہم سلف صالحین امت کی سیرت وسوانح کا مطالعہ کرتے ہیں تو اپنے زمانے میں ہمیں ان جیسے بہت ہی کم لوگوں کو پاتے ہیں۔ انکی نماز کے واقعات بڑے عبرتناک ہیں ور وہ یوں صدق دل سے خشوع وخوف الٰہی کے ساتھ نمازیں ادا کرتے کہ ان کے آنسو بہہ نکلے تھے سیرت نگاروں اور محدثین نے نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ اور گھر والوں سے خوش طبعی اور ہنسی مزاح زمالیا کرتے تھے اور جسے ہی نماز کا وقت ہوتا تو یوں اٹھ کر فوراً روانہ ہوجاتے آپ انہیں اور وہ آپ کو جانتے ہی نہ ہوں۔

راحتِ قلب:

نماز مسلمان کی مونس وغمخوار ہے اس کی مرادوں کی انتہاء اور تمناؤں کا آخری کنارہ ہے حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے: قُمْ يَا بِلَالُ، فَأَرِحْنَا بِالصَّلَاةِ

''ہمیں (آذان دو اور) نماز کے ذریعے راحت پہنچاؤ''۔[3] (ابو داؤد)

اور آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے: "وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ".

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ڈال دی گئی ہے''۔[4] (نسائی ومسند احمد)

قرۃ العین:

نماز نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی آپ ﷺ کی روح کیلئے نعمتوں کے قائم مقام تھی، آپ ﷺ کے دل کیلئے سراسر جنت تھی ور دنیا میں راحت وسرور کا مواقع تھی۔ آپ ﷺ مسلسل یوں ہوتے جیسے جیل اور تنگی میں مبتلا ہوں حتیٰ کہ نماز کا وقت آجاتا تو آپ اس کی ادائیگی

---

[1] صحیح الترغیب للالبانی: ۵۴۴

[2] مستدرک حاکم: 5/664۔

[3] ابو داؤد: 4986۔

[4] نسائی: 3392۔

میں راحت وسکون پاتے نہ کہ اس سے فراغت میں آرام ملتا آپ ﷺ مسجد کے دروازے پر دنیا اور اس کی تمام رونقوں کو پھینک دیتے اور اس کے مال اموال اور شغولیات ومصروفیات بھی سب وہیں ڈال دتیے ۔ان کے تذکروں اور یادوں کا صفحہ اپ ﷺ اپنے دل سے لپیٹ کر رکھ دتیے یوں مسجد میں تشریف لے جاتے کہ دل پر اللہ کے جلال کا خوف ورغبت طاری ہوتا اور اسکے اجروثواب کی رغبت وقتوں دل میں اٹھکیلیاں لے رہا ہوتا۔

خشوعِ سلف:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو یوں لگتا جیسے گوشت کے متحرک انسان نہیں بلکہ کھونٹا (جامد ستون) اور جب وہ نماز میں بلند آواز سے قرآت کرنے لگتے تو کثرت آہ وبکاء سے انکا گلا اندھ جاتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا نماز میں یہ حال ہوتا کہ جب وہ قرآت فرماتے تو اس قدر روتے کہ پیچھے والوں کی ان کی آواز صاف سنائی نہ دیتی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا یہ عالم تھا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو (خشوع وبے حرکتی کی بدولت) یوں لگتا جیسے لکڑی کا کوئی تنا ہو۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ کا حال یہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوجاتا تو کیفیت اِضطراب وتغیّر میں مبتلا ہوجاتے اور جو ان سے پوچھا گیا کہ اس کی وجہ ہے؟ تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اب اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا ہے کہ جسے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا مگر انہوں اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے لیکن میں (حضرت آدم علیہ السلام نے اسے اٹھالیا تھا"۔

موجودہ مسلمان کی حالت:

اس کے برعکس کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنے جسموں اور اعضاء کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں وہ اپنے ہونٹ اور زبانیں ہلاتے اور کلمات ادا کرتے ہیں ۔رکوع کے وقت اپنی کمروں کو جھکاتے میں اور سجدہ کرتے وقت زمین تک بھی گرجاتے ہیں لیکن ان کے اپنے خالق ومالک کی طرف متحرک نہیں ہوتے وہ اس کے سامنے ظاہری اعضاء سے خضوع وجھکاؤ تو ظاہر کرتے ہیں لیکن ان کے دل ان کا ساتھ نہیں بلکہ وہ کہیں اور پھر رہے ہوتے ہیں وہ قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن اس کے مفہوم ومعانی پر تدبر وتفکر نہیں کرتے وہ اللہ کی حمد وتسبیح تو بیان کرتے ہیں لیکن وہ اپنی ہی زبان سے ادا کردہ ترانۂ حمد وتسبیح کا معنیٰ نہیں سمجھتے ۔انہوں نے اپنے ظاہر کو تو مزین کرلیا مگر اپنے باطن سے غفل رہے وہ بظاہر تو اللہ کے سامنے اور اسکے گھر میں کھڑے ہوتے ہیں لیکن دراصل وہ اپنے اپنے کام کاج دماغوں میں سمائے ہوئے ہیں انکے اجسام تو مسجد میں ہوتے ہیں لیکن انکی روحیں انکے گھروں میں بھٹک رہی ہوتی ہیں ۔

نماز کے پردے میں:

آپ بعض ایسے لوگوں کو بھی کہ بچپن سے مسلمان ہیں اور اسلام میں ہی بوڑھے ہوگئے ہیں ۔انہوں نے طویل عرصہ نمازیں پڑھیں لیکن کبھی کسی ایک دن بھی اپنی نماز مکمل طور پر ادا نہیں کی کیونکہ وہ نہ نماز کے رکوع وسجود مکمل نہیں کرتا اور نہ ہی خشوع وخضوع سے ادائیگی کرتا ہے جس شخص

کی یہ حالت ہو وہ نماز سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسا نمازی کبھی لوگوں کا مال سراسر باطل طریقے سے کھا جاتا ہے کہیں لوگوں کے مابین فتنہ وفساد مچا رہا ہوتا ہے اور وہ کئی ایسے افعال وحرکات کا ارتکاب کرتا ہے جن کا دین اسلام اور اسلامی اخلاق و کردار سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ کئی لوگ تو لوگوں کی واہ واہ کیلئے نماز پڑھتے ہیں اپنے برے اعمال کو نماز کے پردے میں چھپا لیتے ہیں

اپنا مقام پہچانیں:

برادران اسلام! یہ گفتگو اپنے نفس کا محاسبہ کرنے کی غرض سے کی جا رہی ہے۔ آپ اپنے نفس کے ساتھ ایک لمحہ بھر کیلئے صدق دل سے بیٹھیں تا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنا اصل مقام پہچان سکے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی کو پڑھیں سنیں اور اس پر غور وفکر کریں اور اس کی روشنی میں اپنے نفس کا صدق دل سے محاسبہ بھی کر لیں تا کہ پتہ چل سکے کہ ہم ان لوگوں میں سے کونسے ہیں چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا۔

"آدمی نمازی سے پھرتا ہے اور اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسکے لئے اس کی نماز کا دسواں حصہ، نواں حصہ، آٹھواں حصہ، ساتواں حصہ، چھٹا حصہ، پانچواں حصہ، چوتھا حصہ، تیسرا حصہ، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے"۔[1] (ابوداؤد)

حضرت حسن بن عطیہؒ فرماتے ہیں: "دو نمازی نماز تو ایک ہی پڑھ رہے ہوتے مگر اس کے اجر وثواب کی رو سے وہ ایک دوسرے سے اتنے دور ہوتے ہیں جتنی دوری آسمان وزمین کے مابین ہے"۔

یہ سب اسلئے ہے کہ وہ دل جو حب الٰہی، اس کے خوف اور تعظیم سے معمور ہے اسے نماز سے جو خط وافر ملتا ہے وہ اس شخص کو کہاں نصیب ہو سکتا ہے جو محبت الٰہی سے خالی ہو اور وہ حصہ جو خشوع وخضوع سے پر اور اللہ سے لو لگائے دل کو نصیب ہوتا ہے وہ اس دل کے مقدر میں کہاں جو دنیا کی لذتوں اور خواہشات وشہوات کے سامنے سر جھکائے پڑا ہے اور جو دل قرآن کے باغیچوں میں سے گل وپھل لیتا اور کھاتا ہے جو کچھ وہ پاتا ہے وہ اس دل کی قسمت میں کہاں ہوتا ہے جو شیطان کے قبضے میں پھنسا ہوا ہو۔

نماز: شیطان سے معرکہ:

اے نمازی مسلمان! یہ نماز کی ادائیگی بھی شیطان کے ساتھ ایک زبردست معرکہ ہے۔ یہ وسواسوں، بہکاوؤں اور خطرات کے ساتھ ایک گرما گرم مقابلہ ہے کیونکہ آپ نماز کی ادائیگی کیلئے ایک عظیم کام کرنے کھڑے ہو گئے جس میں اللہ کا گہرا قرب پایا جاتا ہے اور یہ شیطان کو سخت غصہ دلانے والا بھی ہے۔ وہ آپ کی نگاہوں میں طرح طرح کی لذتوں کو مزین کر کے پیش کرے گا طرح طرح کے مناظرہ اور دلکش امور سامنے لائے گا اور آپ کو نماز کے دوران وہ چیزیں یاد دلائے گا جنہیں آپ بھول چکے ہیں اور جب آپ کی نماز یوں ضایع کر دیگا جس طرح کہ پردے کپڑے کو تلف وضایع کیا جاتا ہے اور آپ کو اس کا کوئی اجر وثواب نہیں ملے گا تو شیطان کو اس سے اتنی خوشی ملتی ہے کہ وہ خوشی وفرحت سے ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔

---

[1] ابوداؤد: 796۔

حصولِ خشوع کے ذرائع:

اے نمازی! جوشخص منہاج نبوی اور طریقہ مصطفوی ﷺ پر چلے گا اسے نماز میں خشوع حاصل ہو جائے گا اور وہ امور جو کہ نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں وہ کئی ہیں جن میں سے ہی چند یہ ہیں:

(۱) نماز کیلئے اول وقت میں مسجد کی طرف جائے۔

(۲) پورے سکون وقار کے ساتھ چلے بھاگم بھاگ کی کیفیت نہ ہو۔

(۳) اس کے کپڑے دھلے ہوئے اور بدن پاک صاف ہو۔

(۴) وہ اپنے دل کو دنیوی مشاغل ومصروفیات سے خالی کر چکا ہو۔

(۵) اپنے پاس موجود خوشبو لگا چکا ہو۔

(۶) جب نماز کیلئے کھڑا ہو تو صف کو سیدھا رکھے اور اپنے دائیں بائیں والے نمازیوں کے ساتھ مل کر کھڑا ہو درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑے۔

ادھر ادھر جھانکنا:

(۷) آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانے سے نمازی کو منع کیا گیا ہے اور یہ چیز نمازی کی نماز میں خلل انداز بھی ہوتی ہے۔ اس طرح نماز میں اِدھر اُدھر جھانکنے سے بھی باز رہے اور دل بھی یہاں وہاں نہ بھٹکتا پھرے بلکہ پوری توجہ ویکسوئی کے ساتھ نماز ادا کرے۔

سلف کا خشوع:

حضرت خلف بن ایوبؒ سے پوچھا گیا: جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو یہ مکھیاں آپ کو تنگ نہیں کرتیں؟ میں نے اپنے نفس کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بنایا جو میری نماز کو فاسد وخراب کر دے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ان کی چھڑ خانی پر کیسے صبر کر لیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: مجھے اطلاع ملی ہے کہ فاسق وفاجر لوگ حاکم کے کوڑوں کی بارش میں بھی صبر کر لیتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص بڑا صبر وہمت والا ہے اور وہ اس پر بڑا فخر کرتے ہیں۔ میں تو اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہوں میں محض مکھی کیوجہ سے کیوں حرکت کروں۔ بعض لوگ تو مکھی کے بغیر بھی بڑی حرکتیں کرتے ہیں اور جب اس کے سامنے مکھی آجائے تو انکا کیا حال ہوگا؟

(۸) یہ کپڑا اور یہ موبائیل فون:

نماز میں خشوع وخضوع کے اسباب امور میں سے ہی یہ بھی ہے کہ دوسروں کی نماز وقرآت میں تشویش وخلل پیدا نہ کیا جائے اور کسی ایسے کپڑے یا قمیص کو پہن کر نماز نہ پڑھی جائے جس میں نقش ونگار ہوں یا مختلف حروف وکلمات لکھے ہوں، متعدد رنگ ہوں یا اس پہ تصویریں بنی ہوں جو خود نماز کا خیال بٹاتی ہوں یا دوسروں کے لئے خلل کا باعث بن سکتی ہوں۔ اسی طرح موبائل سے نکلنے والی رنگا رنگ آوازوں اور نغموں سے مسلمانوں کو نمازوں اور مساجد میں اذیت نہ پہنچائی جائے۔ یہ انکے خشوع وخضوع کو خراب کرتی ہیں اور یہ تو بہت ہی بڑا گناہ ہے کہ اللہ کے گھروں میں اور اسکے کلام کے ساتھ ہی ان بائلہ سے گانوں کا میوزک بجنے لگے جو کہ عام حالات میں بھی حرام ہے چیز جائیکہ مساجد میں

اور نماز وتلاوت کے دوران ہو اللہ تعالیٰ سے سلامتی وعافیت کی دعاء ہے۔

(۹) بدترین چوری:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَسوَأُ النَّاسِ سَرِقةً الذی یَسرِقُ مِن صَلاتِه. قالوا: یا رسولَ اللہِ، و کیف یَسرِقُ مِن صَلاتِه؟ قال: لا یُتِمُّ رُکوعَها ولا سُجودَها -أو قال: لا یُقیمُ صُلبَه فی الرُّکوعِ والسُّجودِ.

'بدترین چوری وہ ہے جو نماز کی چوری کرے"۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی نماز کی چوری کیسے کرسکتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یوں کہ وہ نماز کا رکوع وسجود پوری ے نہ کرے"۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا: یوں کہ وہ رکوع وسجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے"۔ [۱] (مسند احمد)

(۱۰) کلمات نماز پر تدبّر:

نماز میں خشوع وخضوع اور حضور قلب پیدا کرنے والا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہے کہ نمازی اپنی نماز میں ادرکئے جانے والے کلمات ومعانی پر تدبر وتفکر کرے نمازی جب اللہ اکبر کہتا ہے تو ساتھ ہی اس کے مفہوم کی گہرائی اور مدلو کی جلالت پر غور وخوض کرے اور یہ بات اپنے ذہن کے پردے پر جاگزیں کرے کہ اللہ ان تمام اشیاء سے بڑا ہے جو کہ ویب زدہ کرتی اور بہکاتی پھسلاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام شہوت رانیوں، مال ودولت جاہ وحشمت اور اولاد واحفادے سے بہت ہی بڑا اور بلند وبالا ہے۔ جب نمازی کے دل میں اس کلمہ (اللہ اکبر) معنیٰ ومفہوم بیٹھ گیا اور اس نے اس کے تقاضوں کو پورا کردیا تو وہ اس رب عظیم کے سوا ہر چیز کو پس پشت ڈالی دے گا۔

(۱۱) اجر وثواب پر نظر:

حضور قلب اور خشوع وخضوع پیدا کرکے اسباب ودواعی میں سے ہی یہ بھی ہے کہ ہر فاتحہ جسے کہ وہ پڑھتا ہے اور ہر رکعت جسے کہ وہ ادا کرتا ہے ان پر ملنے والے اجر عظیم پر غور کرے اور اس جزاءِ جلیل اور ثواب کبیر کو ذہن میں رکھے جو اسے ان پر ملنے والا ہے، اور اجر وثواب والے انہی امور میں سے ہی ایک یہ بھی ہے کہ وہ نمازی اس بات پر فکر وتامل کرے کہ جب امام (غیر المغضوب علیہم ولا الضالین) پڑھتا تو فرشتے آمین کہتے ہیں اور جس نمازی کی آمین (آواز وانداز میں) فرشتوں سے مل گئی اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْإِمَامُ: { غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ } فَقُولُوا: آمِينَ، فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ [۲] (صحیح بخاری)

اس طرح کے دوسری کئی عظیم اجر وثواب ہیں جیسے قیام وقعود وغیرہ کے عظیم فضائل وثمرات ہیں۔ اس طرح رکوع وسجود کے اذکار وتسبیحات پردئے جانے والے فوائد وبرکات ہیں۔ جس نے ان پر غور وتامل کرلیا اسے اپنے معبود حقیقی کی رحمتوں کے سمندر کی ناپیدا کناری کا یقین ہوجاتا ہے۔

---

[۱] أخرجہ أحمد: 22642۔

[۲] صحیح بخاری: 782۔

(۱۲) الوداعی و آخری نماز:

وہ امور جو نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرتے ہیں انہی میں سے ہی ایک نبی اکرم ﷺ اس وصیت میں مذکورہ کیفیت بھی ہے جس کا پتہ دیتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: إِذَا قُمْتَ فِي صَلَاتِكَ فَصَلِّ صَلَاةَ مُوَدِّعٍ
''نماز اس طرح سے ادا کرو جیسے کہ یہ تمہاری آخری نماز ہو''۔[۱] (ابن ماجہ)

موجودہ دور اور حالات حاضرہ پر غور کرنے اور لوگوں کی صورت حال دیکھنے سے نبی اکرم ﷺ کی وصیت کی جلالت شان کا اندازہ ہوجاتا ہے جو لوگ خشوع وخضوع والا دل چاہیں ان کے لئے یہ وصیت ایک کامیاب علاج دوا ہے۔ بندہ جب اس نیت وارادے سے انماز شروع کرے گا کہ انکی اس دنیا میں گویا یہ آخری نماز ہے تو وہ اسے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرے گا کیونکہ یہاں سے روانگی کا وقت اس کی نگاہوں میں ہو گویا کہ موت اب اسے آیا ہی چاہتی ہے اب ایسے وہ نگاہوں سے ادھر ادھر کہاں جھانکے گا اور اپنے دل کو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ نہیں لگائے گا اور نہ ہی اس کی عقل ودماغ میں دھول وغفلت در آئے گی۔

ایک تابعی کی نماز:

اگر آپ نے جلیل القدر تابعی حضرت منصور بن معمرؒ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ہوتا تو آپ پکار اٹھتے کہ یہ شخص ابھی ہی مرجائے گا اور انکی یہ کیفیت بیان کرنے والے امام سفیان ثوریؒ ہیں۔

نماز کا شیطان:

أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ أَبِي الْعَاصِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ حَالَ بَيْنِي وَبَيْنَ صَلَاتِي وَقِرَاءَتِي يَلْبِسُهَا عَلَيَّ! فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ، فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنْهُ، وَاتْفُلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا. قَالَ: فَفَعَلْتُ ذَلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللهُ عَنِّي۔

حضرت عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت حاضر ہوکر کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! شیطان میرے اور میری نماز وقرأت کے مابین حائل ہوجاتا ہے اور مجھے تشوش میں مبتلا کر دیتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام'' خنزب ہے جب تمہیں اسکے وجود کا احساس ہو اس سے اللہ کی پناہ مانگو اور تین مرتبہ بائیں طرف تھوک دو''۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا تو اللہ نے اسے مجھ سے دور کر دیا''۔[۲] (مسلم)

---

[۱] ابن ماجہ: 4171۔
[۲] صحیح مسلم: 2203۔

اللہ کے معزز فرشتے

امام وخطیب: شیخ عبدالباری الثبیتی
۲۳/۶/۱۴۲۶ھ، ۲۹/۷/۲۰۰۵ء

اللہ کی عظیم مخلوق وقاصد:

ارشادالٰہی ہے:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

”سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو اسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جنکے دو دو، تین تین اور چار چار پر ہیں۔ وہ اپنی مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھاتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الفاطر:۱)

یہ آیت اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں اس کی قدرت کے مظاہر اور اس کی قوت کے آثار کا پتہ دتی ہے جو اس کی مخلوقات آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کارفرما ہے اور ان عظیم فرشتوں کی تخلیق میں رونما ہے جنہیں اس نے نور سے پیدا فرمایا اور انہیں اپنے احکام واوامر کے نفاذ کیلئے اپنا قاصد و پیام بر بنایا اس طرح انہیں اپنی وحی پہنچانے اور شریعی وقانون احکام پہنچانے پر مقرر فرمایا، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾

”اللہ ہی منتخب کرتا ہے قاصدوں کو فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے“۔ (الحج:۷۵)

قوت وجمال:

اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی پر جمال شکل عطا فرمائی اور انہیں زبردست قوت سے نواز، انکے دو تین اور چار چار پر بنائے اور وہ اپنی مخلوقات میں جو کچھ چاہے بڑھاتا ہے۔ اور مصنوعات کی دوت و باریکی خالق وصائع کی عظمت و بزرگی کا پتہ دیتی ہے۔

پرہیت جسامت: فرشتے اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: أُذِنَ لِي أَنْ أُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَةِ اللهِ تَعَالَى مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ، إِنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ أُذُنِهِ إِلَى عَاتِقِهِ مَسِيرَةُ سَبْعِمِائَةِ عَامٍ۔ (ابوداؤد)

”مجھے اس بات کی اجازت دے ہیں کہ میں عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے بارے میں گفتگو کروں، اس کی جسامت وقد کاٹھ اتنا بڑا ہے کہ اسکے کان کی لو اور کندھے کے درمیان اتنی مسافت ہے جو کہ سات سو سالوں میں طے کی جاسکتی ہے“۔[1]

انتظامات:

افلاک وآسمانوں، ستاروں، سورج چاند، بادلوں نباتات اور حیوانات کی تمام حرکات وسکنات میں سے ہر حرکت ان فرشتوں کی وجہ سے رونما ہوتی ہے جو آسمانوں اور زمینوں کے امور کو سرانجام دینے پر اللہ کی طرف سے مامور ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا﴾

---

[1] ابوداؤد: 4727۔

''پھر (وہ فرشتے) دنیا کے کاموں کا انتظام کرتے ہیں''۔ (النازعات:۵)

مقامِ مقررہ:

ان فرشتوں کو الگ الگ مقامات حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کی زبانی اس بات کا پتہ دلواتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اور (فرشتے کہتے ہیں کہ:) ہم میں سے ہر ایک کا ایک مقام مقرر ہے''۔ (الصّٰفّٰت:۱۶۴)

تاثیر:

فرشتوں پر ایمان لانے کی تاثیر وہی ہے جو کہ دیگر تمام ارکان پر ایمان لانے کی ہے۔ اس کے اثرات عقائد پر مرتب ہوتے ہیں اسی طرح یہ سلوک و کردار پر بھی اثر انداز ہوتا اور یہ بندے کو اس کے رب کے قریب کر دیتا ہے اور اسے حلاوت و شیرینی مہیا کرتا ہے اس لئے فرشتوں پر ایمان لانے کو نیکی اور تقوے کی دلیل قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ﴾

''بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ، روز آخرت فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے''۔ (البقرہ:۱۷۷)

عبادت کا منظر:

حدیث شریف میں ان فرشتوں کے عبادت کرنے کا منظر بیان ہوا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنا جلیل القدر عمل سر انجام دیتے ہیں اور کتنے عظیم اطاعت شعار ہوتے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُونَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ۔

''میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے ہو اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے ہو، آسمان (بوجھ سے) چٹک و چرچرا رہا ہے اور اسے حق پہنچا ہے کہ وہ چرچرائے کیونکہ آسمان میں چار انگلیاں رکھنے کی بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے نہ پڑا ہو''۔[1] (ترمذی، مسند احمد)

اطاعت وسعادت:

انہیں دائمی سعادت حاصل ہے جس میں کسی قسم اختلاط و دھوکہ نہیں ہے، ان کی سعادت و تمندروں کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ﴾

''اللہ انہیں جو حکم دے وہ اس میں نافرمانی نہیں کرتے اور اس کے حکم کے مطابق ہی وہ عمل کرتے ہیں''۔ (التحریم:۶)

دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾

---

[1] ترمذی:2312۔

''یہ (کڑکرار) بجلی اور فرشتے اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کی حمد وتسبیح بیان کرتے ہیں''۔(الرعد:۱۳)

ایک مقام پر فرمایا ہے: ﴿يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾

''وہ (فرشتے) شب وروز تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اور (نہ تھکتے ہیں) نہ رکتاتے ہیں''۔(الانبیاء:۲۰)

اہل عقل کیلئے لمحہ فکریہ:

فرشتوں کی یہ صفات اہل عقل و دانش کو اس بات پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ بھی فرشتوں کی ان صفات سے متصف ہوں حمد وثناء اور تسبیح وتقدس کریں، قیام وقعود (عبادت) بجالائیں اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی ذکر وعبادت میں مشغول رہیں۔ خصوصاً انسان کا دل تو بہت ہی جلدا لٹ پلٹ ہونے والی چیز ہے، جلد بھلول جاتا ہے اور نور سے چمک اٹھتا ہے لیکن اگر طویل عرصہ تذکیر ونصیحت کے بغیر گزر جائے تو وہ بلند وکند، سخت وسنگ، ظالم وستمگر اور ریسدہ واندھیر نگری بنجاتا ہے۔ اس طرح ہمارے پہلوؤں میں جو نفس یہاں ہے اسے تھوڑے وقت کیلئے خلوت چاہتے کہ دنیائے کام کاج اور کاروبار زندگی کو چھوڑ تھوری دیر کیلئے اس کی طرف رجوع کیا جائے اور دل وجان سے اللہ کی عبات اور قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔

ہمہ وقت عبادت:

فرشتے ہر وقت اللہ کی حمد وثناء میں مصروف رہتے ہیں، ان کی ساری زندگی ہی عبادت وتسبیح سے عبارت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

سُبْحَانَكَ! مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ إِلَّا لَا نُشْرِكُ بِكَ شَيْئاً۔

''جب قیامت کا دن ہوگا تو تمام فرشتے کہیں گے: پاک ہے تو اے اللہ! ہم نے تیری عبادت کما حقہ تو ادا نہیں کی تاہم اتنا ضرور ہے کہ تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے''۔[۱] (معجم طبرانی کبیر)

بے مثل عبادت:

کوئی مسلمان چاہے کتنی بھی عبادت گزاری کرلے، چاہے دعوت وتبلیغ کس قدر کرے اور چاہے جتنا بھی مال ودولت خرچ کرلے وہ فرشتوں کی عبادت کے پائے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور یہ بات اطاعت میں تکبر اپنانے کو جھٹک پھینکنے، عمل پر اترانا چھوڑ دینے اور روگناہوں کو برباد کرنے والی خود پسندی سے بچنے پر آمادہ کرنے والی بہت بڑی بات ہے۔

فرشتوں کی قسم اوران کی صف بندی:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بعض گروہوں کی قسمیں کھا کر ان کی عظمت وشان کو دوبالا کردیا ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾

''قسم پراجما کر صف باندھنے والے (فرشتوں) کی''۔(الصّٰفّٰت:۱)

انہی قطار اندر قطار اور صفیں باندھے فرشتوں کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ

[۱] معجم طبرانی کبیر

عِنْدَ رَبِّهَا ؟ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللهِ ، وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا ؟ قَالَ : يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْأُوَلَ ، وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ ۔

”کیا تم بھی اس طرح صفیں نہیں بناتے جیسے فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھے ہوتے ہیں“۔ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! فرشتے اپنے رب کے سامنے جیسے صفیں بناتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:”وہ پہلے اگلی صفیں مکمل کرتے ہیں اور صف میں باہم مل کر کھڑے ہوتے ہیں“۔[1] (صحیح مسلم)

یہ بات شارع حکیم علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے عمل میں پختگی اختیار کرنے اور حسن نظم وضبط کی طرف دعوت ہے اس میں معزز فرشتوں کی اقتداء پیروی بھی پائی جاتی ہے اس طرح ارض وسماء کی تمام مخلوق ایک نظم ونسق کے ساتھ صف بندی کرسکتے ہیں اور یہ کتنی ہی خوش نما شکل وصورت بنتی ہے اور یہ دین کا کتنا عظیم انتظام ہے۔

فرشتوں کی تعداد:

فرشتوں کی تعداد بے حساب وبے شمار ہے نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ساتویں آسمان پر واقع بیت المعور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: هَذَا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ ، يَدْخُلُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا فِيهِ ۔

”اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اور جو ایک نماز پڑھ کر نکل جاتے ہیں انہیں (قیامت تک) دوبارہ واپس آنے کا موقع نہیں ملیگا“۔[2] (صحیح بخاری ومسلم)

مخلوق کو حاصل ہے۔اب اس اور دیگر تمام مخلوقات کا خالق کتنا جلیل القدر اور عظیم الشان ہوگا؟

فرشتوں کی دعائیں:

جو شخص مسجد میں آکر نماز پڑھ رہا ہو یا جماعت کے انتظار میں بیٹھا ہو تو ان کے لئے یہ دعاء کرتے ہیں”اے اللہ! انکی مغفرت و بخشش فرمادے،اے اللہ! ان پر رحم وکرم فرما“۔یہ فرشتے پہلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازیوں کیلئے بھی ایسی دعاء مغفرت ورحمت کرتے ہیں۔اس طرح لوگوں کو خیر وبھلائی اور دین کی باتیں سکھلاتے اور دینی علم دینے والوں کیلئے بھی دعائیں کرتے ہیں اور جو شخص نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھے اس کے لئے بھی فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور فرشتوں ہمارے لئے جو دعائیں ہیں وہ ہماری ہدایت درانی میں اور ہمیں گناہوں نافرمانیوں سے نکال کر نور تک پہنچانے میں بڑی گہری تاثیر رکھتی ہیں چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

”وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (دعائیں کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے

[1] صحیح مسلم:430۔
[2] صحیح مسلم:164۔

جائے“۔(الاحزاب:۴۳)

فرشتوں کی سفارش:

فرشتے گناہ گاروں کیلئے سفارش کرینگے چنانچہ حدیث میں ہے:مَنْ دَعَا لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ۔

’جس نے اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعاء کی اس (دعاء کو پہچانے) پر مامور فرشتہ کہتا ہے: اللہ تیری دعاء قبول کرے اور تمہیں بھی وہی دے جسکا تو اپنے بھائی کیلئے سوال کر رہا ہے“۔[1](صحیح مسلم)

سکینت لانا:

قران کریم کی تلاوت کرنے پر فرشتے سکینت (رحمت الٰہی) لے کر نازل ہوتے ہیں۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسعد بن حضیر رضی اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ، وَلَوْ قَرَأْتَ لَأَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تَتَوَارَى مِنْهُمْ۔

”یہ فرشتے تھے جو تیری تلاوت قرآن کی آواز پر قریب ہو گئے تھے،اور اگر تم تلاوت کئے چلے جاتے تو تم دیکھتے کہ لوگ صبح کو انہیں دیکھ سکتے اور وہ ان سے نہ چھپتے“۔[2](صحیح بخاری)

فرشتوں کی ذمہ داریاں:

فرشتوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک کام یہ ہے کہ وہ نبی بشر کے اعمال کو لکھیں اور انہیں محفوظ رکھیں چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ذمہ داری کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:﴿إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾

”جب (بندہ کوئی کام کرتا ہے تو) وہ لکھنے والے جو دائیں بائیں بیٹھے ہیں وہ لکھ لیتے ہیں،کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے“۔(قٓ:۱۷۔۱۸)

احیاءِ احساس:

انسان معزز لوگوں کی موجودگی میں اپنے سلوک و کردار کی عظمت وحسمت دکھلاتا ہے اور کوئی غلط بات زبان سے نکالتے ہوئے اور کوئی بھی فضول حرکت کرتے ہوئے شرماتا ہے۔اور جب یقین کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے معزز فرشتے موجود رہتے ہیں اس وقت کردار و زبان پر کنٹرول کیونہ کیا جائے یہ آیات دل کو جوش دلاتی اور انسانی جزبات واحساسات میں حرکت پیدا کرتی ہیں تاکہ کسی مسلمان سے کوئی غیر اخلاقی کام اور بری حرکت سرزد نہ ہونے پائے اور خلوت جلوت (ظاہر و پوشیدہ) میں بھی کوئی فرق نہیں ہے یہ چیز انسان میں ذمہ داری کے

---

[1] صحیح مسلم:2732۔

[2] صحیح بخاری:5018۔

احساس کو وڑھاتی ہے اور اس میں یہ ایمان پیدا کرتی ہے کہ اللّٰہکو ہر وقت اپنے تمام اعمال کا نگران سمجھا جائے کیونکہ انسان دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس بات کو جانتا ہے کہ کچھ فرشتے اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور وہ اس کے ہر قول وفعل کو اس کی زندگی کے ہر لمحہ کے ایک ایک عمل اور ایک ایک حرکت کو لکھ رہے اور محفوظ کر رہے ہیں ۔ یہ بات اسان میں فرشتوں کا ادب واحترام بجالانے کی اہمیت کا شعور بھی پیدا کرتی ہے اسے نافرمانی پر شرمندی دلاتی ہے ۔ اور فرشتو پر اس کا ایمان لانا اسے اعمال صالحہ سر انجام دینے اور برائیوں سے بچانے کا قلعہ ثابت ہوتا ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے:﴿اَمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَیۡهِمۡ یَكۡتُبُوۡنَ﴾

سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور راز نہیں جانتے سنتے کیوں نہیں جبکہ ہمارے قاصد (فرشتے) ہر وقت انکے پاس ہوتے اور لکھتے رہتے ہیں"۔(الزخرف:۸۰)

اور ارشاد الٰہی ہے:﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ یَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ﴾

"اس (بندے) کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں"۔(الرعد:۱۱)

محافظ فرشتے:

اللہ تعالیٰ نے بندے کیلئے کچھ فرشتے مقرر فرما رکھے ہیں جو شبو روز بدل کر آتے ہیں وہ اسے نقصان دہ اشیاء سے بچاتے ہیں اور ہلاکت آفریں امور سے محفوظ رکھتے ہیں وہ اسے کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑے بلکہ وہ ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں ۔ اس کے آگے پیچھے لگے رہتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:یَتَعَاقَبُونَ فِیكُمۡ مَلَائِكَةٌ بِاللَّیۡلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ ۔

"تمہارے مابین کچھ فرشتے رات کو ہوتے ہیں اور کچھ دن کو آجاتے ہیں"۔[1](بخاری ومسلم)

امام مجاہدؒ فرماتے ہیں: ہر انسان کیلئے ایک فرشتہ مقرر ہے اس کی سوتے جاگتے جن وانس اور موذی جانورں سے حفاظت کرتا ہے ۔ ان موذی اشیاء وجانوروں اور کیڑے مکوڑوں میں سے جو چیز بھی اس کے قریب آنے لگتی ہے اور اسے کاٹنے کا ارادہ کرتی ہے تو فرشتے اسے کہتا ہے "پیچھے ہٹ جاؤ" سوائے اس چیز کے کہ جسے اللہ اجازت دے دے وہ اسے اذیت پہنچا سکتی ہے"۔ اے اللہ تیرے اس عظیم فضل وکرم اور جلیل القدر عطاء وعنائیت پر ہم تیرے شکر گزار ہیں اور ہر قسم کی تعریف کا سزاوار تو ہی ہے ۔

بت، فوٹو اور کتے والا گھر:

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں بت، فوٹو یا کتا ہو ۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:لَا تَدۡخُلُ الۡمَلَائِكَةُ بَیۡتًا فِیهِ كَلۡبٌ وَلَا تَمَاثِیلُ

"فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو"۔[2](صحیح مسلم)

کیا کوئی عقلمند شخص کتے یا تصویر کی خاطر فرشتوں کی حفاظت کے معاملہ میں کوتاہی برت سکتا ہے؟

---

[1] صحیح بخاری:7429۔
[2] صحیح مسلم:2107۔

انسانی شکل اختیار کرنا:

اللہ تعالیٰ کی تخلیقی عظمتوں اور اسکی کمال صنعت کا اندازہ اس سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس نے فرشتوں کو یہ خاصیت بھی عطا فرماتی ہے کہ وہ حسب موقع مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔مثلاً حضرت جبرائیل مکمل انسانی شکل اختیار کر کے حضرت مریم علیہما السلام کے پاس آئے اور انہیں ایک پاکباز بیٹے کی بشارت وخوشخبری دی جو کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام ہیں۔

خوبرو نوجوانوں کی صورت:

اس طرح حضرت ابراھیم خلیل علیہ السلام کے پاس خوبصوت نوجوان کی شکل میں کچھ فرشتے مہمان بن کر آئے اور انہیں بھی بیٹے (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی۔

چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:﴿هَلْ أَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ إِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾

کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئیں ہے؟ جبکہ وہ ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے انہیں سلام کیا۔انہوں ان کے سلام کا جواب دیا (اور فرمایا: یہ تو) اجنبی لوگ ہیں"۔(الذاریٰت: ۲۴۔۲۵)

اعرابی کے روپ میں:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم پاس ایک أعرابی (بدو) آدمی کی شکل وصورت میں آیا کرتے تھے جیسا کہ غزوۂ قریضہ کے موقع پر ہوا

چنانچہ حدیث میں ہے: فَلَمَّا رَجَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْخَنْدَقِ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ يَنْفُضُ رَأْسَهُ مِنَ الْغُبَارِ، فَقَالَ: قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ، وَاللهِ مَا وَضَعْتُهُ، اخْرُجْ إِلَيْهِمْ. قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَأَيْنَ. فَأَشَارَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ، فَأَتَاهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ۔

"جب نبی اکرم ﷺ غزوۂ خندق سے لوٹے، اپنا اسلحہ رکھا اور اور غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آحاضر ہوئے اور وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے اور انہوں نے کہا: آپ نے اسلحہ رکھ بھی دیا ہے جبکہ اللہ کی قسم! میں نے ابھی تک ہاتھ سے اسلحہ نہیں رکھا۔آپ ان کی طرف نکل پڑیں۔نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کس طرف چل پڑیں؟ تب انہوں نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ فرمایا تو پھر نبی اکرم ﷺ ان کی طرف چل پڑے"۔[1] (صحیح بخاری۔ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى الْغُبَارِ سَاطِعًا فِي زُقَاقِ بَنِي غَنْمٍ، مَوْكِبَ جِبْرِيلَ حِينَ سَارَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ.

"میں گویا غبار کو اپنی آنکھو کے سامنے اٹھتا دیکھ رہا ہوں جو بنی غنم کی گلیوں سے اسی وقت اٹھا تھا جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سواری

---

[1] صحیح بخاری:4122۔

وہاں سے گزری تھی جبکہ نبی اکرم ﷺ بنی قریظہ پر حملہ کیلئے روانہ ہوئے تھے“۔[1] (صحیح بخاری)

تائیدونصرت اہل ایمان:

فرشتے مومنوں کی تائید ونصرت کیلئے بھی نازل ہوئے ہیں ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ اٰمَنُوا﴾

”جب تمہارا رب فرشتوں کو ارشاد فرماتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو تسلی دو کہ ثابت قدم رہیں“۔(الانفال:۱۲)

یہ چیز صادقین ومومنین کے دلوں میں عزت ووقار پیدا کرتی ہے کیونکہ دین کی مدد کرنے والوں کی مدد ونصرت اللہ کے حکم سے فرشتے کرتے ہیں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: اهْجُهُمْ أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ

تم ان کی ہجو بیان کرو اور حضرت جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ (معاون) ہیں“۔[2] (متفق علیہ)

اور فرمایا: إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ مَعَ حَسَّانَ مَا نَافَحَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

”بیشک روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام حسان ؓ کے ساتھ ہیں جب جب بھی وہ اللہ کے رسول کا دفاع کرتے ہیں“۔[3] (ابوداؤد)

جبکہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ ۔

وہ اللہ جب کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اطلاع فرمادیتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر حضرت جبرائیل آسمانوں میں اعلان فرمادیتے ہیں کہ اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو تمام آسمان والے (فرشتے) بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر زمین میں بھی اس شخص کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے“۔
[4] (صحیح بخاری)

ثمرہ عبادت اور نتیجۂ معصیت:

یہ اطاعت وفرمانبرداری کا ثمرہ اور عبادت سے حاصل ہونے والا نور ہے کہ ملأ اعلیٰ (آسمانوالوں کی محبت اہل زمین کے دلوں میں محبت وقبولیت ڈال دیتی ہے اور نافرمانی کی نحوست وبرائی یہ ہے کہ ملأ اعلیٰ کے دلوں میں اس نافرمانی کے خلاف غصہ ونفرت پیدا ہوجاتی ہے اور زمین میں بھی اس کے لئے بغض وعداوت جنم لیتی ہے اور اللہ کی مخلوقات اس سے منہ موڑ لیتی ہیں ۔

---

[1] صحیح بخاری:4118۔
[2] صحیح بخاری:4123۔
[3] ابوداؤد:5015۔
[4] صحیح بخاری:3209۔

درود پہنچانے پر مامور:

اللہ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو اس کام پر مقرر ہیں کہ وہ نبی ﷺ کی امت کے لوگوں کا درود وسلام آپ ﷺ تک پہنچائیں ۔(نسائی، ابن حبان، مستدرک حاکم مسند احمد صحیح الجامع: ۲۱۷۴)

جنین پر مامور:

فرشتوں میں سے ہی بعض کی ڈیوٹی یہ لگائی گئی ہے کہ وہ ماؤں میں پرورش پانے والے جنین بچوں میں روح پھونکیں، ان کی عمر (موتی)، ان کے اعمال اور روزیاں لکھیں۔

صور پھونکنے پر مامور:

حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے صور پھونکیں گے ۔ جب وہ پہلی پھونک ماریں گے تو زمین آسمان کی تمام مخلوقات ہلاک ہوجائیں گی سوائے ان کے جنہیں اللہ ہلاک نہ کرنا چاہے گا۔ پھر وہ دوسری مرتبہ صور پھونکیں جس سے لوگ موت کے بعد دوسری زندگی کیلئے دوبارہ اٹھ کھڑے ہونگے۔

جہنم کے پہرے دار:

جہنم کے پہرے دار فرشتے بڑے ہی قوت والے اور انتہائی سخت ہیں، ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی کوئی ان پر غلبہ پاسکتا ہے اور جہنم کی پہرے داری پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔(دیکھئے سورہ المدثر، آیت: ۳۰)

جہنم کو لانے والے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّونَهَا ۔

”اس (قیامت) کے دن جہنم اس حال میں لایا جائیگا کہ اس کی ستّر ہزار لگام ہونگی اور ہر لگام پر ستّر ہزار فرشتے مقرر ہوگا اور وہ سب اسے کھینچ رہے ہونگے۔“[1] (صحیح مسلم وترمذی)

جہنم کا داروغہ:

اسراء ومعراج کی حدیث کے ضمن میں ہے کہ نہ دوسرے انبیاء کے ساتھ مسجد اقصیٰ میں یکجا جمع ہوئے تو نبی ﷺ فرماتے ہیں: فَحَانَتِ الصَّلَاةُ فَأَمَمْتُهُمْ، فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنَ الصَّلَاةِ، قَالَ قَائِلٌ: يَا مُحَمَّدُ، هَذَا مَالِكٌ صَاحِبُ النَّارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، فَالْتَفَتُّ إِلَيْهِ فَبَدَأَنِي بِالسَّلَامِ ۔

[1] صحیح مسلم: 2842۔

’’نماز کا وقت ہوگیا، میں نے ان سب کی امامت کروائی ۔جب میں نماز سے فارغ ہوا تو کسی کہنے والے نے کہا: اے محمد ﷺ! یہ جہنم کے داروغہ فرشتے حضرت مالک علیہ السلام ہیں انہی سلام کہیں میں انکی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ انہوں نے مجھے سلام کہنے پہل کی‘‘۔[1] (صحیح مسلم)

روحیں قبض کرنا:

جب کسی کی زندگی پوری ہوجاتی ہے تو روح قبض کرنے بھی فرشتے ہی آتے ہیں اس سلسلہ میں ارشاد الٰہی ہے:﴿قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾

’’کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے وہ تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے‘‘۔(السجدہ:۱۱)

اس دنیا کی زندگی فانی ہے اسے دوام و ہمشگی ،نہیں ہے ۔اس سے اچھا فائی اٹھا لینا ہی آپ کیلئے کافی ہے اور صرف واضع حلال یہ اتفاق کر لینا ہی ضروری ہے تا کہ آپ ہمیشہ رہنے والی زندگی میں فوز وفلاح پا سکیں۔

بشارت دینے والے:

استقامت وثابت قدمی اختیار کرنے والے لوگوں کی موت کے وقت فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں بشارت خوشخبری دیتے اور ان کے لئے مونس وہمدرد بنتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾

’’بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر وہ اسی پر ڈٹے رہے،ان فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں تم ڈرو نہیں اور نہ ہی غم کھاؤ بلکہ تمہارے لئے جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھے ۔ہم تمہارے رفیق و دوست تھے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی‘‘۔(حم السجدہ:۳۰)

قبر میں آنے والے:

قبر میں بھی فرشتے آجائیں گے جو کہ منکر نکیر ہیں وہ سوال کریں گے وہ بڑا مشکل مرحلہ ہوگا اس سے صرف وہ شخص نجات پاسکے گا جو صادق الایمان اور کامل الیقین ہوگا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّهُ حَدَّثَهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ أَصْحَابُهُ، وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ، أَتَاهُ مَلَكَانِ، فَيُقْعِدَانِهِ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُولُ: أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ. فَيُقَالُ لَهُ:

[1] صحیح مسلم:172۔

انظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ، قَدْ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا". قَالَ قَتَادَةُ: وَذُكِرَ لَنَا: أَنَّهُ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى حَدِيثِ أَنَسٍ، قَالَ: وَأَمَّا الْمُنَافِقُ وَالْكَافِرُ فَيُقَالُ لَهُ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ: لَا أَدْرِي، كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ، فَيُقَالُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ. وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً، فَيَصِيحُ صَيْحَةً، يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ.

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں' وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔ قتادہ نے بیان کیا کہ اس کی قبر خوب کشادہ کر دی جائے گی۔ (جس سے آرام و راحت ملے) پھر قتادہ نے انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنی شروع کی' فرمایا اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں' میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس کی تمام مخلوق سنے گی۔[1] (صحیح بخاری)

خوش آمدید کہنے والے:

فرشتے ہی ان اہل ایمانکو خوش آمدید کہیں گے جو اللہ کی رضاء خوشنودی حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرکے بلند مقامات و اعلیٰ درجات پالیں گے اور انتہائی رضاء وخوشی کی فضاء میں ہونگے چنانچہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ہمیشہ رہنے کی جنتیں جن میں وہ داخل ہونگے اور انکے باپ و دادا بیویوں اور اولاد میں سے جو نیکوکار ہونگے وہ بھی (جنت میں جائیں گے) اور فرشتے (جنت کے) ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے (اور کہیں گے) تم پر سلامتی و رحمت ہو یہ تمہارا صبر و ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عافیت کا گھر ہے''۔ (الرعد:۲۴)

دن اور رات کے فرشتے:

نماز فجر و عصر کے وقت بھی حفاظت فرشتے حاضر ہوتے ہیں چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: تجتمِعُ ملائكةُ اللَّيلِ وملائكةُ النَّهارِ في صَلاةِ الفجرِ وصَلاةِ العَصرِ، قال: فيَجتمِعون في صَلاةِ الفجرِ، قال: فتصعَدُ ملائكةُ اللَّيلِ، وتَثبُتُ

[1] صحیح بخاری:1374۔

ملائكةُ النّهارِ, قال: ويَجتمِعون في صَلاةِ العصرِ, قال: فيَصْعَدُ ملائكةُ النّهارِ, وتَثْبُتُ ملائكةُ اللّيلِ, قال: فيسألُهم ربُّهم: كيف ترَكتُم عبادي؟ قال: فيقولون: أتَيْناهم وهم يُصَلُّون, وترَكْناهم وهم يُصَلُّون. قال سُليمانُ: ولا أعلَمُه إلّا قد قال فيه: فاغْفِرْ لهم يوَمَ الدِّينِ.

''دن اور رات کے فرشتے نمازِ فجر وعصر میں جمع ہو جاتے ہے ۔ یہ سب فجر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں ۔اور رات والے فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور دن والے باقی رہ جاتے ہیں اور پھر نماز عصر کے وقت پھر شب وروز کے تمام فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور پھر دن والے فرشتے آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں اور رات والے فرشتے دنیا میں باقی رہ جاتے ہیں ۔اللہ تعالی ان سے پوچھتا ہے کہ ''تم نے میرے بندوں کو (کیسے پایا اور) کس حالت میں چھوڑا''؟ وہ کہتے ہیں : ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان سے روانہ ہوئے تو بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے''۔راوی حدیث سلما کہتے ہیں : میں اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: (کہ فرشتے کہتے ہیں)''انہیں قیامت کے دن بخش دینا''۔[1] (بخاری ومسلم ومسند احمد۔ یہ روایت مسند احمد کے ہی ہیں)

فضیلت وامتیاز:

یہ ایک بہت ہی بڑی فضیلت اور عظیم امتیاز جو ان لوگوں حاصل ہوتا ہے جو باجماعت نمازیں ادا کرتے ہیں اور خصوصاً نماز عصر وفجر کی باجماعت ادائیگی کی پابندی کرتے ہے محرومی اور وہ لوگ جو خیر وبھلائی کا انکار کرتے ہیں اور فضیلت سے اپنے آپ کو محروم کر لیتے ہیں اور نماز فجر وعصر کو باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں وہ خسارہ پاتے ہیں کیونکہ وہ نماز عصر اس وقت ادا کرتے ہیں جب سورج شیطان کے دوسینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے اور وہ سورج طلوع ہو جانے کے بعد نماز فجر ادا کرتے ہیں ۔ایسے لوگوں کے بارے میں فرشتے اللہ کو بھلا کیا بتائیں گے؟ اور اپنے رب کو ان کے بارے میں کیا جواب دینگے جن کا حال یہ ہوگا؟

تنبیہہ ربانی:

اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ﴾

''اے انسان تجھے اپنے معزز ومکرم رب کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ میں مبتلا کر دیا ہے؟ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضاء کو) ٹھیک کیا''۔(الانفطار:٦۔٧)

تجھے اپنے اس رب کے بارے میں کس نے فریب ودھوکے میں مبتلا کر دیا ہے جس نے تیری تخلیق فرمائی تجھے خوبصورت شکل سے نوازا اور انتہائی قیمتی خلقت بخشی اور تجھ پر اتنی نعمتیں نازل فرمائی کہ جنہیں حساب وشمار میں لانا ہی ناممکن ہے تجھے کس چیز نے دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے؟ تجھے تو ایک دن گناہ گار وتقصیر کار اور کمی کوتاہی برتنے والا ہونے کی شکل میں اللہ کے حضور کھڑے ہونا (اور شرمندہ ہونا) پڑے گا۔

[1]) مسند احمد:9151۔

نماز جمعہ اور فجر وعصر:

جب آپ نماز جمعہ کے وقت دیکھتے ہیں کہ مساجد نمازیوں کیلئے کفایت نہیں کرتیں بلکہ اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کررہی ہوتی ہیں اور نمازیوں سے مساجد کے ساتھ والے تمام راستے بھی بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور کہیں تل دھیرنے کی جگہ نہیں ہوتی جبکہ نماز فجر وعصر کے وقت یہ کم ہوتا ہے کہ مساجد اس بات شکوہ کناہ ہوتی ہیں کہ مسلمانوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے جبکہ عین اسی وقت کھیل کے میدانوں اور اسٹیڈیمز کی سڑھیاں ہزاروں نوجوانوں سے کھچا کھچ بھری ہوتی ہیں۔ یہ لوگ نماز فجر کے وقت کہاں ہوتے ہیں؟ یہ انتہائی غمناک مناظر ہیں جو حرص وہویٰ اور خواہشات نفس کی عبودیت وبندگی اور پرتش وغلامی کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ اللہ کو ناراض کرنے والی وہ مکروہ کوتاہی ہے جو اب ایک عام سی عادت بنتی جارہی ہے۔

پروں میں لپیٹنے والے:

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ، فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ

'اللہ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو مختلف راستوں میں چلتے پھرتے ذکروعبادت کرنے والے لوگوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور جیسے ہی کہیں کچھ لوگوں کو ذکرِ الٰہی میں مشغول پاتے ہیں تو باہم آوازیں لگاتے اور ایک دوسرے کو بلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں چلے آؤ تمہاری ضرورت کے لوگ یہاں موجود ہیں"۔[1] (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: قَالَ: فَيَحُفُّونَهُمْ بِأَجْنِحَتِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔

"وہ فرشتے ان لوگوں کو اپنے پروں میں لپیٹ لیتے ہیں اور انکا یہ سلسلہ او پر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتا ہے"۔

جبکہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنِحَتِهِمْ حَتَّى يَمْلَئُوا مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا۔

یہاں تک کہ وہ اپنے مابین اور آسمان دنیا کے مابین کی تمام پہنائیوں کو بھر دیتے ہیں"۔[2] (صحیح مسلم)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَنَّ رَجُلًا زَارَ أَخًا لَهُ فِي قَرْيَةٍ أُخْرَى، فَأَرْصَدَ اللهُ لَهُ عَلَى مَدْرَجَتِهِ مَلَكًا، فَلَمَّا أَتَى عَلَيْهِ، قَالَ: أَيْنَ تُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ أَخًا لِي فِي هَذِهِ الْقَرْيَةِ، قَالَ: هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نِعْمَةٍ تَرُبُّهَا؟ قَالَ: لَا، غَيْرَ أَنِّي أَحْبَبْتُهُ فِي اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، قَالَ: فَإِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكَ بِأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَبَّكَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ فِيهِ".

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص اپنے بھائی کی ملاقات کو ایک دوسرے گاؤں کی طرف گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ میں ایک فرشتہ کو کھڑا کر دیا جب وہ وہاں پہنچا تو اس فرشتے نے پوچھا: کہاں جاتا ہے؟ وہ بولا: اس گاؤں میں

---

[1] صحیح بخاری: 6408۔

[2] صحیح مسلم: 2567۔

میرا ایک بھائی ہے میں اس کو دیکھنے کو جاتا ہوں۔فرشتے نے کہا: اس کا تیرے اوپر کوئی احسان ہے جس کو سنبھالنے کے لیے تو اس کے پاس جاتا ہے؟ وہ بولا: نہیں کوئی احسان اس کا مجھ پر نہیں ہے صرف اللہ کے لیے میں اس کو چاہتا ہوں۔فرشتہ بولا: تو میں اللہ تعالیٰ کا ایلچی ہوں اور اللہ تجھ کو چاہتا ہے جیسے تو اس کی راہ میں اپنے بھائی کو چاہتا ہے۔"[1] (صحیح مسلم)

[1] صحیح مسلم: 2567۔